

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224960

UNIVERSAL
LIBRARY

نصرت علیہ السلام علیہ السلام علیہ السلام

زراور ذرائع مبادلہ

تصنیف

ڈبلیو۔ ایڈلی جیوس ایم۔ اے۔ ایف۔ آر۔ یس
ترجمہ

مولوی احمد محمدی الدین صاحب۔ ایچ۔ سی۔ یس

ناظم عدالت ضلع پربھنی

۱۳۵۷ھ ۱۲۴۷ھ ۱۹۲۸ء

طبع و نشر علیہ السلام علیہ السلام علیہ السلام

فہرست مضامین

زر اور ذرائع مبادلہ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۱ تا ۱۸	دوسرا باب مبادلہ ”افادہ“ اور ”دفعہ“ (Value)	۱ تا ۴	تھیل پہلا باب
۹	اوصاف ذاتی نہیں ہوتے۔		بارٹر (Barter) تبادلہ
۱۰	قدر تبادلاً کی نسبت (Ratio)	۳	تبادلے میں ضروریات کی عدم مطابقت (Coincidence)
۱۶ تا ۱۲	تیسرا باب زر کے کام (Functions)	۴	پیمانہ قدر (Measure of Value)
۱۳	معیار قدر (Standard)		کی عدم موجودگی
۱۳	ذخیرہ (Store) قدر	۵	تبادلے میں دقت تسہیم اشیا (Subdivision)

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۳۸	تانبہ	۱۴	تفریق اعمال
۳۹	چاندی	۲۵ تا ۲۷	چوتھا باب
۴۰	سونہ		زر کی ابتدائی سرگزشت
۴۱	پلاٹینم		شکاری زراعت (Hunting State)
۴۲	نیکل	۱۷	کار مرعوبہ
۴۳	دوسری دعائیں	۱۹	دور شہانی (Pastoralage) کا زر
۴۴	فلزاتی مرکبات	۲۱	اشیائے آرائش کا استعمال بطور زر
۴۵ تا ۴۷	ساتواں باب	۲۲	زراعتی دور کا زر
	سکے	۲۴	مصنوعات اور متفرق اشیا
۴۸	تسلیک کی اختراع	۲۵ تا ۲۷	پانچواں باب
۴۹	سکہ کیا چیز ہے		مادہ زر کے صفات
۵۰	سکوں کی مختلف شکلیں	۲۷	افادہ اور قدر
۵۱	سکہ کی بہترین شکل	۳۰	نقل پذیری
۵۲	سکہ جات بطور نمونہ بحال	۳۱	غیر فنا پذیری
۵۳	تاریخی سکے	۳۲	یک جنسیت
۵۵	شاہی اختیار تسلیک	۳۲	تقسیم پذیری
۵۶ تا ۵۸	آٹھواں باب	۳۳	استقلال قدر
	اجراء زر کے اصول	۳۴	شناخت پذیری
۵۸	قدر کی مستند اکائی	۳۵ تا ۳۷	چھٹا باب
۶۰	سکہ زر حسابی اور اکائی قدر		فلزات (Metals) بحیثیت زر
۶۳	زر مستند اور زر وضعی	۳۷	لوہا، سیسہ، ٹین

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۱۲ تا ۱۰۲	گیارھواں باب	۶۴	سکوں کی قدر و وضعی اور قدر و فلتزی
	زر کسری	۶۵	زر قانونی
۱۰۳	خاص دھاتوں کے اوزان بلحاظ قدر	۶۶	اجرائے زر میں عادت کا اثر
۱۰۵	بلن کے سکے	۶۸	قانون گریٹسم کی توسیع
۱۰۶	مشترک سکے	۷۱	قانون گریٹسم کی توسیع
۱۰۷	کانٹے کا سکے	۸۷ تا ۷۳	نواں باب
۱۰۸	کانٹے کا انگریزی سکے		نظام ہائے زر فلتزاتی
۱۰۹	اوزان زر	۷۴	زر و زرینی
۱۱۰	مرکب دھاتیں (مخل بینگنہ)	۷۷	غیر محدود زر عددی
	الومینم وغیرہ	۸۱	مفرد زر قانونی کا نظام
۱۱۳ تا ۱۲۳	بارھواں باب	۸۲	مرکب زر قانونی کا نظام
	نزاع معیارات	۸۵	مشترک زر قانونی
۱۱۴	(دوگونہ) دھرم معیار	۱۰۱ تا ۸۸	دسواں باب
۱۱۶	عمل توازن	۸۸	انگریزی طلائی سکے
۱۱۷	نقرے کا شکیک سے اخراج	۹۰	انگریزی نقری سکے
۱۲۰	دھرم معیار کے نقائص	۹۲	کانٹے کی انگریزی تسکیک
۱۲۵ تا ۱۳۷	تیرھواں باب	۹۳	انگریزی طلائی سکے کے وزن کی کمی
	تسکیک کی فنی معلومات	۹۴	ملکے طلائی سکوں کی واپسی
۱۲۶	کھوٹ یا میل	۹۶	طلائی سکے کی فراہمی
۱۲۹	سکوں کی جسامت	۹۸	نقری زر کی فراہمی
		۱۰۰	شاہی دارالضرب

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۶۹ تا ۱۶۱	سوطھواں باب زر نیابتی	۱۳۰ ۱۳۳ ۱۳۵	سکے کی فرسودگی سکوں کے شمار کرنے کے طریقے زر فلزی کے مصارف
۱۶۲ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸	زر نیابتی کی ابتدائی سرگزشت زر نیابتی کے استعمال کے دوجوہ اسباب زر فلزی کے غیر سہولت بخش حالت اگر اس باری زر سود کی بچت	۱۳۸ تا ۱۵۶ ۱۳۹ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳	چودھواں باب بین الاقوامی زر بین الاقوامی زر کے فوائد بین الاقوامی زر کے نقائص نظامات زر کا تصادم زر بین الاقوامی کے معاہدات
۱۶۹ تا ۱۷۰	سترھواں باب پیرامیٹری نوٹوں کی حقیقت اور ان کی قسمیں وثیقہ امانت مخصوص۔ وثیقہ امانت عمومی	۱۴۴ ۱۴۶ ۱۴۸ ۱۵۰ ۱۵۱	زر انگریزی کا نظام اعشاریہ میں منتقل ہونا۔ امریکن ڈالر زمانہ آئندہ میں جرمی کے زر کی اصلاح نظامات زر کسری بین الاقوامی زر اکائی کا قطعی انتخاب
۱۷۱ تا ۱۹۷	اٹھارھواں باب زر کا غذی کی تنظیم کے طریقے سادہ امانت جزوی امانت اقل مد محفوظ۔ متناسب مد محفوظ اجرائی کی انتہائی حد بندی رعایتی حد بندی	۱۵۳ ۱۵۷ تا ۱۶۰ ۱۵۸ ۱۵۸ ۱۵۹	پندرھواں باب ذرائع مبادلہ طریقہ ہائے مبادلہ کی تدریجی ترقی زر نیابتی چکے اور نظام تصفیہ حسابات

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۱۲	شاخ بنک کا نظام	۱۸۸	دستاویزی مد محفوظ
۲۱۶	بنک انجمنی کا طریقہ لینڈ انجمنی کا نظام	۱۸۹	محفوظ جائیدادی
۲۱۷	اضلاع چکوٹی کا طریقہ	۱۹۰	انتظام بذریعہ مبادلات خارجہ
۲۱۹ تا ۲۲۹	ایسواں باب	۱۹۱	آزاد اجرائی کا طریقہ
	سحب گھر کا نظام	۱۹۲	طریق مساوات طلبا - نقد پذیری
۲۲۱	لنڈنی حساب گھر کا کاروبار	۱۹۲	بذریعہ ادائی مد داخل سرکاری
۲۲۳	منجسٹہ کا حساب گھر	۱۹۲	ملکوی نقد پذیری غیر نقد پذیر زر کاغذی
۲۳۱	نیو یارک کا حساب گھر - نظام تصفیہ	۱۹۵	زر کاغذی کی ضرورت سے زیادہ اجرائی
۲۳۱	حسابات کی توسیع	۱۹۶	زر کاغذی میں لچک کا فقدان
۲۳۵	چک اور نظام تصفیہ حسابات کے فوائد	۱۹۹ تا ۲۰۰	ایسواں باب
۲۳۶	نقد ادائیوں کا تناسب		دستاویزات اختتامی
۲۳۸	بعض اشکال جن میں طریقہ چکوٹی	۱۹۹	میزان اعتماد - بنک نوٹ
	کار آمد نہیں ہوتا	۲۰۰	چاک
۲۴۱ تا ۲۴۴	ایسواں باب	۲۰۳	ہینڈیاں
	چاک بنک	۲۰۴	دستاویزات سود آور
		۲۰۶	زر کی تعریف
۲۴۱	چاک بنک اور دوسرے بنکوں کے تعلق	۲۱۰ تا ۲۱۹	ایسواں باب
۲۴۲	چاک بنک چھینیت گماشتہ زر		کتابی جمع خرچ اور بنک کا نظام
۲۴۴	اجرت کی ادائی چکوں کی شکل میں	۲۱۰	اکیلے بنک کا طریقہ
۲۴۵	چاک بنک بطور سیونگ بنک	۲۱۱	دو بنکوں کا نظام
۲۴۶	نظام چک بنک کے نتائج	۲۱۲	متعدد بنکوں کا نظام

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۶۵	بازار کی ذکی الحمی کا علاج	۲۴۸ تا ۲۵۸	تیسواں باب
۲۶۶ تا ۲۶۸	پچیسواں باب		غیر ملکی ہنڈیاں
	تختہ معیار قدر	۲۴۹	ہنڈیوں کی نوعیت اور ان کی ابتدا
۲۶۹	نئے کی شکل میں لگان کی ادائی	۲۵۰	خارجی ہنڈیوں کی تجارت
۲۶۹	ایک اضعائی زر قانونی	۲۵۱	تمام دنیا کا چکوتی گھر
۲۷۰	سٹر لو کا مجوزہ نرخ نامہ	۲۵۲	مالی کاروبار کا لندن کے مرکز پر جمع ہونا
۲۷۱	پالٹ اسکارپ کا تختہ معیار قدر	۲۵۳	لندن میں غیر ملکی ساہوکاروں کی نمائندگی
۲۷۲	اس تجویز کی دقتیں		
۲۷۸ تا ۲۷۹	چھبیسواں باب	۲۷۸ تا ۲۷۹	چوبیسواں باب
	مقدار زر جو کسی قوم کے لیے		بنک آف انگلینڈ اور زر کی منڈی
	درکار ہے	۲۷۹	تجارت کی وسعت اور ترقی
		۲۷۹	ساہوکاروں کا مقابلہ
۲۷۵	کا زر کی مقدار - زر کی قابلیت	۲۷۷	۱۸۴۷ء کا بینک چارٹر ایکٹ
	چک اور نظام تصفیہ حسابات	۲۷۸	آزاد ساہوکاری کا اسکول
۲۷۶	کے اثرات	۲۷۹	بیش اجرائی کا اسرکان
		۲۷۲	بنک نوٹوں کی تشکیل کا حق
۲۷۸	خاتمہ	۲۷۳	اسکاٹ لینڈ اور انگلستان کی ساہوکاری
		۲۷۴	مہاجنوں کی محفوظات نقد

تھید

————— (۲) —————

میں نے اس کتاب کی ترتیب میں دنیا کے سابق اور موجودہ نظام ہائے زر اور ان اشیاء پر جن سے کہ زر بنتا ہے نیز ان قواعد و ضوابط پر جن کے تحت سکے ضرب اور جاری کئے جاتے ہیں اور ان قدرتی اصولوں پر جن پر سکوں کے چلن کا دار و مدار ہے ایک تفصیلی نظر ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اسی سلسلہ میں چاک اور چکوٹی کے طریقے سے جو دن بدن مکمل اور عام ہوتا جا رہا ہے جس سے زر کے استعمال میں خاص کمی پیدا ہوتی ہے نیز ان تدبیروں سے بھی بحث کی گئی ہے جس کی بدولت زر کے عوض کاغذی وثیقہ جات کا استعمال ہونے لگا ہے اس کتاب کو مسئلہ زر کے اس پہلو سے تعلق نہیں ہے جس پر انگلستان میں شدت سے بحث مباحثہ اور خامہ فرسائی ہو رہی ہے۔

بنک چارٹر ایکٹ جس سے ہم نے ایک سرسری بحث کی ہے اور زر کی منڈی کے رموز و امرا کی واقفیت کے لئے میں ناظرین کو مسٹر ہیچ ہاٹ کے اس عمدہ مضمون کے مطالعے کی سفارش کروں گا جو ٹبارڈ اسٹریٹ کے نام سے شائع ہوا ہے البتہ ان مباحث کی کچھ ابتدائی معلومات اس کتاب میں بھی مل جائیں گی۔ قبل اس کے کہ ان پیچیدہ مسائل پر غور کیا جائے جن کا قطعی اور تصفیہ کن جواب مشکل مل سکتا ہے بہت کچھ ابتدائی معلومات درکار ہے مثلاً کسی زبان کی تحصیل میں قبل اس کے کہ ہم لکھنے اور پڑھنے کی کوشش کریں یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس زبان کی صرف و نحو سے کچھ واقفیت پیدا کر لی جائے یا ریاضیات میں جبر و مقابلہ اور احصائے اختلافی کی باریکیوں میں جانے سے قبل سادہ حساب کی کافی مشق ضروری ہوتی ہے لیکن جیسا کہ

ہیریٹ اسمینز اپنی کتاب مطالعہ عمرانیات میں کہتا ہے اخلاقی اور سیاسی علوم کی بڑی بدقسمتی ہے کہ اس پر ایسے لوگ خامہ فرسائی کرتے ہیں جو اس مضمون کے بنیادی اصول اور ابتدائی قواعد سے قطعاً نا بلد ہوتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عجیب عجیب گمراہ کن اسکیمیں پبلک کے سامنے پیش ہو جاتی ہیں معاشیات میں گرنسی کے سوال کو وہی اہمیت ہے جو جامیٹری میں دائرے کو مربع کرنے کی یا میکانیات میں اٹمی حرکت کو حاصل ہے پر وہ فیصدی مارگن کی طرح کوئی پر از معلومات اور ظریف الطبع شخص اگر چاہے تو ڈی مارگن کے دائرے کو مربع کرنے کے معاملات سے بدرجہا بڑھ کر سلاز کے معاملات کی طویل اور دلچسپ فہرست تیار کر سکتا ہے چنانچہ ایسے لوگوں کی دنیا میں کمی نہیں جنہوں نے اپنی دولت اور عمر عزیز کو بڑے مفرد دنیا کو یہ باور کرانے میں ضائع کر دی کہ قرطاس زر کے اجراء سے افلاس اور تشنگستی کا نام صفحہ دنیا سے یکھٹک مٹا دیا جاسکتا ہے خود میرے ایک شناسا کا خیال ہے کہ بنی نوع انسان کے جملہ مصائب کا علاج صرف خزانہ شاہی کی براتوں سے ہو سکتا ہے۔ دوسرے فرائض حضرات اس کوشش میں ہیں کہ قومی قرضہ کو مسکوک کر کے ہم سب کو غنی بنا دیا جائے یا ملک کی اراضیات مسکوک کر دی جائیں غرض کوئی شے ایسی نہیں جس کی تسلیک کی تجویز نہ کی گئی ہو ایک طبقہ اس لئے عرصے سے غضب آلود ہے کہ اس آزاد تجارت کے زمانے میں سونے کی ٹھکانی قیمت کا تعین قاعدہ قانون سے کیا جاتا ہے ایک ممبر پارلیمنٹ کو حال ہی میں یہ خامی محسوس ہوئی ہے کہ ٹھکانے میں نقرہ کی تسلیک پر کوئی قیود عاید نہیں ہونے چاہئیں چنانچہ انھوں نے اس کے خلاف جہاد شروع کر کے بہت کچھ شہرت پیدا کر لی ہے۔

شلنگ اور چھپینیوں کی کمی ہی گویا لوگوں کے افلاس کا بڑا سبب ہے حالانکہ سالانہ جو ٹیکس اور محصولات خزانے میں داخل ہوتے ہیں اس کی مقدار سلطنت کے پوری چلنی زر سے بہت زیادہ ہے۔ زر کا مضمون پر حیثیت مجموعی نہایت وسیع ہے اور اس مسئلے پر اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں کہ ایک بڑا کتب خانہ پر ہو سکتا ہے آٹے دن دنیا کی کرنسیوں میں انقلاب ہو رہے ہیں اور چلنی زر کی بہترین ترتیب کے متعلق حال ہی میں بہت سی تحقیقات آغاز ہوئی ہیں۔ حکومتوں کے کمیشنوں کے سامنے جہتہاوت قلعہ بند ہوئی ہے اور بین الاقوامی کانفرنسوں یا خانگی افراد کی تحقیقات اور تصانیف سے

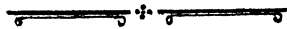
معتد بہ مقدار اس مسئلے کی معلومات کی ہمایا ہو چکی ہے میں اس ذخیرہ معلومات سے صرف چند ایسے امور کو اخذ کر کے پبلک کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں جن سے مضمون زر کے بعض حل طلب مسائل کے متعلق بالآخر کسی قطعی نتیجہ پر پہنچنے میں آسانی ہوگی مثلاً رقوم کی گنتی میں پونڈ - ڈالر - فرانک یا مارک میں سے کس کا انتخاب کیا جائے اور سونے چاندی میں سے کس کو پیمائے قدر بنائیں یا ان دونوں کا ساتھ ساتھ استعمال مفید ہے۔

زر فلزی موجب سہولت ہوگا یا زر قرطاسی ہماری انگلستان کی سونے کی کرکسی جو دن بدن زریں گھٹیا ہوتی جا رہی ہے اس سے آخر تک درگد کیا جائے۔ کیا اس کی مکرر تسلیک گورنمنٹ کے صرف پر کر لینا مناسب ہوگا یا ان اشخاص پر اس کے مصارف کا بار عائد کیا جائے جن کے پاس بد قسمتی سے ایسے گھٹیا سادوں کا ذخیرہ موجود ہے

دیہ اور اسی قسم کے چند حل طلب مسائل ہیں جن کے متعلق پبلک کو بالآخر کسی قطعی نتیجہ پر پہنچنا ہے اس لئے میرا ارادہ ہے کہ متذکرہ صدر ذخیرہ معلومات سے چند خاص امور اخذ کر کے پبلک کے سامنے پیش کروں تاکہ رائے قائم کرنے میں آسانی ہو امریکہ میں اسی قسم کے چند دیگر اہم مسائل رونما ہوئے ہیں جن کا حل بہت ضروری محسوس ہو رہا ہے مثلاً یہ کہ آیا فلزی ادائیگوں پر بھر غور کیا جائے۔ قرطاسی کرنسی کو کس نہج پر قائم کیا جائے یا جزاً اس کے عوض سک کا استعمال ہو۔ امریکن ڈالر کی ٹھیک جسامت اور نوعیت بین الاقوامی کرنسی کا لحاظ کرتے ہوئے کیا ہوئی چاہئے۔ جرمنی میں زر فلزی اور زر قرطاسی کی ایک صحیح اور کامیاب تنظیم جدید تکمیل کو پہنچ رہی ہے۔ فرانس میں بھی ایک معیاری اور دو معیاری نظام زر کا بحث مباحثہ اب تک ختم نہیں ہوا۔ اور قرطاسی اجرائیوں کو ایک تبدیل پذیر بنیاد پر قائم کرنے کی عملی تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں

یورپ کے دوسرے ممالک مثلاً اٹلی - آسٹریا - ہالینڈ - بلجیم - سوئزرلینڈ اور ریاتہائے سکندینیویا و روس میں سے شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جو اصلاح زر کی جدوجہد میں مصروف نہ ہو یا اصلاح سے ابھی ابھی فائدہ نہ ہوا ہو اور باقی ان مسائل کے حل کی تدابیر پر غور کر رہے ہیں۔ ان تمام تبدیلیوں کے متعلق یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ مستقبل ہمیشہ زمانہ حال ہی کے قالب میں ڈھالا جاتا ہے اور نیز یہ کہ ایک بین الاقوامی زر رہی جو تمام عالم پر محیط ہو گو اس وقت اس کا قیام دشوار اور

نا قابل عمل ہی کیوں نہ نظر آتا ہوں لوگوں کا نصب العین ہونا چاہئے جو دنیا سے رخصت ہونے سے قبل اس کی بہبودی کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہتے ہیں جن تصانیف سے میں نے اس کتاب کی تدوین میں مدد لی ہے ان کا اعتراف بھی ضروری ہے خاکٹر مسٹرید کی ”فلزات اور تبادلات خارجہ“ اور پروفیسر سمسر کی امریکی زر کی سرگزشت اور موسیو تھیویدر کی تصنیف ”زراور موسیو اولوسکی کے مختلف بیش قیمت مضامین جو اکٹامٹ جرنل میں طبع ہوئی ہیں نیز ان کی دیگر مختلف اور اہم تصانیف جو مسئلہ زر پر شائع ہوئی ہیں قابل ذکر ہیں۔ مجھے ان متعدد حضرات اور صارفوں کا بھی ممنون بنانا چاہئے جنہوں نے ازراہ کرم بہت سے معلومات بہم پہنچائے ہیں اس سلسلہ میں جان فلز- ویلکسنس- رابرٹس (شاہی دارالضرب کے کیمسٹ) اور مسٹر ہلم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس موقع پر مجھے ان حضرات کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہئے جنہوں نے وقتاً فوقتاً زر کے متعلق مضامین اور تصانیف میرے پاس بھیجوائے اور جن سے میں نے بہت مدد لی خاص کر واکر ڈیو بائی صاحبان اور دارالضرب امریکہ کے ناظم کامیں مشکور ہوں جن کی بدولت مجھے امریکہ کے دارالضرب اور کرنسی کے متعلق رپورٹیں اور تحریرات بہم پہنچی ہیں: برادر صاحب نے نہایت احتیاط سے اس اشاعت کے پروف دیکھے ہیں۔ اور کلف لزی پالگریو اور ہنڈرکس صاحبان نے بعض حصص کی بالاستیعاب تنقیح کر کے مجھے ممنون احسان کیا ہے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

زراور ذرایع مبادلہ

پہلا باب

بارٹر (BARTER) (تبادلہ)

چند سال کی بات ہے کہ لیرک تھیٹر پیرس کی مغنیہ ذیلی اطراف عالم میں کبھی دورہ کر رہی تھی۔ جزائر سوسائیٹی میں جب اس کے رقص و سرود کا ایک جلسہ ہوا تو یہ طے ہوا تھا کہ نارما اور چند دوسری راگینوں کے معاوضے میں اس کو کل آمدنی کا تیسرا حصہ دیا جائے گا۔ چنانچہ حساب لگانے پر علاوہ کثیر التعداد موثر۔ لیہوں اور سنگتروں کے تین راس سورتھیں جتنی مرغ چوالیس چوزے اور پانچ ہزار ناریل مس موصوف کے حصے میں آئے ان جانوروں اور میوؤں کی قیمت پیرس کے بازار میں جیسا کہ حسین مغنیہ اپنے اس دلچسپ خط میں لکھتی ہے (جس کو موسیو اولکوسکی نے شائع کیا ہے) چار ہزار فرانک سے کم نہ ہوگی جو ان چار پانچ راگینوں کا کافی مستانہ تھا ان جزائر میں

ذر (money) نہایت کیاب تھا اور مس صاحبہ چونکہ اپنی مذکورہ بالا کمائی کے کسی معتد بہ حصے سے خود مستفید نہ ہو سکتی تھیں خراب ہو جانے کے اندیشے سے سیوہ جانوروں کو کھلا دینا پڑا۔

مسٹر والیس کو بھی جو مجمع الجزائر ملا یا میں سیر و سیاحت کر رہے تھے اشیائے مایحتاج کی بہتات سے نہیں بلکہ کمیابی اور قلت کی وجہ سے دقتیں برداشت کرنی پڑیں اپنی سیاحت کے نہایت ہی دلچسپ واقعات میں وہ بیان کرتے ہیں کہ بعض جزائر میں جہاں کوئی مستقرہ زراعت نہ تھا ڈز کے لئے اشیائے مایحتاج کا بیش قدر سامان کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہ تھا چیزیں اگر مل بھی جاتیں تو بڑی رد و کد کے بعد بچھلی یا دیگر غریب اشیائے خورد و نوش بیچنے والے کو اگر تبادلے میں وہ چیزیں لینا منظور نہ ہوتا جو سیاح دے سکتے تو سودا ہی نہ ہوتا اور مسٹر والیس اور ان کے ساتھیوں کو مجبوراً فائدہ نیکلی نوبت آتی اس لئے مناسب اور ضروری معلوم ہوا کہ چھری چاقو، پارچہ، دسی شراب، ساگو کے بسکٹ، اور اسی قسم کی دوسری چیزوں کا ذخیرہ ہمیشہ ہتھیار ہے تاکہ پھری والے کی ضرورت کی کوئی نہ کوئی چیز ان کے ہاں نکل آئے اور تبادلے کی کامیابی کے مواقع بڑھ جائیں۔

زراعت حال کی تمدن سوسائٹی قدیم طریقہ تبادلہ کی دقتوں سے بالکل نا آشنا ہے۔ اور کوئی عجب نہیں جو ہم کو یہ دقتیں محض خیالی نظر آتی ہوں۔ ہم بچپن ہی سے زر کے استعمال کے عادی ہیں اس لئے ان بے شمار فوائد اور سہولتوں کا جو ذکر کی بدولت حاصل ہوتی ہیں کما حقہ احساس نہیں کر سکتے۔ البتہ جب ہم کو سوسائٹی کے ایک بالکل مختلف اور ادنیٰ تمدن سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو ان دقتوں کا اچھی طرح احساس ہوتا ہے جو زر کی عدم موجودگی کی وجہ سے لاحق ہوتی ہیں۔ یہ سن کر ضرور حیرت ہوگی کہ اب تک بہت سی غیر تمدن اقوام میں بارٹر (تبادلہ) ہی تجارت کا واحد اور اہم ذریعہ ہے یہ تفاد بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں کہ خاص لندن میں مشترکہ سرمایہ کی ایک تجارتی انجمن موسوم بہ افریکن بارٹر کمپنی لمیٹڈ قائم ہے جس کا کاروبار بھی یہ ہے کہ سفری ساحل افریقہ پر یورپین مصنوعات سے کھوپڑے کے تیل سونے کے ذرات، ہاتھی دانت، روئی، قہوہ، گوند وغیرہ خام پیداوار کا تبادلہ کرے۔

اغلب ہے کہ قدیم طریقہ تبادله غیر ضروری چیزوں کو اشیاء مایحتاج کے ساتھ براہ راست بدل لینے پر مبنی ہو گا۔ اس سادہ لین دین کو ہم اصطلاح میں تبادله اور انگیزی میں شرک یا بارٹر اور فرانسیسی میں ٹروک کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ معاملت خرید و فروخت سے اس طرح میسر ہے کہ خرید و فروخت میں ہمیشہ ایک شے عارضی طور پر اس لئے قبول کی جاتی ہے کہ دوسرے تبادله مابعد سے اس کو پھر کسی اور کے سپرد کر دیا جاسکے اس شے کو جو عارضی طور پر خرید اور فروخت کی معاملت کو طاقی ہے ”زر“ کہتے ہیں بادی النظر میں یہ معلوم ہو گا کہ زر کے استعمال سے دو تین دونی ہو جاتی ہیں اس لئے کہ ایک کی بجائے اب دو تبادلوں کی ضرورت لاحق ہوگی لیکن تبادله سے جو مشکلات پیدا ہوتی ہیں ان کا اگر سرسری تجزیہ کیا جائے تو اس کے برخلاف یہ ثابت ہو گا کہ مشکلات فی الاصل تبادله ہی میں ہیں اور صرف ایسے تجزیہ ہی سے ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ زر کا صرف یہی ایک فائدہ نہیں بلکہ یہ مختلف اور متعدد آسانیوں کا موجب ہوتا ہے اور اس کی ہر خدمت ہمارے لئے ناگزیر ہے۔ ان بیچ و بیچ معاشرتی ضروریات کے ساتھ زمانہ موجودہ کی سو پائٹی کا قیام بغیر زر کے ناممکن ہے کیونکہ زر ہی سے مختلف النوع اشیاء کی قدر کی گئی (Valuing) اون کی تقسیم (Distributing) اور تعین نرخ (Contracting) کے وسائل ہم پہنچتے ہیں۔

تبادله میں ضرورت تبادله میں سب سے اول جو وقت رونما ہوتی ہے وہ ایسے دو اشخاص کا فراہم کرنا ہے جن میں ہر شخص کی غیر ضروری چیزیں دوسرے کی ضرورت پوری کرنے کے بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جن کو کسی شے کی طلب ہو اور بہت سے ایسے بھی جن کے پاس وہ شے موجود اور غیر ضروری ہو لیکن تبادله کی تکمیل کے لئے ایک دُہرا اجتماع ناگزیر ہے اور ایسا اجتماع بجائے خود نادر الوجود۔ مثلاً ایک شکاری کے پاس ضرورت سے زیادہ مارے ہوئے جانور موجود ہیں اس کو پھر شکار کھیلنے کے لئے گولی بارود کی ضرورت ہے لیکن اگر دوسرے لوگوں کے پاس گولی بارود ہے اور کافی شکار بھی موجود ہے تو ایسی صورت میں براہ راست تبادله ممکن ہی نہیں یا

تبادله میں ضرورت
کی عدم مطابقت
(Coincidence)

مثلاً مہذب سوسائٹی کا ایک شخص اپنے مکان کو اپنی ضروریات کے مطابق اور سوزون نہیں پاتا۔ وہ دیکھتا ہے کہ ایک دوسرا مکان ٹھیک طور پر اس کی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔ اس دوسرے مکان کا مالک خواہ اپنا مکان منتقل کرنے پر آمادہ ہی کیوں نہ ہو یہ بات تقریباً محال ہے کہ وہ پہلے شخص کے ہتھیال بھی ہو اور مکانوں کے تبادلے پر راضی ہو جائے۔ خریدنے اور بیچنے والے اسی وقت ہتھیال ہو سکتے ہیں جب ایک ایسی قاضی الحاجات شے کا ہاتھ درمیان میں ہو جس کو ہر شخص عاریتاً قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے یعنی جو چیز ایک معاملت میں فروخت سے حاصل ہو اس کو دوسری معاملت خرید میں منتقل کر دیا جاسکے۔ اور یہ تیسری یا درمیانی شے جو تجارت کے کاروبار کی معاون ہے ذریعہ مبادلہ (Medium of Exchange) کہلاتی ہے۔

گذشتہ چند برسوں میں تبادلے کے رواج کو اخبارات و اشتہارات کے ذریعے سے پھر زندہ کرنے کی ایک عجیب کوشش کی گئی ہے چنانچہ دی اکسچینج اینڈ مارٹ اخبار کی اشاعت کی غرض و غایت تھی یہ ہے کہ اس کے گاہک جن غیر ضروری اشیاء کا اپنی ضرورت کی چیزوں سے تبادلہ کرنا چاہتے ہوں ان کی تشہیر کیا کرے ذیل کے اندراجات سے ان کا طریق کار معلوم ہو سکتا ہے۔

”ایک شخص کے پاس ایک بائیکل اور کچھ قدیم سکے ہیں“ ان کے عوض اس کو ایک باجے کی ضرورت ہے۔“ یا

ایک نوجوان لیڈی ڈل مارچ رکارڈ کی طالب ہے جس کے عوض وہ چند پرانے رکارڈ جن سے وہ سیر ہو چکی ہے دینے پر آمادہ ہے“ وغیرہ

اس اخبار کے حجم اور تعداد اشاعت پر نظر کرتے اور نیز اس بنا پر کہ دوسرے ہفتہ وار اخباروں نے بھی اس کی تقلید شروع کر دی ہے یہ قیاس بے جا نہ ہو گا کہ اعلانات کے موافق بعض اوقات تبادلے میں کامیابی ہو جائی ہوگی دراصل اس صورت میں اخبارات وغیرہ اس ڈھب سے اجتماع (Double Coincidence) کو ہمیا کرتے ہیں جو تبادلے کے لئے لازمی اور ناگزیر ہے۔

پیمانہ (Measure of value) تبادلے میں ایک دوسری وقت یہ ہے کہ وہ دہرا قدر کی عدم موجودگی۔ اجتماع جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اگر وقوع پذیر ہو بھی جائے

تو یہ طے کرنا باقی رہتا ہے کہ آخر تبادولہ کس شرح سے عمل میں آئے۔ اگر گوشت کی ایک مقدار کا تھوڑے غلے کے ساتھ تبادولہ ہوا اور غلے کا مسئلے سے مسکے کا انڈوں سے اور انڈوں کا اوں سے تو گو تبادولہ ہو جائے گا مگر یہ کیسے معلوم ہو کہ گوشت کی ایک مقدار کے عوض کس قدر "اُون" ملیگی یا کسی ایک شے کی مقدار مقررہ کے عوض دوسری مختلف اشیاء کی کتنی مقدار دینی پڑے گی۔ تبادولے ہی پر جب معاملت کا دار و مدار ہو تو باہمی تناسب اور مختلف اشیاء کے نرخوں کی فہرست ایک پریشان کن جھپٹان ہوگی کیوں کہ یا تو ہر شے کا نرخ دوسری تمام اشیاء کے حوالے سے مقرر کر رکھنا ضرور ہو گا یا ہر معاملے کے وقت نرخوں کے تعین کے لئے اربعہ مناسبہ کا وقت طلب عمل کرنا پڑے گا سو چیزوں میں کم از کم چار ہزار نو سو پچاس تبادولے کی نسبتیں قائم ہوں گی اور ان تمام نرخوں اور نسبتوں کا تعین نہایت ہی احتیاط اور صحت سے کرنا ہو گا تاکہ ان میں بال ہر فرق نہ رہ جائے ورنہ ایک چالاک بیوپاری اپنی حساب دانی کی بدولت خرید و فروخت کے اس فرق کی وجہ سے بڑے فائدے میں رہے گا۔

ان تمام وقتوں سے نجات یوں مل سکتی ہے کہ کسی ایک کو منتخب کر کے دوسری تمام اشیاء کا نرخ اس کے حوالے سے ظاہر کیا جائے۔ یہ معلوم ہو جانے پر کہ آدھ سیر چاندی کے عوض کس قدر غلہ مل سکتا ہے اور اسی مقدار نقرہ کے عوض کس قدر اُون مل سکتا ہے ہم بلا کسی دشواری کے یہ بتلا سکتے ہیں کہ اوں کی ایک خاص مقدار کے عوض غلے کی کوئی سی مقدار حاصل ہوگی۔ اس منتخب شدہ شے کو جو مصرعہ بالا مثال میں نقرہ ہے ایک عام نرخ یا ایک عام پیمانہ قدر کہتے ہیں جس کے حوالے سے تمام اشیاء کی قدر محسوب کی جاسکتی ہے اور ان کی قدر کا باہمی تناسب و توازن قائم کیا جاسکتا ہے۔

تبادولہ میں وقت
تسہیم اشیاء
(Subdivision)

مگر اتنی اہم نہیں مگر تبادولے میں ایک اور وقت اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ بہت سی چیزیں تقسیم کے قابل ہی نہیں ہوتیں غلے کا انبار کیسے ذرات طلا و گوشت کا تیکا وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن کے حصے اور ٹکڑے کرنے میں نہ کوئی دشواری ہے اور نہ کوئی قباحت۔

کسی شے مطلوبہ کے عوض حسب ضرورت ان اشیاء کے اجزاء دئے جاسکتے ہیں مگر

بعض صورتوں میں یہ ممکن نہیں ہے۔ اس جگہ درزی کی اُس مثال کا اعادہ جو مساشیات کی اکثر کتابوں میں نقل ہوئی ہے دیکھی سے خالی نہ ہو گا۔ اس کے پاس ایک کوٹ سلاہوا موجود ہے جس کو وہ تبادلوں میں دنیا چاہتا ہے۔ ضرورت اس کو روٹی کی ہے اور کوٹ کی قدر روٹی سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے یا گوشت کی قدر جو کوٹ کے عوض ملتا ہے اس کی قدر سے کوئی نسبت نہیں رہتی درزی ضرورت کے لحاظ سے اگر کوٹ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تو اس کی قدر خاک میں مل جائے گی پس ظاہر ہے کہ اُس کو ایک ایسے ذریعہ تبادلوں کی ضرورت ہے جس کے عوض وہ عاریتاً اپنا کوٹ منتقل کر سکے اور اس ذریعہ تبادلوں کی قدر کے ایک جزو سے روٹی دوسرے سے گوشت؛ ایندھن؛ اور ضرورت کی دوسری چیزیں لے لے اور باقی ماندہ آئندہ کی ضروریات کے لئے اٹھا رکھے مزید تشریح غیر ضروری ہے۔ یہ کافی طور سے واضح ہو چکا کہ ہم ایک ایسے آلہ کے محتاج ہیں جو مختلف ضرورتوں کے لحاظ سے قدر کی تقسیم اور سہیم کر سکے۔

علی ترقی یافتہ ممالک میں اب بھی اب تک بارٹر ہوا کرتا ہے مگر اسی وقت جبکہ ممبران بالائیں رونما نہیں ہوتیں۔ ناگہانی ملازم اپنی ماہوار کا ایک جزو طر زمانہ دہود اور خوراک کی شکل میں حاصل کرتے ہیں۔ زرعی مزدور اپنی اجرت کے ایک حصے کے عوض اناج لے لیتا ہے۔ یا کچھ زمین لے کر بطور خود کاشت کر لیتا ہے یا آٹا سینے والوں کو اجرت میں بالعموم کچھ آٹا دے دیتے ہیں۔ چنانچہ مزدوروں کو اجناس کی شکل میں اجرت دینے کا رواج انگلستان کے بعض قطعات سے اب تک موقوف نہیں ہوا ہے زمیندار بھی ضرورتاً قطعات الارضی کا آپس میں تبادلہ کر لیا کرتے ہیں۔ مگر ان کی کوئی اہمیت نہیں اس زمانے میں ہر تبادلوں میں کسی نہ کسی پیرائے میں زر کا تو سطر ضرور ہوتا ہے۔ گو بعض صورتوں میں زر فی الاصل دست بدست منتقل نہیں ہوتا لیکن اشیاء تبدیلہ کی قدر اور مقدار کا اندازہ زر ہی سے کیا جاتا ہے۔ تجارت بارٹر سے شروع ہوتی ہے اور ایک مصنوع میں بارٹر ہی کی طرف عود کرتی ہے مگر ثنائی الذکر تبادلہ جیسا کہ آٹھے چل کر معلوم ہو گا اول الذکر سے نوعیت میں بالکل جدا گانہ ہوتا ہے آج کل انگلستان میں تجارتی داد و ستد کی چکوٹی دیباقتی ہیں

گوزر فلزی (Metalli money) کا ہاتھ نہیں لیکن حساب کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی کیونکہ خرید و فروخت ہر دو صورتوں میں قدر کو زر کے حوالہ سے ظاہر کیا جاتا ہے اور دوا و مستد کا موازنہ کر کے چکوٹی کر دی جاتی ہے۔



دوسرا باب

Exchange مبادلہ

زیر معیار قدر اور آلہ مبادلہ تو ہے لیکن قدر کی ماہیت اور مبادلے کے فوائد کے متعلق یہاں تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس میں کسی کو کلام نہیں کہ اشیاء کا مبادلہ اس بدیہی اصول پر مبنی ہے کہ انفرادی طور پر ہماری ہر حاجت اشیاء کی ایک محدود مقدار سے پوری ہو جاتی ہے۔ اسی لئے بقول سینئر کے جوں ہی ایک حاجت رفع ہوئی ہماری خواہش جدت کی طلبگار ہوتی ہیں یعنی کسی دوسری ضرورت کے پورا کرنے کی طرف میلان ہوتا ہے۔ مثلاً ایک ایسا شخص جسے روزانہ تین پونڈ روٹی ملتی رہے زیادہ روٹی نہیں چاہتا بلکہ اس کو گوشت چائے شراب وغیرہ کی ایک زبردست خواہش محسوس ہوتی ہے اگر اس کو کوئی ایسا شخص مل جائے جس کے پاس گوشت تو بہت سا ہو مگر روٹی میسر نہ ہو تو ان دونوں میں سے ہر شخص اپنی اس شے کو جس کی چندال ضرورت نہیں ہے زیادہ ضرورت کی چیز سے بدل لے گا۔ یوں تو غیر ضروری شے کو ضرورت کی چیز سے بدل لینا تبادلہ کہلاتا ہے لیکن اگر اس میں تھوڑی ترمیم اور اضافہ کر دیا جائے تو تبادلہ کی تعریف زیادہ مکمل اور صحیح ہو جائے گی۔ فی الاصل نسبت غیر ضروری اشیاء کو ضروری اشیاء سے بدل لینے کا نام ”تبادلہ یا بارٹر“ ہے۔

کسی شخص کی ضروریات کی کوئی حد مقرر کرنا تقریباً محال ہے ہم نہیں کہتے کہ

ایک آدمی کو کس قدر گوشت روٹی یا چائے کی ضرورت ہوتی ہے یا اس کو کتنی ٹوپیاں اور کوٹ کر کار ہوں گے۔ خواہشیں محدود نہیں کی جاسکتیں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب شے مطلوبہ کی مقدار کافی سے زیادہ ہو جاتی ہے تو اسی نسبت سے اس شے کی مزید مقدار کی ضرورت کی شدت بھی گھٹ جاتی ہے۔ چنانچہ کٹورہ بھر پانی میدان جنگ اور ریگستان میں جان بچا سکتا ہے۔ سجد کار آمد ہے دو تین لوٹے پانی ایک آدمی کے پینے اور کھانے پکانے کو کافی ہے گھڑاد و گھڑے نہانے دھونے کے لئے نہایت ضروری ہوتا ہے لیکن بہت جلد ایک ایسی حد بھی آ جاتی ہے جب کہ پانی کی مزید مقدار چند ان اہمیت نہیں رکھتی۔ ایک متمدن شہر کی تمام ضروریات فی نفر ۲ گیلن پانی سے پوری ہو جاتی ہیں اگر اس میں اور زیادتی کرتے جائیں تو کوئی افادہ (Utility) باقی نہ رہے گا برخلاف اس کے پانی کی بہتات مصرت بخش بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ طعنیانی میں یا مکان کی سیل (بی) اور پانی سے بھری ہوئی کانوں میں دیکھنے میں آتا ہے۔

”افادہ“ اور ”قدر“ (VALUE) اوصاف ذاتی

نہیں ہوتے

کوئی شے مفید اور کار آمد اسی وقت ہوتی ہے جب کہ وہ معتدل مقدار میں اور ٹھیک وقت پر مہیا کی جائے کیوں کہ افادہ کسی چیز کا وصف ذاتی نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو بلا لحاظ اس کے کہ پہلے سے ہمارے پاس کسی شے کی کثرت ہی کیوں نہ ہو اس کی مزید مقداریں غیر مطلوب نہ ہوتیں۔ کسی شے کا مفید یا کار آمد ہونا ایک علیحدہ بات ہے اور اس کے جسمانی خصوصیات دجن پر اس کے افادہ کا دار و مدار ہے، بالکل جدا گانہ چیز ہیں۔ افادہ اور قدر دراصل اشیاء کے اوصاف اضافی ہوتے ہیں وہ کسی شے میں اس وجہ سے رونما ہوتے ہیں کہ کسی شخص کو اس کی حاجت ہے اور اس کے افادہ کا درجہ اور قدر کی مقدار

شخص جاجمند کی ضرورت یا خواہش کی سابقہ سیری پر منحصر ہوتی ہے ہر شے کے اجزاء مختلف ہوتے ہیں اور اس کے افادہ کا درجہ بھی ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اس لئے یہ سمجھنا کوئی مشکل کی بات نہیں ہے کہ ہم اپنے ذخیرے کے ان حصوں کا جن کے افادہ کا درجہ ہمارے لئے کم ہو ایسی اشیا کے ساتھ تبادلاً کیا کرتے ہیں جو دوسرے کی نظروں میں کم مگر ہماری نظر میں زیادہ مفید ہوں اور یہ تبادلاً اس وقت تک چلتا رہتا ہے جبکہ شے تبادلاً کے افادے کا درجہ اپنی چیز کے درجہ افادے کے مساوی نظر آنے لگتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اب تبادلاً کرنے میں افادے کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور مبادلے کو جاری رکھنا نہ صرف بے سود بلکہ خسارے کا باعث ہو گا ان ہی امور کی بنیاد پر مبادلے کی قدر اور ماہیت کا ایک نظریہ قائم ہو جاتا ہے جس کی ہم نے اپنی کتاب ”دی تھیوری آف پولیٹیکل اکانمی“ میں توضیح کر دی ہے اور یہ دکھایا ہے کہ طلب و رسد (Demand - Supply) کے مشہور عام قوانین افادہ کی اشیا کے تابع ہوتے ہیں۔ تصنیف مذکورہ بالا کی اشاعت کے بعد ”لوٹان“ کے ایک ماہر اور قابل پر دقیر معاشیات، موسیولیون و آکرس بھی اپنے طور پر غور و خوض کرنے کے بعد مبادلہ کے اسی نظریہ پر پہنچے ہیں جس سے اس نظریہ کی صحت کی مزید تائید ہوتی ہے۔

قدر تبادلاً کی نسبت (RATIO) ظاہر کرتی ہے

یہ تو معلوم ہو گیا کہ ہر فعل تبادلاً میں ایک شے کی کچھ مقدار دوسری شے کی کسی مقدار سے بدل لی جاتی ہے مگر یہ قابل لحاظ ہے کہ اشیاء تبادلاً ایک جنس کی نہیں ہوتیں اور ان کو تولد اور ناپنے کے طریقے بھی مختلف ہوتے ہیں مثلاً تھوڑی چاندی کے عوض کچھ رسی دی جاسکتی ہے یا اس کے مساوی میں تھوڑی شراب یا فرش۔ گھوڑوں کی قوت کی کچھ مقدار یا کچھ فاصلے تک سواری یا بار برداری کی طاقت ہے۔ گوہر ان کی مقدار دل کا اندازہ طول و عرض زمانہ جسامت، قوت، طاقت حرارت یا کسی اور طبی معیار پر کر لیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر فعل تبادلاً میں ایک شے کی کچھ اکائیاں دوسری شے کی کچھ اکائیوں سے بدل لی جاتی ہیں اور

ان میں سے ہر ایک اپنے مخصوص اور مناسب طریقے پر ناپائی جاتی ہے۔
 ہر فعل تبادلہ اس طرح دو اعداد کے تناسب کی شکل میں رونما ہوتا ہے "قدر"
 ایک لفظ عام ہے اگر بازاری نرخوں کے لحاظ سے ایک ٹن تانبے کے عوض
 دس ٹن فولاد ملتا ہو تو ہم کہیں گے کہ بلحاظ وزن تانبے کی قدر یہ نسبت فولاد کے
 دس گنی ہے۔ کم از کم جاری اغراض کے لئے لفظ قدر کا یہ استعمال تناسب کو بالواسطہ
 ظاہر کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اسی طرح اگر یہ کہیں کہ سونے کی قدر چاندی سے
 زیادہ ہے تو اس کا مفہوم یہی ہوگا کہ معمولاً تبادلے میں سونے کے عوض جو چاندی
 ملتی ہے وہ وزن میں زیادہ ہوتی ہے۔ اگر سونے کی قدر یہ نسبت چاندی کے
 اور بڑھ جائے تو سونے کی اسی مقدار کے عوض چاندی اور زیادہ ملے گی۔ مگر
 افادہ کی قدر بھی کسی شے کا وصف ذاتی نہیں بلکہ ایک صفت اضافی ہوتی ہے
 جو کسی دوسری شے کے مقابلے اور تعلق سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے تا وقتیکہ
 ایک اور ایسی شے کا تصور ہمارے ذہن میں نہ ہو جس کے تعلق سے قدر کا اندازہ
 کر سکیں۔ کسی شے کی قدر کا ذکر ہی بے کار ہے۔ خود قدر بھی وقت واحد میں
 بڑھتی اور گھٹتی رہتی ہے مثلاً سونے کی ایک مقررہ مقدار کے عوض اگر یہ نسبت
 سابق چاندی زیادہ ملے مگر اس قدر تانبہ نہ مل سکے جتنا پہلے ملتا تھا تو یہ کہا جائیگا
 کہ چاندی کے حساب سے سونے کی قدر بڑھ گئی مگر تانبے کے لحاظ سے کم ہو گئی
 ہے۔ وصف ذاتی چونکہ ایک ہی وقت میں بڑھ اور گھٹ نہیں سکتا اس لئے قدر
 سوائے ایک تعلق یا نسبت کے اور کچھ نہیں جس کا اندازہ دوسری چیزوں یا
 حاجتمندوں کے تعلق سے ہوا کرتا ہے۔

تیسرا باب

زر کے کام (FUNCTIONS)

یہ ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ تبادلے کے ساتھ تین دقتیں لگی ہوئی ہوتی ہیں ایک تو ضرورت گیر نہ و دہندہ کی عدم مطابقت دوسرے گونا گوں اشیاء کے تبادلوں کی پیچیدگی تیسرے قیمتی اشیاء کی تقسیم و تسہیم کے ذرائع کا فقدان، زر سے یہ تمام دقتیں دور ہو جاتی ہیں اور وہ دواہم فرائض انجام دیتا ہے وہ ”ذریعہ تبادلہ“ کا کام بھی دیتا ہے اور ایک عام پیمانہ قدر بھی ہے۔ شکل اول میں وہ صرف ایک ایسی چیز ہے جس کی ہر شخص توقیر کرتا ہے۔ چیز کھانے کی ہو یا پہننے کی زیور ہو یا جنس، مگر ہو ایسی جسے قبول کرنے کے لئے ہر شخص آمادہ ہو اور جس کو تھوڑی بہت مقدار میں ہر شخص اس غرض سے اپنے پاس رکھنے کا خواہشمند ہوتا ہے کہ اس کے عوض آئندہ ہر وقت اشیاء یا محتاج مل سکیں یوں تو بہت سی چیزیں ذریعہ تبادلہ کی اس غرض کو کم و بیش پورا کر سکتی ہیں مگر بالعموم یا تو رواج کی وجہ سے یا حالات سے مجبور ہو کر سب سے بہتر کوئی نہ کوئی شے بطور زر منتخب کر لی جاتی ہے اور اسی کو پھر ایک عام پیمانہ قدر کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے زر کے عوض اشیاء کے بدلے کی جب لوگوں کو عادت ہو جاتی ہے تو چیزوں کی قدر کا زر کی نسبت سے معلوم کر لینا مشکل نہیں ہوتا اور تمام مبادلوں کا تعین اور حساب اشیاء کے بدلے کی قدر زر کے موازنہ سے آسانی ہو جاتا ہے۔

(۳) معیار قدر (STANDARD)

زراور رفتہ رفتہ ایک تیسرا کام بھی پورا کرنے لگتا ہے ظاہر ہے کہ تجارتی کاروبار میں تا وقتیکہ قرضوں کی داد و ستد نہ ہو خاطر خواہ ترقی نہیں ہو سکتی یکسی نہ کسی وجہ سے قرض کا لین دین ہوتا ہی رہتا ہے۔ معمولاً بعض صورتوں میں تو قرض لی ہوئی چیز ہی واپس کرنی پڑتی ہے اور قریب قریب ہر معاملے میں لی ہوئی چیز ہی کی جنس سے قرضے کی ادائیگی ممکن بھی ہوتی ہے مثلاً اگر غلہ قرض لیا جائے تو غلے ہی سے اس کی ادائیگی ہو جاتی ہے مگر دقت یہ ہے کہ قرض خواہ اپنے دیون کو خواہ مخواہ ایسے وقت جب کہ وہ اس کے چندان کارآمد نہ ہو یا اس کی قدر غیر معمولی طور پر گھٹی ہوئی ہو لینا کبھی پسند نہ کرے گا علاوہ ازیں قرض گیرندہ کو بھی متعدد اور مختلف اشیاء کی حاجت ہو سکتی ہے جن کا ایک ہی شخص کے پاس سے مل جانا قرضین قیاس نہیں اسی لئے ایک ایسی مقبول عام شے کی داد و ستد کا فائدہ اور سہولت ظاہر ہوتی ہے جس کی قدر و قیمت بہت کم تغیر پذیر ہو۔ چنانچہ ہر شخص ایسا معاہدہ کرتے وقت جس سے زمانہ آئندہ میں اس کو کوئی چیز ملنے والی ہو یہ ضرور خیال رکھے گا کہ ادائیگی کے وقت اتنی ہی قیمتی شے ملے جتنی کہ معاہدہ کے وقت تھی اور یہ چیز بالعموم زراور کرتی ہے اس طرح زراور ایک تیسرا فرض بھی بحیثیت ”معیار قدر“ انجام دیتا ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ جو چیز معیار قدر کا کام دیتی ہے وہ بالفاظ قدر بالکل تغیر پذیر نہ ہوگی اس کے انتخاب کا منشاء اس سے زیادہ نہیں کہ وہ آئندہ کی ادائیگوں میں قدر اور قیمت کے اندازے کے لئے ایک پیمانہ یا معیار کا کام دے۔ قدر چونکہ محض اشیاء کے مقابلہ کے تناسب کا نام ہے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کی کسی شے کی قدر دوسری چیزوں کے تعلق سے ہمیشہ یکساں برقرار نہیں رہ سکتی۔ زیادہ سے زیادہ یہ دیکھ لیا جاتا ہے کہ معیار قدر کے لئے کسی ایسی شے کا انتخاب کیا جائے جو تبادلوں میں بہت سی اشیاء کے تعلق کے ساتھ قریب قریب غیر متغیر رہے۔

(۴) ذخیرہ (Store) قدر | یہاں اس امر کی دریافت بھی بھیانہ ہوگی کہ آیا زراور ایک چوتھا

بالکل جداگانہ فرض بھی انجام دیتا ہے یا نہیں جو قدر کو ایک آسان اور مختصر شکل میں جمع کر کے دور و دراز مقامات پر لیجانے کے قابل بنانا ہے۔ ذریعہ تبادلاً کی حیثیت سے تو زر ایک ہی مقام پر دائرہ (Coiculates) رہتا ہے اور بعض اوقات تو ایک ہی جگہ بار بار لوٹ کر آتا ہے اس سے جائداد کی تسہیل اور تقسیم ہوتی ہے اور وہ مبادلے میں روانی (Lubricates) پیدا کرتا ہے مگر کبھی ہم جائداد کو ایک بالکل مختصر شکل میں منتقل کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تاکہ اس کو آسانی سے کچھ دنوں کے لئے اٹھا رکھیں یا سفر پر ساتھ لے جانے میں وقت نہ ہو اگر کسی دور دراز مقام پر اپنے کسی دوست کے پاس بھیجا ہو تو اس غرض کے لئے ہم کو کسی ایسی چیز کی تلاش ہوتی ہے جس کی قدر و قیمت تو خاصی ہو مگر وزن اور جسامت زیادہ نہ ہو اور اس کی وقعت بھی دنیا میں ہر جگہ یکساں مسلم ہو۔ یوں تو ہیرے اور جواہرات یا دوسری اشیاء نادر الوجود اور غیر معمولی خوش نما چیزیں بھی کبھی اس غرض سے استعمال کر لی جاتی ہیں مگر ان تمام شرائط کی بجائے زر رائج الوقت (Current Money) سے بڑھ کر کوئی اور شے نہیں کر سکتی بعض صورتوں میں بیش قیمت اشیاء کا استعمال اول قدر کی حل و نقل کے ذریعے کی یا ذخیرہ قدر کی حیثیت سے ہو جاتا ہے اور بعد وہ زر کی طرح استعمال ہونے لگتی ہیں جیسا کہ مسٹر گلڈ سنون عہد ہومر کی نظموں کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اس زمانے میں جب کہ پل زر رائج الوقت تھا اور سونے کو ایک عام پیمانہ قدر کی عزت حاصل تھی اس کا ذخیرہ کر رکھتے تھے اور بعض اوقات خدمتوں کے معاوضے میں سونا دیدیا جاتا تھا تاریخ کے لحاظ سے بھی سونا جس کی اب عام طور پر وقعت کی جاتی ہے پہلے پہل زیور بنانے کے لئے مستعمل ہوا پھر ذخیرہ دولت کے طور پر یا ذریعہ تبادلاً کی حیثیت سے اور بالآخر ایک عام پیمانہ قدر ہو گیا۔

تفریق اعمال موجودہ سوسائٹی میں زر جو چار مختلف اور جداگانہ فرض انجام دیتا ہے ان میں ایک دوسرے کا نہایت باریکی کے ساتھ امتیاز کرنا اور ان کے نادک فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا پڑھنے والوں کے لئے نہایت اہم اور ضروری ہے ان چاروں اغراض کے لئے صرف ایک ہی شے کے

استعمال کی عادت اس قدر عام اور راسخ ہو گئی ہے کہ اس سے چھپدگی اور
مخالط کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ان چاروں اعمال کے اجتماع کو ہم تقریباً لایہدی
سمجھنے لگ گئے ہیں اگرچہ اس اتحاد سے سہولت ہوتی ہے مگر اس کو ہمیشہ موزنیت
اور پسندیدگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایک شے کو بطور ذریعہ تبادلوں دوسری کو بطور
پیمانہ قدر تیسری کو بحیثیت قدر کے معیار کے اور چوتھی کو بطور ذخیرہ قدر استعمال
کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے مثلاً خرید و فروخت میں سونے کے ٹکڑے دیئے جائیں
قیمتوں کے تعین اور شمار میں چاندی سے کام لیا جائے بڑی مدت کے اجاروں
میں لگان کا تعین غلے کے اوزان میں کر لیں اور اگر دولت کو مختصر شکل میں منتقل کرنا
مقصود ہو تو جواہرات سے یہ غرض پوری ہو سکتی ہے اور یہ کوئی اچھے کی بات
نہیں ہے زر کے ان مختلف اعمال کے لئے مختلف اشیاء کا استعمال ایک حد تک
ہوتا بھی رہا ہے چنانچہ ملکہ الزبتھ کے عہد میں چاندی عام پیمانہ قدر تھی اور
بڑی بڑی رقوم کی ادائیگوں میں سونا استعمال تھا اور اس کی قیمت کا حساب چاندی
کی نسبت سے کر لیتے تھے مگر بموجب قانون نشان بکلی۔ بابت ۱۷۵۷ء چند
کالوں کی اراضیات کے اجاروں میں لگان کے تعین کے لئے غلے معیار قدر قرار دیا گیا تھا۔
کسی ایسی شے کے انتخاب میں بلاشبہ سہولت ہوگی جس سے زر کے تمام
اعمال کی یا بجائی ہو سکتی ہو بشرطیکہ وہ ہمدست بھی ہو یہ ظاہر ہے کہ جس زر میں اشیاء
کی قیمتوں کا تعین ہوتا ہے اسی میں اگر ادائیگی بھی ہو تو بڑی آسانی ہوگی۔ نہ تو لوگ
قیمتوں کی سرگزشت کی دقیق دریافت کی الجھن میں پڑنا پسند کرتے ہیں اور نہ
اس کے لئے ان کے پاس وقت ہوتا ہے پس وہ اگر یہ سمجھیں کہ جس زر میں وہ
اپنے روزمرہ موتی چھوٹے موٹے معاملات کا سودا کیا کرتے ہیں وہی بڑی مدت
کے قرضوں کے لئے بھی بہترین معیار ہو سکے گا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔
محاصل اکثر قانون کی رو سے مقرر کردئے جاتے ہیں اور ان میں کمی بیشی نہیں کی جاتی
مثلاً فیس اور محصول جنگی و کرورگری وغیرہ اور بعض محصولات کا تعین رواج سے مقرر
ہو جاتا ہے باوجودیکہ خود ذریعہ تبادلوں کی قدر مٹھتی اور بڑھتی رہتی ہے مگر لوگ مقصود
محاصل اسی طرح ادا کئے جاتے ہیں گو یا کوئی تئیر و تبدل ہو ہی نہیں اس سے

بعض کا فائدہ ہو جاتا ہے اور بعض گھاٹے میں آجاتے ہیں۔ اس کتاب سے ایک خاص مقصود یہ بھی ہے کہ ہم ان مختلف مادوں (Materials) پر غور کریں جو پرچشیت زر استعمال کئے گئے ہیں یا جن کے استعمال کی وقتاً فوقتاً رائے دی گئی ہے یا جن کو اس غرض کی تکمیل کے لئے تجویز کیا جاسکتا ہے اگر ممکن ہو تو ہماری یہ بھی کوشش ہوگی کہ کوئی ایسی شے دریافت کی جائے جس میں وہ تمام خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہوں جو زر کے مختلف اعمال کے لئے لازمی ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ان اعمال کو مختلف چیزوں میں بانٹ دینے میں بھی کوئی ہرج مرج نہیں۔ پہلے ان مختلف طریقوں پر ایک نظر ڈالنی چاہئے جن سے قرون اولیٰ میں زر کی ضروریات پوری کی گئی ہیں اور پھر ان حالات اور طبیعی خواص کا تجزیہ کرنا چاہئے جو ان چیزوں کو اس فرض کی انجام دہی کے قابل اور موزون بنانے کا باعث ہوئے اس طرح لحاظ خواص ضروریہ اس چیز کے متعلق بالآخر کوئی قطعی رائے قائم کی جاسکے گی کہ وہ زمانہ ال کی ضروریات پوری کرنے کے لئے سب سے زیادہ موزون اور مناسب ہے یا نہیں۔



چوتھا باب

زر کی ابتدائی سرگزشت

اغلی تمدن کی زندگی اور سکوک (Coined) زر فلزاتی کے استعمال کے عادی ہو جانے کی وجہ سے ہم سونے اور چاندی ہی کو زر سمجھنے لگ گئے جس سے انواع و اقسام کے مضر منافع پیدا ہوتے ہیں۔ پس ٹرگوٹ کے اس سے مقولے کو ذہن نشین رکھنا ہمیشہ سود مند ہو گا کہ قدر کی پیمائش کرنا اور قدر کو منتقل کرنا یہ دو خواص ہر قسم کی تجارتی شے میں موجود رہا کرتی ہیں۔ کونسی چیزیں سوسائٹی کے ایک خاص زمانہ میں سب سے زیادہ زر کے کام کے لئے موزوں ہوں گی محض درجہ کا سوال ہے اگر ہم ان بے شمار چیزوں پر تھوڑی دیر غور کریں جو وقتاً فوقتاً زر کی طرح استعمال کی گئی ہیں تو اس کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے گی۔ گو دنیا میں بہت سے ماہرین مسکوکات (Numismalists) اور فاضلین معاشیات موجود ہیں مگر زر کی طبعی تاریخ اب تک ایک بالکل اچھوتا مضمون ہے جس سے ہم یہاں تفصیلی بحث کرتے لیکن افسوس ہے کہ ان کثیر دلچسپ واقعات کے مفصل تذکرہ کے لئے جو اس تحقیق میں فراہم ہوتے ہیں اس مختصر کتاب کی گنجائش کافی نہیں۔

شکار کی زمانہ (Hunting state) غالباً حرفت کا سب سے پہلا زمانہ وہ ہے جبکہ وحشی جانوروں کے شکار پر قوت لایوت کا کارِ مروجہ۔

دار و مدار تھا اور شکار کا حاصل یقیناً ایک ایسی شے تھی جس کی قدر عام طور پر تسلیم کی جاتی ہوگی مگر چونکہ جانوروں کے گوشت کا جلد سٹرنا اور گل جانا ایک لازمی بات ہے اس لئے نہ تو اس کا ذخیرہ جمع کیا جاتا ہوگا اور نہ بار بار اس کا مبادلہ ممکن ہوگا۔ لیکن کھال کی بات اور تھی۔ قماش ہونے کے بعد ملبوس کے لئے اس کی قدر ہونے لگی اور اس طرح یہ زر کا اولین مادہ قرار پائی۔ چنانچہ اس بات کا بہت کچھ ثبوت ملتا ہے کہ کھال اور سمور کا بہت سی قدیم اقوام میں زر کی حیثیت سے رواج تھا اب بھی بعض اقطاع عالم میں ان سے یہی کام لیا جاتا ہے صحیفہ ایوب علیہ السلام کے پارہ دوم فقرہ چارم میں ہم پڑھتے ہیں کہ ”چرم کے عوض چرم غرض انسان زندگی کے لئے اپنی تمام املاک دے ڈالے گا“ اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مشرقی اقوام میں چرم حال قدر ہوا کرتا تھا۔ صر فی تحقیقات سے پتا چلتا ہے کہ شمالی قوموں میں بھی یہی کیفیت تھی چنانچہ ایتھوپی زبان میں لفظ راہا (Raha) کے معنی بالعموم زر کے ہوا کرتے ہیں مگر لاپ لینڈ کی زبان میں جو اس کی ماں جائی بہن ہے اس لفظ سے اب تک اصلی معنی (یعنی چرم یا سمور) مفقود نہیں ہوئے ہیں۔

پطرس اعظم کے عہد تک مملکت روسیہ میں چرمی زر کا رواج تھا اور یہ بھی قابل ذکر ہے کہ قدیم کھنڈن نے ایسی کئی روایتیں تحریر کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرطاجنہ لیسڈیمون اور روم تہ الکبیر کی میں پہلے پہل زر چمڑے کا بنا ہوا ہوتا تھا۔ لیکن بعد سے اور ناتراشیدہ زر کی تحقیق میں ہم کو اتنے پرانے زمانے کے حالات میں جانے کی ضرورت نہیں ہے بڑسن کمپنی اور شمالی امریکہ کے سرخ ہندیوں کے مابین اب تک بھی جو تجارت ہوتی تھی اس میں بلا لحاظ وسعت واختلاف وصفی ایک عرصے تک سیمو رہی ذریعہ مبادلہ تھا یہ ایک تاثر مزید اور حیرت خیز بات ہے کہ سک کا استعمال عام ہونے کے بعد بھی کھال ہی سرخ ہندیوں کے حساب کتاب میں زر بنی رہی۔ چنانچہ اس ضمن میں میٹر و ہمبرگ کی یہ تحریر نوٹ کرنے کے قابل ہے ”ایک بندوق کے عوض جس کی قیمت بڑے نام چالیس شلنگ تھی بیس کھالیں ملیں کھال کمپنی مذکور کی ایک پرانی اصطلاح ہے۔“

ایک کھال کی قیمت دو شلنگ سمجھی جاتی ہے یا دو ٹن (اود بلاؤ کا چمڑا) کے برابر ہوتی ہے و علیٰ ہذا القیاس۔ تم نے کھالوں کے متعلق فورٹ یوکان میں بہت کچھ سنا ہوگا کیونکہ وہاں مزدوروں لباس کی قیمت سے شرح مندرجہ بالا ہی سے لی جاتی تھی۔“

دور شبانی (Postoral age)
کا زر

ان کو رکھ سکتے ہیں اس لئے زر کے بعض فرائض کی ان سے پوری انجام دی ہو جاتی ہے۔ اس کے ثبوت میں ہمارے پاس بہت سار وایتی تحریری اور صرفی مواد موجود ہے۔ ہومر کے زمانے کی نظموں میں اکثر اور صرحۃً اشیاء کی قدر و قیمت کا اندازہ بیلوں کی تعداد میں کئے جانے کا تذکرہ آیا ہے۔ ایک جگہ ڈائیو میڈ کے اسلحہ کی قیمت نوراس ”بیل“ بتلائی گئی ہے اور ان کا گلا کو س کے ہتھیاروں سے مقابلہ کیا گیا ہے جن کی قیمت سوراس ”بیل“ تھی الیڈ کی ۲۳ دین کتاب میں مرقوم ہے کہ سب سے اچھے پہلو ان کو جو تیر پہلا انعام میں دیا جاتا تھا اس کی قیمت بارہ ”بیل“ ہوتی تھی مال غنیمت کی ایک عورت کی قیمت جو صاحب کمال بھی ہو چار اس بیل کے برابر تھی۔ بیلوں کا اس طور پر ایک عام پیمانہ قدر کی طرح استعمال ہونا ایک دلچسپ اور حیرت انگیز واقعہ ہے کیونکہ جیسا ہم پہلے لکھ چکے ہیں قیمتی فلزات (Metals) کا جن کے سکے ڈھالنے کا گو اس وقت تک رواج نہ ہوا تھا مگر بطور ذخیرہ قدر اور بعض اوقات ذریعہ مبادلہ کی حیثیت سے استعمال ہونے کا دوسری عبارتوں میں ضرور تذکرہ آئے گا۔ بغرض اس ابتدائی زمانے میں متعدد اشیاء سے زر کے مختلف فرائض کی انجام دہی کا صاف و صریح پتا چلتا ہے۔ بہت سی زبانوں میں زر کا نام جانور کی کسی نوع یا کسی پالتو جانور کے نام کا مترادف ہے یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ”پکونیا“ (Pecunia) کا (جس کے معنی لاطینی میں زر کے ہیں) ماخذ ”پیکس“ یعنی مولیٰ ہے۔ ”اسکلس کی تصنیف“ ”اگامتان“ سے معلوم ہوتا ہے کہ

سکوں پر اول اول بیل کی شبیہ کندہ ہوتی تھی۔ رومیؒ ایز کے سب سے پہلے سکوں کی بھی یہی صورت بیان کی جاتی ہے مگر ماہرین مسکوکات کی تحقیق سے ان روایات کی تائید نہیں ہوتی شاید سکے کے نام اور اس جانور کے تعلق کی توجیہ کی غرض سے ایسی روایتیں گھڑی گئی ہوں مگر سکے اور جانوروں کے ناموں میں اس قسم کا تعلق جدید زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے چنانچہ مخصوص رقم کی ادائی کو بالعموم ”فیس“ کہتے ہیں یہ فیس کیا ہے انگلو سکس زبان کے لفظ فیوہ (Feeh)، کا بگاڑ ہے جس کے معنی زر کے بھی ہیں اور مویشی کے بھی۔ یہی لفظ جرمن زبان کے لفظ ”ویہہ“ (Vieh) سے مشتق ہے جس کے معنی اس زبان میں اب تک صرف مویشی ہی کے ہیں اور بقول پروفیسر تھیوڈورس خیالات کا یہی تعلق یونانی زبان کے لفظ بمعنی ”جاندار“ میں بھی ظاہر ہوتا ہے جس کے معنی قبضہ۔ گلہ۔ یا مویشی کے بھی ہوتے ہیں۔ مگر کم صاحب نے ان کا مصدر (κέρω) یا (κέραιω) بتلایا ہے جس کا مفہوم گلہ بانی ہے مصنف مذکور کا یہ بھی خیال ہے کہ ان ہی معنوں میں ”ٹیوٹن“ اور اسکندونیون زبانوں میں بھی اس مادہ کا ظہور ہوا ہے چنانچہ گاتھک زبان کا ”سکاس“ (skatts) المانی ”سکاٹز“ (Shatz) انگلو سکس اسکاٹ ”یا“ اسکیٹ (Seat or Seet) اور قدیم ”نارس“ زبان کا ”اسکیٹ“ (Skat) ایسے الفاظ میں جن کے معنی ایسی جاندار، دولت، خزانہ، محصول یا پیشکش کے ہوتے ہیں جو شکل مویشی ظاہر کی جائے۔ اس نظریہ کی تائید اس امر واقعی سے بھی ہوتی ہے کہ ”فرزین“ زبان میں ”اسکٹ“ (Skat) نے اپنا اصلی مفہوم یعنی مویشی اب تک برقرار رکھا ہے۔ ”نارس“ انگلو سکس اور انگریزی میں تو اس لفظ کو محصول اور پیشکش ہی کے معنوں میں مخصوص کر دیا گیا ہے اور المانی تو انین تو تادان اور جرمانہ کا تعین مویشی ہی کی تعداد میں کرتے ہیں پروفیسر تھیوڈورس صاحب سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ”زندادستا“ میں جہاں طبیبوں کی اجرت یا عختانہ کا صاف صاف ذکر ہوا ہے فیس کی شرح بہر حال مویشی ہی کی تعداد میں بتلائی گئی ہے۔ سر تیج۔ بیس مین صاحب کی نہایت دلچسپ کتاب ”دی ارلی ہسٹری آف انسٹی ٹیوٹمنٹز“ (جو ابھی بھی شائع ہوئی ہے) کے پانچویں اور چھٹے لکچر عجیب و غریب معلومات سے لبریز ہیں جن سے سوسائٹی کے

ابتدائی مارج میں مویشی کی اہمیت آشکارا ہوتی ہے بیلوں کو بلحاظ راس شمار کر کے ”کے پی ٹیل“ کہتے تھے جس سے معاشیات کی اصطلاح ”کے پی ٹیل“ (یعنی اصل Capital) یا سرمایہ اور قانونی اصطلاح ”جے ٹل“ (بہ معنی جائیداد) بنی ہے اور جس سے انگریزی کا عام لفظ ”کے ٹل“ (بہ معنی مویشی) نکلا ہے۔ غلام جن ممالک میں بیش قیمت ملک سمجھے جاتے ہیں ان سے مثل مویشی کے ذریعہ تبادلہ کا کام لیا جانا بالکل فطرتی بات ہے چنانچہ ”پاسانیاس“ بیان کرتا ہے کہ وسط افریقہ اور دوسرے مقامات میں جہاں اب بھی بردہ فروشی کا رواج ہے غلاموں سے باقی دانت اور مویشی کی طرح ذریعہ تبادلہ کا کام لیا جاتا ہے ”ارل“ صاحب نے جو تیوگنی کے حالات لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جزیرہ میں بردہ فروشی کی بڑی تجارت ہے اور نضر غلام ہی وہاں کا معیار قدر ہے اس کو جانے دیجئے ایک زمانہ میں خود انگلستان میں زر کی طرح غلاموں کا لین دین ہوا کرتا تھا۔

اشیائے آرائش کا استعمال بطور زر جسم کی زیبائش اور آراستگی کی خواہش بنی نوع انسان میں ابتدا ہی سے ودیعت کی گئی ہے اور چونکہ سنگھار اور آرائش کی چیزیں عموماً دیر پا اور ایسی ہوا کرتی ہیں جن کی قدر و منزلت عام ہوتی ہے اور وہ آسانی سے نقل پذیر بھی ہوتی ہیں اس لئے ان کا زر کی طرح عام طور پر رائج ہو جانا ایک فطرتی امر ہے شمالی امریکہ کے ہندویوں کا ”دام پیک“ اس کی ایک بہت اچھی مثال ہے۔ کیونکہ وہ زیور کی طرح بھی مشعل ہو چکا ہے یہ سفید اور سیاہ سیپ کی نوکوں کے منکوں کا ہوتا تھا جن کو کھس کھس کر بنائے اور لڑیوں میں گوند کر رکھا کرتے تھے۔ یہ ہمارے قریب ہوتا اتنی ہی اس کی قیمت بھی زیادہ ہوتی۔ رنگ روپ چمک دمک سے بھی قیمت میں اضافہ ہوتا، سیاہ منکوں کی ایک ہاتھ برابر لڑ سفید منکوں کی دو فٹ لمبی لڑ کے برابر سمجھی جاتی تھی دیسیوں میں ان کا رواج بطور زر اس قدر عام اور مستقل ہو گیا تھا کہ ۱۶۴۹ء میں ”مسا شو مٹ“ کی حکومت نے بذریعہ اعلان عام چالیس شلنگ کی حد تک نوآبادی میں ان لڑیوں کو قرضے کی ادائیگی میں قبول کرنا جائز قرار دیا وچسپ بات تو یہ ہے کہ جس طرح فرنگستان میں خیس لوگ سونے چاندی کے سکوں کا ذخیرہ کر رکھتے ہیں اسی طرح اس ملک کے

دولتمند جو زائد از ضرورت دولت کو کسی مفید کام میں نہیں لگا سکتے ان منکوں کے انبار کے انبار چھپا رکھتے ہیں شمالی امریکہ کے اسی زر کے بالکل مشابہ ایک چیز کوٹریا بھی ہیں جو کسی نہ کسی نام سے مجمع الجزائر شرتی میں چھوٹی چھوٹی رقموں کا کام دیتی ہیں۔ برطانوی ہند، سیام، مغربی ساحل افریقہ، اور دوسرے گرم ساحلی مقامات پر اب بھی ان سے ریزگاری (Small change) کا کام لیا جاتا ہے ان کو جزائر لکادیپ و مالدیپ سے چنوا کر منگوا لیتے ہیں بلحاظ قلت و کثرت ان کی قدریں تھوڑا بہت تغیر ہوتا رہتا ہے لیکن ہندوستان میں بالعموم فی روپیہ پانچ ہزار کے حساب سے کوٹریاں دستیاب ہو جاتی تھیں گویا ایک کوٹری ۱/۱۶ روپیہ کے برابر تھی ہمارے دلچسپ راج بھائی (Fellow subjects) یعنی ”فجی“ کے باشندے ”وھیل“ پھل کے دانتوں سے کوٹریوں کا کام لیتے تھے سرخ و سفید دانتوں کی تبادلو کی باہمی نسبت شلنگ اور پونڈ کی سی تھی علیہ زرد، منقوش پتھر، شلا مصر کا، سکارا بابائی اور باقی دانت وغیرہ بھی اس سلسلے میں قابل ذکر چیزیں ہیں۔

زراعتی دور کا زر | چند مذکورہ بالا اشیا کی طرح بہت سی نباتاتی اشیا بھی کم از کم چلن کی غرض کے لئے زر کا کام دے سکتی ہیں جن لوگوں کا ذریعہ معیشت محض زراعت ہے وہ دیروپا اجناس پیداوار کو اگر اس غرض سے استعمال کریں تو کوئی حیرت کی بات نہیں۔ قدیم یونانی زمانے سے لیکر آج تک یورپ کے نزدیک دُور کے مقامات پر اناج ذریعہ تبادلو کا کام دیتا رہا ناروے میں تو غلہ بنکوں میں بھی رکھا جاتا ہے اور بطور قرض اس کی داد و ستد ہوا کرتی ہے یورپ میں گہوں جو اور برہ کی جو اہمیت ہے وہی وسط امریکہ بالخصوص میکسیکو میں مکائی کو حاصل ہے جہاں وہ زر کی طرح دائر (Circulated) تھا، بحر شام کے اطراف کے بہت سے ملکوں میں روغن زیتون ایک سب سے عام پیداوار اور صرفہ کی چیز ہے اور چونکہ اس میں بدو جہ اتم یکسانی ایک حسنیت پائی جاتی ہے اور دیروپا ہونے کے علاوہ بائسنائی تقسیم پذیر بھی ہے اس لئے جزائر ایجین، مثلین ایشیائے کوچک کے بعض شہروں اور لوآنٹ کے دوسرے حصوں میں عرصہ دراز تک زر کی طرح اس کا استعمال رہا ہے جس طرح جزائر شرق الہند میں کوٹریاں رائج ہیں اسی طرح وسط امریکہ اور یوکاتان میں

”کسکاؤنٹ“ (ایک قسم کی پھلی) ایک مقبول عام اور غالباً قدیم زرکسری (Fractional Currency) ہے ان کی قدر و قیمت کے متعلق مختلف سیاحوں نے مختلف روایتیں بیان کی ہیں جن کی توجیہ اور مطابقت شاید اس طرح ہو سکے کہ یا تو ان پھلیوں کی قدر میں بڑے بڑے تغیرات ہوتے رہے ہیں یا ان سکوں کی قدر و قیمت جس سے ان پھلیوں کا موازنہ کیا گیا ہے اکثر گھٹتی بڑھتی رہی چنانچہ ۱۸۶۷ء میں یہ مقام ”کراکوس“ کم و بیش تیس ”نٹ“ کی قیمت ایک پنس یعنی حالانکہ بقول اسکوارٹراب ایک پنس صرف دس پھلیوں کے برابر ہے یورپ کے ان مالکین میں بھی جہاں باوام کی عام طور سے کاشت ہوتی ہے کسکاؤ پھلیوں کی طرح اس کا بھی چلن ہوتا رہا ہے اور ہنگام کی بہتری یا ابتری کے لحاظ سے اس کی قدر و قیمت میں بڑے بڑے تغیرات ہوتے رہے۔

اب تو نباتاتی پیداوار کا استعمال صرف زرکسری تک محدود نہیں امریکہ کی نوآبادیوں اور جزائر غرب الہند میں جہاں بعض اوقات زر فلزی کی قلت نہایت تکلیف دہ ہو جا کرتی تھی مقنینین کو ایک مقررہ شرح سے قرض کی ادائی میں زرعی پیداوار قبول کرنے پر قرض خواہوں کو مجبور کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ ۱۸۶۱ء میں ورجینا کے مقطعہ جات کے گورنر نے تو حکم جاری کر دیا تھا کہ تین شٹلنگ کے عوض جو کوئی آدھ سیر تمباکو لینے سے انکار کرے اس کو تین سال تک قید باشتت بھگتنا ہوگا یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ درجینیا کمپنی جو نوآبادی والوں کی شادی کے لئے یورپ سے جوان عورتوں کی درآمد کیا کرتی تھی فی عورت پہلے پچاس سیر تمباکو اور پھر ۷۰ سیر لیا کرتی تھی میری لینڈ کی مجلس قانون ساز نے تمباکو اور مکائی کو ۱۸۳۲ء تک زر قانونی (Lagal tender) قرار دے رکھا تھا۔ مساشومٹ میں بھی ۱۸۶۲ء تک غلے کے متعلق اسی قسم کا قانون موجود تھا معلوم ہوتا ہے کہ بعض جزائر غرب الہند کی حکومتوں نے بھی ان عجیب قوانین زر کی تقلید میں قرار دیدیا تھا کہ عدالتیں فریق کامیاب کو مختلف اجناس مثل شکر، شراب، ادراک، نیل اور راب یا تمباکو لینے پر مجبور کیا کریں ایسے زر مرکب Multiple کے استقرار و ثبات کی کوششیں کسی آئینہ موقع پر ہماری بڑی دلچسپی کا باعث ہوں گی۔

حیوانی اشیائے خوردنی چونکہ اکثر جلد فنا ہو جاتی ہیں اس لئے ان کا زر کی طرح استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن سوئزر لینڈ کی پہاڑی بستیوں میں انڈوں کا اور نیو فونڈ لینڈ میں خشک کاڈ مچھلی کا بھی بہ حیثیت زر عام چلن رہ چکا ہے۔

مصنوعات اور ان اشیاء کی تعداد کی تفصیل سے جن کا وقتاً فوقتاً زر کی طرح استعمال ہوا ہے اب طبیعت اکٹا نے لگ گئی ہوگی اور فی الجملہ اتنی تفصیل متفرق اشیاء۔

کا صرف مختصر ذکر کر دیا جاتا ہے جو مختلف مقامات پر مختلف زمانوں میں ذریعہ مبادلہ بنی رہی ہیں مثلاً سوئی پارچہ کے ٹکڑے جن کو گنتی میں کہتے ہیں سنی گلی کے ساحل پر اور اسی طرح ملک حبش، مجمع الجزائر، سولو، سماترا، میکسیکو، پیرو، سائیریا اور جزائر وٹوفا کی تجارت میں زر کا کام دیتے رہے۔ مگر یہ معلوم کرنا بہت دشوار ہے کہ یرنگالی مقبوضات آنگولا میں جوز کاہ (Straw Money) ۱۶۹۴ء تک دائر تھا اس کی ابتدا کیونکر ہوئی۔ یہ زر چھوٹی چھوٹی حصیروں کی شکل کا ہوتا تھا جس کو لینگز کہتے تھے یہ پراں (چاول کی گھانس) سے بنی جاتیں اور قیمت میں ڈیڑھ پنس کے مساوی ہوتیں ان چٹائیوں سے کم از کم ابتدا میں کوئی دو سو کام ضرور لیا جاتا ہوگا اور ان چھوٹی چٹائیوں کی طرح جو سامانوں کے لوگوں میں قابل قدر اور ذریعہ تبادلہ سمجھی جاتی تھیں شاید ان کا انگوٹھ لا میں زر کی طرح رواج قائم ہو گیا ہوگا۔

نمک نہ صرف ملک حبش بلکہ سماترا، میکسیکو، اور دیگر ممالک میں زر کا کام کرتا رہا ہے گوند اور موم کی بٹیاں سماترا میں، سرخ پر جزائر بحر الکاہل میں، چائے کی پنڈیاں تاتاریاں، پھاوٹے اور ورائٹیاں لکسمی جزائر میں کم و بیش زر ہی کی اعراض کو پورا کرتی رہی ہیں۔

آدم آنتھ نے جواسکاٹ لینڈ کے بہت سے قصبات میں ہاتھ سے بنائی ہوئی میخوں کے بطور زر متعل ہونے کا ذکر کیا ہے پڑھنے والے اس سے ضرور واقف ہوں گے اس لئے اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ موسیو شلیوکیلز نے بھی ایک ایک فرانسیسی معدن زغال میں اسی قسم کے رواج کا ذکر کیا ہے طوالت کا خوف ہے ورنہ بوشرڈی پرتھس کی اس قیاس کی تحقیق بڑی دلچسپ ہوتی کہ عمدہ تراشے ہوئے

حجری اسلحہ (Stone imptaments) بھی جو اکثر دستیاب ہوتے رہتے ہیں کہیں زیادہ قدیم میں ذریعہ تباہ و تاراج تو نہیں تھے ان میں بعض تو ایسے کمیا ب اور سخت پتھروں کے بنتے ہوئے ہیں جو شاید اب نایاب ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں جس کا تاریخی مواد ہمدست نہیں ہوا ہے ان ہتھیاروں کی بڑی تجارت رہی ہوگی گو قدیم تصانیف میں کہیں کہیں مبہم حوالے مل جاتے ہیں کہ بازنطین میں لکڑی کا زراعت تھا اور انطاکیہ و اسکندریہ میں لکڑی کے باٹ زراعت کی طرح استعمال کئے جاتے تھے مگر تا وقتیکہ کوئی تفصیلی معلومات بہم نہ ہوں اتنا تذکرہ ہی کافی ہے۔



پانچواں باب

مادہ زر کے صفات

مادہ زر کے لازمی صفات کا بہت سے مصنفین حال میں لائے ہوئے ہیں۔ میک کلک، جیمس مل، گارنیر، شیویلینز اور والرس نے نہایت تشفی بخش تذکرہ کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم مصنفین بھی ان کی حقیقت سے اچھی طرح واقف تھے چنانچہ ہیکس نے ان اوصاف کی نہایت صاف پیرایہ میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ اپنے جواب مضمون موسومہ ”زراور سکجات“ میں توضیح کی ہے۔ گو یہ تصنیف ۱۸۷۷ء میں یعنی ”دولت اقوام“ سے قبل شائع ہوئی ہے تاہم اس میں جس حد تک سے زر کے اصول کی تشریح کی گئی ہے اس میں اب بھی شکل سے کوئی اصلاح یا اضافہ کیا جاسکتا ہے اس سے اسی برس قبل بھی رائیس و گھن نے اپنی عمدہ کتاب (Treatise on Money) میں ایک مختصر مگر جامع تذکرہ ان خواص ضروریہ کا کیا تھا اس سے بھی پیشتر عہد ایلینمیتھ کے دلچسپ مکالمہ موسوم بہ ”انگریزی پالسنی کا ایک مختصر خاکہ“ (مطبعہ ۱۸۷۷ء) کا مصنف ولیم اسٹافورڈ بھی اس مضمون کی نکات سے کما حقہ آگاہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر ان سب میں غالباً شیویلین ہی نے مادہ زر کی صفات ضروریہ کا نہایت صحیح جامع اور مکمل تذکرہ کیا ہے لہذا ہم بھی زیادہ تر اسی کا اتباع کریں گے۔

ایک عام نقص جو اس قسم کے مضامین کی ترتیب میں بالعموم پایا جاتا ہے وہ

اس امر کی فروگزاشت ہے کہ ہر خدمت کے لحاظ سے زمین خاص وصف کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر غرض کے لئے کسی خاص مادہ کا انتخاب ایک دشوار اور پیچیدہ مسئلہ ہے اس لئے کہ وقت واحد میں متعدد اعمال زر کی باہمی اہمیت اور ہر عمل میں زر کے استعمال کے درجہ کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ کسی مادہ کی طبی خصوصیت زر کے ہر عمل کے لحاظ سے کتنی اہمیت رکھتی ہے۔ صنعت و حرفت کے ابتدائی مدارج میں تو زر کی ضرورت زیادہ تر بچنے اور خریدنے والوں کے مابین داد و ستد کے لئے ہوتی ہے اور اس صورت میں صرف یہی دیکھ لینا کافی ہو گا کہ وہ نقل پذیر (Portable) ہے یا نہیں مختلف حسامت کے ٹکڑے ہو سکتے ہیں یا نہیں تاکہ رقم کی جو مقدار چاہیں بنالے سکیں شکل اور منقوشات سے بھی تمیز ہو جائے۔ لیکن لین دین بہ تدبیج بارٹر ہی کی تکمیل یافتہ شکل اختیار کرتا جاتا ہے اور جیسا کہ زمانہ آئندہ میں ہونے والا ہے زر سے اگر محض معیار اور پیمانہ قدر ہی کا کام لیا جائے تو ان اوصاف کی بھی چنداں اہمیت باقی نہ رہے گی اور وہ نظر انداز کر دئے جاسکیں گے اور قدر کا استقلال اور شاید نقل پذیر ہی اس کی خصوصیات لازمی رہ جائیں گے قبل اس کے کہ ان پیچیدہ مسائل کی توضیح کی کوشش کی جائے ان تمام اوصاف کا تھوڑا تھوڑا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ بلحاظ اہمیت ان کا سلسلہ اس طرح قائم ہو گا۔

(۱) افادہ اور قدر (۲) نقل پذیریری (۳) غیر فناپذیری (Indestructibility)

(۴) یک جنسیت (Homogeneity) (۵) تقسیم پذیریری (Dividibility)

(۶) استقلال قدر (۷) شناخت پذیریری (Cognizability)۔

(۱) افادہ اور قدر چونکہ زرخیز قدر اور قیمتی اشیاء کے تبادلہ کے لئے وضع ہوا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ زمین بھی قدر موجود ہو اور قدر

کے لئے اس میں افادہ کا ہونا لازمی ہے۔ اچھی طرح رائج ہو جانے کے بعد زر صرف اس لئے قبول کر لیا جاتا ہے کہ اس کو پھر منتقل کر سکیں اس لئے اگر عوام الناس کو چیزوں کے ناکارہ ٹکڑے ایک مقررہ شرح قیمت سے قبول کرانے کے لئے آمادہ کر لیا جائے تو بظاہر یہ معلوم ہو گا کہ فی الاصل زر میں مادی قدر کا ہونا چنداں

لازمی بات نہیں ہے اور زر کی سرگزشت میں ایسا ہوتا بھی رہا ہے۔ چنانچہ
 سپیان جن میں ظاہر کوئی قدر نہیں ہے چمڑے کے ٹکڑے اور کاغذ کے پرزے
 بیش قدر اشیاء کے عوض وقتاً فوقتاً قبول کئے گئے ہیں مگر بہت سی صورتوں میں
 اس عجیب معمرہ کا حل بھی آسانی سے مل جاتا ہے۔ اگر تمام اقسام زر کی سرگزشت
 سے ہم اچھی طرح واقف ہو جائیں تو باقی صورتوں کی بھی تشریح و توضیح ہو سکے گی
 اصل چیز تو یہ ہے کہ لوگ مختلف چیزوں کے عوض مستقل تناسب کے ساتھ
 زر قبول کرنے اور پھر منتقل کرنے پر آمادہ ہو جائیں مگر یوں سب کو آمادہ کر لینا بھی
 کارے دارو۔ اولیٰ اول لوگوں کو ایسا زر قبول کرنے پر آمادہ کرنے کے واسطے
 کوئی نہ کوئی معقول وجہ بھی ہونی چاہئے۔ گو عادت کے اثر اجماع عام اور قانون
 کی مدد سے ایک بار رائج ہو جانے کے بعد زر کا رواج بہتر رہ کر رکھا جاسکتا ہے
 لیکن یہ بہت مشتبہ ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی اور طاقتور حکومت بھی عوام الناس
 کو ایک ایسی بیکار شے کے بطور زر قبول کرنے پر آمادہ کر سکے جسے وہ کسی اور
 وجہ سے لینے پر تیار نہ ہوں۔ سو سائٹی کے ابتدائی مدارج میں تو یقیناً زر کا
 استعمال قانون کے زور سے نہیں ہوتا تھا پس معلوم ہوا کہ اس میں بطور مستقل
 ہونے سے پہلے کسی نہ کسی قسم کا افادہ ہی شرط اولیں رہی ہوگی۔ چنانچہ میک کے
 منکے با دام پیمنٹ کی ان منکوں کے بارجن کو سیا جان قدیم نے شمالی امریکہ میں زر
 کی حیثیت سے دائر دیکھا ہے بطور زیور استعمال ہو چکے تھے۔ کوڑیوں کی بھی جو شرق
 میں بطور زر کسری بڑی کثرت سے دائر ہیں مغربی ساحل افریقہ میں زیور کے لئے
 بڑی قدر ہے اس لئے غالباً مشرق میں زیورات کے لئے ان کا پہلے بڑا رواج رہا ہوگا۔
 بیل۔ غلہ۔ چرم۔ تباگو۔ نمک۔ کسکاؤ کی چلیاں وغیرہ میں بھی ذبح کا چو تھے باب
 میں کہیں نہ کہیں بطور زر استعمال ہونے کا ہم نے ذکر کیا ہے ذاتی قدر اور افادہ
 ضرور موجود تھا۔ بظاہر اس کلیہ کے کچھ مستثنیات بھی نظر آئیں گی لیکن مزید تحقیق
 کے بعد ضرور ان کی معقول توجیہ ہو سکتیگی۔ فی الجملہ اشارج کے اس قول سے
 ہمارا بالکل اتفاق کر لینا چاہئیں ہے کہ تا وقتیکہ کسی شے میں بالراست قدر
 موجود نہ ہو وہ بطور زر استعمال نہیں ہو سکتی گو بلحاظ دوسری خصوصیات کے وہ اس

کام کے لئے کتنی ہی موزوں کیوں نہ ہو۔ کوئی چیز جب کثرت سے زر کی طرح استعمال ہونے لگ جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا افادہ جیسی ان خدشتوں کا تابع ہوجاتا ہے جن سے لوگ اس طرح مستفیع ہونے لگتے ہیں مثلاً برتن، زیور، ٹھکڑیاں اور ورق بنانے کی یہ نسبت سونے کی اہمیت بطور مادہ زر بہت بڑھی ہوئی ہے۔ مگر کسی شے کا استعمال جس سے پہلے بہت سے کام لئے جاتے ہوں بالآخر حیثیت زر محدود ہو جاسکتا ہے تاہم یا تو زر یعنی (Currency) کی طلب کی وجہ سے یہ عادات کے اثر سے اس کی سابقہ قدر پر قرار پاتی ہے چنانچہ ہندوستان کے سواحل پر جو کوڑیوں کا رواج ہے اس کی ایک بہت اچھی مثال ہے۔ عادت کی اہمیت خواہ ذاتی ہو یا موردنی علم زر میں کم از کم اتنی ہی موثر ہے جتنی بقول ہربرٹ اسپنسر اخلاقیات اور عملی مسائل میں بالعموم ہوا کرتی ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ سونے اور چاندی کی جو آج کل اتنی قدر ہے وہ محض اس لئے ہے کہ عام طور پر ان کا زر کی حیثیت سے استعمال ہوتا ہے۔ ان میں تو ایسی بے مثل اور مفید صفیتیں ہیں کہ اگر یہ دھاتیں کافی مقدار میں دستیاب ہوں تو خانگی ظروف، زیورات، اور اسباب آرائش کی ساخت میں وہ تمام دھاتوں کی جگہ لے لیں۔ اور سیکڑوں چیزیں جو پیتل، کانسہ، رانگ، جرمن سلور یا دوسری ادنی دھاتوں کے مرکبات سے بنائی جاتی ہیں سونے اور چاندی سے بنائی جانے لگیں گی ذریعہ مبادلہ (Medium of Exchange) اور ذخیرہ قدر (Store of value) کے فرائض عمدگی سے انجام دینے کے لئے اور نیز باعتبار سہولت حل و نقل زر کے لئے ضرور ہے کہ وہ ایسی شے کا بنا ہوا ہو جس کی تمام اقطاع عالم میں قدر و منزلت کی جاتی ہو اور بشرط امکان ایسی چیز ہو جس کی تمام قومیں یکساں توقیر کرتی ہوں۔ چنانچہ اس میں کسی کو کلام نہیں ہے کہ خوش قسمتی سے سونا اور چاندی جن جن قوموں کو دستیاب ہوا انھوں نے ان دھاتوں کی یکساں قدر اور توقیر کی ہے اور غالباً آج کل کی طرح زمانہ قدیم میں بھی ان دھاتوں کا خوشمارنگ اور چمک دمک ہی لوگوں کی توجہ اور ان کی قدر و منزلت کا باعث ہوی ہوگی۔

(۲) نقل پذیری

مادہ زر کا صرف ذی قدر ہونا ہی کافی نہیں ہے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا وزن اور جسامت بھی بہ لحاظ قدر موزوں ہوئے تو اتنی بھاری اور جیم ہو کہ ڈھونڈا دشوار ہو جائے نہ اتنی مختصر اور باریک کہ ٹٹولنے کی نوبت آئے۔ یونان میں ایک روایت مشہور تھی کہ لائی گرس نے لیسڈمیون کے لوگوں کو آہنی زر کا استعمال کرنے کے لئے اس نیت سے مجبور کیا تھا کہ اس زر کی گراں باری ان کی روز افزوں تجارت میں روٹا اٹھائے۔ اس زمانے میں بھی آہنی زر نقد ادائیگوں کے لئے کسی طرح موزوں نہیں ہے۔ کیونکہ ایک پنس کا وزن آدہ سیر سے بڑھ کر ہو گا اور جو کام پانچ پونڈ کی نوٹ سے نکل سکتا ہے اس کے لئے ایک ٹن لوہا دینے کی ضرورت پڑیگی چنانچہ گذشتہ صدی میں جب کہ سویڈن میں تانبہ خاص ذریعہ تبادلہ تھا تاجروں کو مسی ڈالروں کی نقد رقم لانے کے لئے چھکڑے ساتھ لے جانا پڑتے تھے۔ اس سے پہلے زمانوں میں بھی اکثر اشیاء زر نقل پذیری کے وصف سے بالکل عاری رہی ہوں گی۔ میل بکریاں تو خیر اپنے پاؤں آپ منتقل ہو جاتے مگر غلہ چرم میل اور کھجور بادام میں تو یہ بات نہیں بعض دوسری صنات کے لحاظ سے وہ ایک معقول مادہ زر ہوں لیکن جسامت اور وزن کی وجہ سے ان کو منتقل کرنے میں جو کچھ دشواری ہوتی ہوگی ظاہر ہے۔

زر کی نقل پذیری نہ صرف اس وجہ سے اہم ہے کہ بلا وقت چھوٹی چھوٹی رقمیں جیب میں لئے پھر سکتے ہیں بلکہ اس وجہ سے بھی کہ بڑی بڑی رقمیں ایک جگہ سے دوسری جگہ ہی نہیں بلکہ تھوڑے خرچے سے ایک بر اعظم سے دوسرے بر اعظم کو بھی منتقل کی جاسکتی ہیں جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ تمام اقطاع عالم میں زر کی قدر تقریباً یکساں ہو جاتی ہے۔ غلہ اور کوئلہ کی قسم کی چیزوں کی جو قدر کے تناسب سے زیادہ جیم اور وزن دار ہوتے ہیں اگر ایک جگہ قلت اور دوسری جگہ بہتات ہو جائے تو بار برداری کی مشکلات اور اخراجات کی علت طلب و رسد کا توازن قائم کرنے میں بڑے موانعات ہوں گے۔ اس کے برخلاف لندن سے پیرس تک سونے کے حمل و نقل کے مصارف بشمول فیس بیمہ ایک فیصدی کے اعتبار چار سے بھی نہیں ہوتے اور دنیا کے دور و دراز ملکوں کو منتقل کرنے کا خرچ بھی دو تین فیصدی سے

براہ کر نہیں ہوتا۔

چینرں حد سے زیادہ قیمتی بھی ہو سکتی ہیں اور بے حد ارزاں بھی اس لئے اگر کسی چیز کا بے دھڑک بحیثیت زر استعمال شروع ہو جائے تو روزمرہ کاروبار میں یا تو خوردین سے کام لینا ہو گا یا کیمیا کی ترازو سے مدد لینا پڑی گی۔ ہیرے قطع نظر دوسری خامیوں کے چھوٹی سمالتوں کے لئے ضرورت سے بہت بڑھ کر قیمتی ہوں گے برخلاف معمولی دھاتوں کے ان بیش قدر پتھروں کی قیمت باعتبار وزن چرگونہ گونست سے بڑھتی ہے۔ اس لئے ہیروں اور دھاتوں کا کوئی مقابلہ ہی نہیں مثلاً ایک کیرٹ کے ہیرے کو لیجے جس کی قیمت پندرہ پونڈ اور وزن چار گرین ہوتا ہے سونے سے بلحاظ وزن وہ ۶۶۰ گنا قیمتی ہو گا۔ ریڈیم اور اسیسم کی مانند بعض دھاتیں بھی نادر اور کیاب ہیں جو اپنی کثیر قیمت کی وجہ سے چلن کے لئے کسی طرح موزوں نہیں ہیں حتیٰ کہ سونا اور چاندی بھی تو چھوٹی چھوٹی رقموں کے لئے بہت بیش قیمت ثابت ہو چکے ہیں مثلاً چاندی کا پیش بنایا جائے تو اس کا وزن سوا سات گرین ہو گا اور سونے کے پیش کا وزن تو نصف گرین سے بھی کم ہو گا جو سکے کے لئے کسی طرح مناسب نہیں۔ چنانچہ کینیفورینا میں جو خوش نما ہشت پہلو ربع ڈالر کے سکے رائج ہیں ان سے چھوٹا کوئی سکہ ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ وزن ان کا چار گرین سے بھی کم ہے اور اس درجہ باریک و سبک ہوتے ہیں کہ بھونک دینے سے اڑ جاتے ہیں۔

(۳) غیر فنا پذیری | زر کو اگر تجارت میں ادھر سے ادھر منتقل ہوتے رہنا اور محفوظ رہنا اور نہ بگڑ سکے۔ نہ تو اکل کی طرح اڑ جانے والی چیز ہو اور نہ حیوانی اشیاء کی طرح شرابانوالی نہ تو لکڑی کی طرح گل جائے اور نہ لوہے کی مانند زنگ آلود ہو جائے۔ گوانڈے، سوکھی پھلی، مویشی، اور روغن کا بطور زر ضرور استعمال ہوا ہے مگر ان کی حالت یہ ہے کہ اگر آج زر کی طرح استعمال کیجئے تو کل کھا لینا پڑتا ہے۔ پس چونکہ ایسی اٹلاف پذیر اشیاء کا ذخیرہ جمع کر کے نہیں رکھا جاسکتا اس لئے ان کی قدر بھی بہت کچھ تغیر پذیر رہتی ہے البتہ غلہ کی بہت سی قسمیں اس نقص سے نسبتاً مبرا ہیں اگر ان کو پہلے اچھی طرح سکھا لیا جائے تو کئی سال تک ان میں خرابی نہیں پیدا ہونے پاتی۔

(۴) یک جنسیت

یہ ضروری بات ہے کہ جو چیز زر کے لئے استعمال کی جائے اس کا ہر نمونہ اور ہر حصہ بالکل یکساں ہو یعنی ہر جزو ایک ہی صفت سے متصف ہو تاکہ ہر قسویٰ وزن حصہ کی قیمت برابر رہے۔ اگر اکائیوں میں حساب کرنا ہو تو یہ بدیہی ہے کہ سب آپس میں یکساں اور برابر ہوں تاکہ ہمیشہ دو اور دو کی میزان چار ہو کرے۔ جو اہرات میں یہ حساب شاذ و نادر ہی ٹھیک جمتا ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ چار ہیروں کی دو ہیروں کی قدر کے ٹھیک و چند ہو اگر قیمت دھاتوں میں بھی معدن سے برآمد ہوتے وقت پوری یک جنسیت نہیں پائی جاتی بلکہ وہ آپس میں مختلف نسبتوں سے مخلوط و مزوج رہا کرتی ہیں مگر اس سے کوئی ایسی وقت نہیں ہوتی کیونکہ ایک ماہر پر کھنے والا باسانی یہ معلوم کر لے سکتا ہے کہ ہر ڈلے میں کس دھات کی کس قدر خالص مقدار موجود ہے۔ صاف کرنے اور سکوں میں ڈھالنے کے بعد تو ان میں ٹھیک طور پر ایک ہی درجہ کا کھرا پن (Fineness) پیدا ہو جاتا ہے اور ہر ٹکڑا دوسرے ہم وزن ٹکڑے سے قدر و قیمت میں بالکل برابر ہوتا ہے۔

(۵) تقسیم پذیری

صفت مذکورہ بالا سے تقسیم پذیری کو بھی بڑا لگاؤ ہے مشین کے سامنے تو یقیناً ہر شے تقسیم پذیر ہو جاتی ہے اور ایک نہیں بلکہ بے شمار تقسیم ہوتی چلی جاتی ہیں چنانچہ سخت ترین ہیروں کے بھی ٹکڑے کئے جاسکتے ہیں اور فولاد بھی سخت تر فولاد سے کٹ جاتا ہے، لیکن مادہ زر کا صرف تقسیم پذیر ہونا ہی کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ جملہ اجزاء کی مجموعی قدر وہی ہو جو پہلے کل کی تھی۔ اگر ایک کھال یا سمور کے ٹکڑے کر ڈالیں تو ظاہر ہے کہ ٹکڑوں کی قیمت سالم کے برابر کبھی نہ ہوگی البتہ اگر خاص وجہ سے ان ٹکڑوں کی قدر ہونے لگے تو اور بات ہے۔ لکڑی پتھر اور اس قسم کی دوسری چیزوں کا بھی یہی حال ہے جن کو ٹکڑے کرنے کے بعد پھر نہیں جوڑا جاسکتا۔ برخلاف اس کے دھاتوں کے ٹکڑوں کو جب چاہیں گلا کر ملائے سکتے ہیں اور بیش قیمت سے بیش قیمت دھات کے ٹکڑوں کو گلانے اور ملانے کے مصارف بہ شمول مالیت آلات فی اونس پاؤنی یا زیادہ سے زیادہ نصف اپنی سے بڑھ کر نہیں ہوتے جو بالکل ناقابل لحاظ ہیں۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ سونے یا چاندی کے کسی ٹکڑے کی قدر خالص دھات کے

وزن کے اعتبار سے ہوتی ہے تو بالکل سجا اور صحیح ہو گا۔

(۶) **استقلال قدر** زر میں یہ بات بھی ضرور ہونی چاہئے کہ اس کی قیمت میں بہت کم

نسبتیں بالاد وسطا غیر تغیر پذیر ہوں اگر زر کسی وقت محض پیمانہ قدر اور ذریعہ تبادلہ کے کام کا ہو تو اس وصف کی اہمیت نسبت بہت کم رہ جائے گی اور جیسے جیسے زر کی قدر میں تغیر ہوتا جائے اسی نسبت سے اگر قیمتوں میں بھی کمی بیشی ہوتی رہے تو ظاہر ہے کہ سو اس زر کے جو کسی کے پاس محفوظ یا خزانہ اور بنک میں جمع ہو کسی شخص کا کوئی نقصان نہ ہو گا مگر جیسا کہ ہم بتلا چکے ہیں زر کو لوگ عملاً لمبی مدتوں کے معاہدوں میں بھی میسر قدرت قرار دیا کرتے ہیں اور حالانکہ ادائیگوں کی قدر میں بہت کچھ کمی بیشی ہوتی رہتی ہے مگر قانون سے یا رواج کی بدولت ہمیشہ ایک اور زندہ دلی شرح سے لین دین جاری رہتا ہے اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ قدر زر کے تغیر سے سوسائٹی کا کچھ نہ کچھ نقصان ہوتا رہتا ہے۔

مگر یہ بحث بھی بظاہر مقول معلوم ہوتی ہے کہ اگر قرض خواہ کا کچھ نقصان ہو جائے تو مقروض کا اس قدر فائدہ ہے اور مقروض کا جتنا نقصان ہو قرض خواہ کا اسی قدر فائدہ ہو جاتا ہے اس لئے بحیثیت مجموعی سوسائٹی کا کوئی نقصان نہیں۔ لیکن درحقیقت یہ بات صحیح نہیں ہے کیوں کہ اگر اس بحث کی ایک ریاضی تحلیل کی جائے تو ظاہر ہو جائے گا کہ ایک سے کچھ رقم لیکر دوسرے کو دے دینے میں بالاد وسطا دینے والے کا نقصان بہ نسبت لینے والے کے فائدے سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ مثلاً ایک ایسے شخص کو جس کی آمدنی سو پونڈ سالانہ ہو دس پونڈ کے کھوجانے سے جو جو نقصان پہنچ گیا وہ اس منافع سے زیادہ ہو گا جو اس کو دس پونڈ اور ملنے سے حاصل ہوتا اس لئے کہ جس وقت وہ نو پونڈ کا مالک ہوتا ہے زر کی قدر اس کی نظروں میں بہ نسبت اس وقت کے زیادہ ہوتی ہے جب کہ اس کے پاس ایک سو دس پونڈ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی اصول پر جو ا۔ قمار بازی۔ اور سٹ کے جیسے تخمینہ معاملات اور انتقال جائیداد کے دیگر اتفاقی طریقے سوسائٹی کے حق میں مفسر اور موجب نقصان رسانی تصور کئے گئے ہیں۔ تجارت و صنعت کی ترقی اور اصل سرمائے کی فراہمی تخمینہ

اور اس خوشی پر مبنی ہوتی ہیں جو معاملتوں کی کامیابی سے حاصل ہوں مگر زر کی قدر کا ہر تغیر اس توقع کو کلیاں میٹ کر دیتا ہے اور جدوجہد کی خواہش کو کمزور اور شرمزدہ کر ڈالتا ہے۔

(د) شناخت پذیری سے ہمارا مفہوم کسی چیز کا دوسری تمام اشیاء سے ہمیز ہونا اور سہولت سے پہچانے جانے کے قابل

ہونا ہے۔ چونکہ بہ حیثیت ذریعہ تبادلہ زر کو ہمیشہ ادھر سے ادھر دورہ کرنا پڑتا ہے اس لئے لوگوں کو زر لیتے وقت اگر ہر بار جانچ پڑتال اور وزن و تشخیص کرنے کی ضرورت پڑے تو بڑی دشواری کا سامنا ہوگا اور اگر اس کو جانچنے اور پرکھنے کیلئے کسی خاص قابلیت یا ہمارت کی ضرورت ہے تو بیچارے وہ غریب جو اس سے نا بلد ہوں مفت گھائے میں رہیں گے۔ اسی واسطے ذریعہ تبادلہ میں چند مخصوص علامتیں ہونی چاہئیں جن سے اس کی آسانی جانچ ہو سکے اور دھوکے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ گوجا ہرات دوسری صفوں کے لحاظ سے بوجہ حسن زر کے لئے سوزوں ہوں مگر اس نقص کی وجہ سے استعمال نہیں کئے جاسکتے کیوں کہ اصلی اور نقلی پیروں کی جانچ اور تشخیص کے لئے ہمیشہ ایک ماہر جوہری کی ضرورت رہا کرے گی۔

شناخت پذیری کے ذیل میں ایک اور صفت بھی آجاتی ہے جس کو نقش پذیری (Impressibility) کہتے ہیں یعنی مادہ زر ایسا ہو جس پر آسانی بہر نقش یا ٹھپہ ڈال سکیں تاکہ وہ مقررہ قیمت کا چالو زر (Current) بن جائے۔ یا بالفاظ دیگر ایسی چیز ہونی چاہئے جس کی تسلیک ہو سکے ہر ملک یا قانون اور قاعدہ کے بموجب سلطنت کی مہر سے منقوش ہو کر ایک عمدہ اور قانونی زر تسلیم کیا جائے اور ہر ایسے منقوش سکے کا وزن جسامت اور قدر برابر رہے۔ ایک اچھا سنگہ بنانے میں جو جو مدارج طے کرنے پڑتے ہیں ان کا ہم آئندہ کسی موقع پر تفصیل کے ساتھ ذکر کریں گے۔



پچھٹا باب

فلزات (METALS) حثیت زر

تفصیل سے بتلانے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ چھ تھہ با سہ میں جن متلہ اشیا کا ذکر کیا گیا ہے گوان میں کم و بیش وہ نشتیں پائی جاتی ہیں جو زر کے مادہ میں ہونی چاہئیں مگر ذرہ برابر بھی وہ دھاتوں کی برابری نہیں کر سکتیں معلوم ہوتا ہے کہ بعض دھاتوں کو تو قدرت نے خاص اسی غرض سے پیدا کیا ہے بالخصوص جبکہ وہ ذریعہ تبادلہ یا ذخیرہ قدر کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے جو ہم تمام تاریخی زبانوں میں سونے، چاندی، تانبے، تین، سیسے، اور لوہے کو کم و بیش کثرت سے بطور زر رائج پاتے ہیں۔ اور ایسے استعمال سے چاندی اور تانبے کا لگاؤ زر کے ساتھ لوگوں کے ذہن میں کچھ ایسا راسخ ہو گیا ہے کہ یہ دھاتیں ہی زر کے نام سے موسوم ہو گئی ہیں۔ چنانچہ یونانی زبان میں (apuypos) کے معنی چاندی کے بھی ہوئے ہیں اور نقری سکے کے بھی اور زر تو اس لفظ کے عام معنی ہیں لاطینی میں آئز (aes) تانبا پتیل، رانگ کو بھی کہتے ہیں اور عام طور پر زریا بھرت کو بھی۔ اسی طرح فریسی میں ارجانت (Argent) چاندی بھی ہے اور زر بھی معنوں کا یہی گہر تعلق انگریزی کے ملادہ اور دوسری زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے اور حالانکہ آج کل چارے (انگریزی) میں رانگ کے بجائے ہنس مگر ان کو اب تک گاپرس یعنی تانبے کے ٹکڑے ہی کہا کرتے ہیں۔

بجز لوہے کے اور دوسری خاص دھاتیں کچھ عجیب طور سے غیر فنا پذیر واقع ہوئی ہیں کہ ادھر سے ادھر منتقل کرنے یا رکھ چھوڑنے سے ان میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ ہر ایک قسم کی دھات میں تقریباً ایک جنسیت بھی پائی جاتی ہے اور روٹکڑوں میں بجز وزن کے کچھ اور فرق نہیں ہو کرتا البتہ سونے اور چاندی کے ٹکڑوں میں خالص اور غیر خالص مقدار کی وجہ سے کچھ تفاوت ہو جاتا ہے۔ جس کے معلوم کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ علاوہ ازیں دھاتیں بدرجہ کمال تقسیم پذیر بھی واقع ہوئی ہیں خواہ ان کو توڑ کر ٹکڑے کئے جائیں یا گچھلا کر تقسیم کیا جائے کوئی دشواری نہیں پھر یہ ٹکڑے بلا کسی اتلاف یا خرچے کے پگھلا کر جوڑ بھی دیئے جاسکتے ہیں۔ مزید برآں بہت سی دھاتوں میں نقش پذیری اور شناخت پذیری بھی بدرجہ اتم موجود رہتی ہے ہر دھات کا ایک مخصوص رنگ، کثافت اور نشانی ہوا کرتی ہے جس سے معمولی تجربہ کار آدمی بھی ایک دھات کو دوسری دھات سے آسانی میں میز کر سکتا ہے متورق Malleable اتنی ہوتی ہیں کہ ان کو توڑ مروڑ کر جس شکل میں چاہیں بہ آسانی گھڑ لے سکتے ہیں اور ٹھپہ سے ان پر مستقل نقش بھی جم جاتا ہے۔ الغرض سوائے ان جنینی سے بنے ہوئے سیکوں کے جن کا سیام میں رواج تھا ہم کو سوائے فلزات کے کسی اور شے سے سکہ بنائے جانے کا علم نہیں ہے۔

البتہ ثبات قدر کے لحاظ سے اناج کی طرح دوسری بہت سی چیزوں کی بہ نسبت دھاتیں کچھ ایسی نشانی بخش نہیں ہوتیں۔ غیر متدن قویں جس طرح آج کل دھاتوں کی وقعت و توقیر کرتی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں بھی دھاتوں کا بڑی بیش قدر چیزوں میں شمار رہا ہو گا مگر ان کی قدر بہت کچھ گھٹ گئی ہے اور صنعت و حرفت کی ترقی اور نئے نئے کیمیاوی طریق اخذیت کے اختراع کی وجہ سے ان کی قدر دن بدن گھٹتی ہی جا رہی ہے اب تو ان کی قدر کے سلسلے میں بھی تغیر و تبدل ہونے لگا چنانچہ تانبا جو بقول مسٹر کلیڈ سٹون عہد ہومر میں سب سے عام اور ایک مفید دھات تھی قدر کے اعتبار سے لوہے سے کم تھا مگر اب اس کی قدر بڑھ گئی ہے اس زمانے میں سیسے سے بہت کم لوگ واقف تھے

اور قدر بھی اتنی نہ تھی مگر سونے تانبے اور تین کا نمبر لحاظ سلسلہ قدر وہی تھا جو بالکل ہے۔

لوہا

اب ان متعدد دھاتوں میں سے ہر ایک پر تھوڑی دیر غور کیا جائے گا۔ قدیم زمانے میں لوہے کا بہ طور زر کثرت سے رائج ہونا اوسط۔ پائلس اور دیگر مصنفین کی تجربات سے ثابت ہے آہنی زر کا گو اب کوئی نمونہ موجود نہیں ہے مگر اس کی وجہ باسانی معلوم ہو سکتی ہے اس دھات کو بہت جلد رنگ کھا جاتا ہے اور نمونہ دستیاب نہ ہو سکے گی وجہ سے یہ نہیں بتلایا جاسکتا کہ اس زر کی جسامت کتنی اور شکل کس قسم کی تھی۔ غالباً ان چھوٹے چھوٹے ڈلوں کی طرح جو وسط افریقہ کے باشندوں میں اب بھی تجارت میں متعل ہیں یہ زر بھی ڈلوں سیخوں یا سلاخوں پر متعل ہوگا جاپان میں تو آہنی زر اب تک چھوٹی رقموں کے کام آتا رہا ہے مگر اس کی تسلیک بالکل بند کر دی گئی ہے ارزانی کے قطع نظر رنگ کی وجہ سے اس دھات کے منقوشات بہت جلد غائب اور مفقود ہو جاتے ہیں اور میلے کچیلے ہو جانے کے علاوہ تقلیب سکھ اور جعل سازی بہت آسان ہے ہلی لٹے جھل متمدہ ممالک میں خالص آہنی سکوں کا استعمال بالکل خارج از بحث ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ لوہے کو کسی اور دھات سے مرکب کر کے پس بنانے کے کام میں لایا جائے۔

سیسا

جیسا کہ یونانی اور لاطینی شعرا کے کلام میں کہیں کہیں ذکر ہے سیسے کا بھی زمانہ قدیم میں بطور زر عام رواج تھا۔ اب تک بھی یعنی ۱۹۳۵ء تک سٹامبوٹ میں سیسے کی گولیاں خروہ (change) ورینہ گاری کے کام آتی تھیں اور ہر گولی پس کے برابر ہو کرتی تھی چھوٹی چھوٹی ادائیگوں کے لئے ملک برما میں بھی ان کا رواج ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ زیادہ نرمی کی وجہ سے خاص دھات کے سکے نہیں بنائے جاسکتے مگر سیسہ پتل کے مرکب کا ایک خاص جنوہ نہایت کثرت سے مسکوک ہوتا رہا ہے۔

تین بھی اس غرض کے لئے مختلف زمانوں میں متعل ہو چکا ہے

سب سے ابتدائی سکہ جس کا کچھ بھی تحقیق سے حال معلوم ہو سکا سائراکیوز کے ڈائونسیئر کا جاری کیا ہوا تھا چونکہ زمانہ قدیم میں ٹین کا زوال ہی میں دستیاب ہوتا تھا اس لئے کوئی شبہ نہیں ہے کہ سب سے ابتدائی برطانوی سکے ٹین کے بنائے گئے ہوں گے۔ چنانچہ شہنشاہان روم کے بنائے ہوئے قسم قسم کے ٹین کے سکے اکثر عجائب خانوں کی الماریوں میں رکھے ہوئے نظر آتے ہیں بھگتان کے بادشاہوں نے بھی کئی بار اس کے سکے ڈھالے ہیں چنانچہ ۱۶۸۸ء میں چارلس دوم نے ٹین ہی کے پیس جاری کئے تھے اور جبل سازی کے سدباب کے لئے اس کے بیج میں تانبے کا ایک نگینہ چڑوا دیا تھا۔ ولیم اور میری کے عہد میں بھی ۱۶۹۱ء میں ٹین کے نصف پیس اور فارڈنگ بنوائے گئے کسی زمانے میں باشندگان جاوا میکسکو اور دوسرے ملکوں میں ایسے سکوں کا رواج رہا ہے اب بھی انہائے لاکھ کے نواح میں ان کا چلن جاری ہے اور صرف وزن سے اندازہ کر لیا جاتا ہے۔ پیس بنانے کے لئے یہ وصاحت بہت سی باتوں کے لحاظ سے اچھی ہے سفید نفیس رنگ کے قطع نظر رنگ کا بھی تو اس پر بالکل اثر نہیں ہوتا اور تانبے سے کچھ پیش قدری ہے مگر افسوس ہے کہ اس کی نرمی اور خمیدگی و شکستگی کا میلان اس کے بطور زر مستعمل ہونے میں کچھ ایسے موانعات ہیں جن کا ارتقاع اپنے بس کی بات نہیں ہے۔

تانا

یہ دھات باعتبار تسلیک کئی پہلوؤں سے بہت موزوں ہے خشک ہوا میں پڑے رہنے سے اس میں کوئی خرابی نہیں پیدا ہوتی۔ اس کا ایک خاص نفیس لال رنگ ہوتا ہے اور یہ بچے سے بہت اچھا نقش بھی قبول کر لیتی ہے جو بہ نسبت دوسری تمام دھاتوں کے زیادہ دیر پا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ کبھی تنہا اور کبھی طلائی یا ترقی زر کے تحت اس کا مسلسل استعمال ہوتا رہا ہے۔ یہودیوں کے قدیم سکے تانبے ہی کے ہوا کرتے تھے اور ۶۶۹ ق۔م تک جب کہ پہلے پہل رومنہ الکبیری میں چاندی کی تسلیک ہوئی ہے اُن کا زر فلزی ایک قسم کے غیر خالص تانبے کا ہوا کرتا تھا جس کو آئرن کے نام سے موسوم کرتے تھے زمانہ مابعد میں بھی تانا نہ صرف زر کسری کے لئے مستعمل ہوا ہے بلکہ سو سال پہلے تک سویدن اور

روس کا زر کم و بیش اسی دھات کا بنایا جاتا تھا مگر اب اس کی کم قدری ہی اس کے استعمال میں بڑی رکاوٹ ہے۔ چنانچہ ایک نمپس میں اگر بلحاظ قیمت دھات شریک کی جائے تو ۷۰ گرین یعنی تقریباً دو اونس تا نابصرف ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کی قیمت بھی کچھ زیادہ تغیر پذیر ہے اس لئے توقع نہیں ہے کہ تانبہ آئندہ کبھی خالص حالت میں زر کے لئے استعمال کیا جاسکے گا پس بنانے کے لئے تو کانسہ ہی بھید موزوں اور بہترین دھات ثابت ہو چکا ہے۔

چاندی

اس سے کسی کو انکار نہ ہو گا کہ چاندی اپنی بے مثل اور نفیس جھلک و مک کی وجہ سے تمام دھاتوں میں ممتاز ہے گو بعض فلزاتی مرکبات بھی انیسکولم یا برطانیوی دھات کی طرح تقریباً اسی قدر چمکدار بنائے جاتے ہیں مگر وہ یا تو اس قدر نازک ہوتے ہیں کہ جلد ٹوٹ پھوٹ جایا کرتے ہیں یا ایسے نرم کہ ان میں وہ فلزاتی چھن چھنا ہرٹ نہیں ہوتی جو چاندی کے لئے مخصوص ہے۔ چاندی کو اگر عرصہ تک گھلی جگہ میں رکھ دیا جائے تو اس کا رنگ کسی قدر مدھم پڑ جاتا ہے اور سطح پر سلور سلفائیڈ کی ایک باریک تہ جم جاتی ہے لیکن اس سے چاندی کے بطور زر مستعمل ہونے پر کوئی مضر اثر نہیں پڑتا کیونکہ یہ تہ بالکل موموم سی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس نقلی اور اصلی دھات کے شناخت کرنے میں یہ سیاہی مائل دھبہ بڑی مدد دیتا ہے۔ چاندی کو اگر اعتدال سے مرکب کیا جائے تو اس میں خاصی سختی پیدا ہو جاتی ہے اور جلد ٹوٹ پھوٹ یا گھس جانے کا احتمال نہیں رہتا الغرض سونے کو چھوڑ کر کوئی اور دھات نرمی اور نقش پذیر ی میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

سکہ یا چاندی کی بنی ہوئی چیزیں مندرجہ ذیل علامتوں سے پہچانی جاتی ہیں۔
۱۔ رگڑنے یا کھرچنے سے اس میں ایک عمدہ سفید جھلک نمایاں ہوتی ہے۔
۲۔ دیر تک خشک ہوا میں رکھی رہے تو اس کی سطح پر ایک پتلی سی سیاہی مائل جھلی یا تہ جم جاتی ہے۔

۳۔ اس میں ایک مستدل اوسط درجہ کی کثافت اضافی پائی جاتی ہے۔
۴۔ زمین پر ٹپکنے سے ایک مخصوص فلزاتی کھن کھن سنائی دیتی ہے۔

۵۔ اس میں اچھی خاصی سختی ہوتی ہے۔

۶۔ تیز نائٹک ایسڈ (ترشہ) میں چاندی حل ہو جاتی ہے اور اس سیال چاندی کو اگر روشنی دکھائی جائے تو بالکل سیاہ ہو جاتی ہے۔

اب یہ بتلانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ آغاز فن تسکیک سے لیکر آج کے دن تک ہر زمانے میں چاندی سکھ بنانے کے لئے مستقل ہوتی ہے۔ سونے اور تانبے کی قدر سے جو اس کی قدر کو نسبت حاصل ہے اس کی وجہ سے نظام زر میں سونے اور تانبے کے بین بین درمیان جگہ لینے کے لئے چاندی بیداروں ہے۔ قدر بھی اس کی پچاس پچاس کیا سو سو سال تک کم و بیش مستقل رہا کرتی ہے کیونکہ زر کے علاوہ اس دھات کا ایک بڑا ذخیرہ ظروف اور قسم قسم کے زیوروں گھڑیوں وغیرہ کی شکل میں ہمیشہ موجود رہا کرتا ہے یعنی اگر کچھ دنوں رسد میں کمی ہو جائے تو عام ذخیرہ پر کوئی قابل لحاظ اثر متاثر نہیں ہوتا مزید برآں اس کی کانیں دنیا کے تقریباً تمام حصوں میں پائی جاتی ہیں اور جہاں جہاں سیسار آمد ہوتا ہے وہاں ایک قلیل مگر مستقل مقدار چاندی کی بھی دستیاب ہوتی رہتی ہے بشرطیکہ پیش کی اختراع کے طریقے پر اس کو نکالنے کی کوشش کی جائے۔

سونہ

چاندی خوش نما ہے مگر سونا اس سے بھی بڑھ کر خوبصورت ہے فی الواقع اس میں چند مفید اور خاص اوصاف کچھ اس قسم سے مشترک پائے جاتے ہیں کہ تمام دنیا کی اشیاء معلومہ میں اس کی ٹھیک کوئی اور دھات نہیں گہرے زرد اور چمکدار رنگ کے ساتھ جس کو سنہری سے بہتر اور کوئی نام نہیں دے سکتے۔ اس میں ایک حیرت انگیز لوچیداری اور اتنی بڑی کثافت اضافی ہے کہ شاید ہی پلاٹینم جیسی چند نادر الوجود دھاتیں اس سے بڑھ سکتی ہوں کسی سکھ کو پرکھنا اور یہ دیکھنا مقصود ہو کہ وہ سونے کا بنا ہوا ہے یا نہیں تو ہم بالعموم ان تین باتوں کو جانچتے ہیں۔

۱۔ چمکدار زرد رنگ (۲) اعلیٰ کثافت اضافی (۳) زمین پر ٹپکنے سے غلڑائی گونجدار آواز جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سکھ کے اندر پلاٹینم یا سیسے کا جز تو نہیں ہے۔

اس پر بھی اگر کسی دھات کے سونا ہونے یا نہ ہونے میں شک ہو تو حل پذیری سے پتہ چل جائے گا۔ سونے میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ نہ تو گھستا پستائے اور نہ حل ہوتا ہے۔ کتنی ہی دیر کھلی ہوا میں رکھئے۔ ہوا خواہ خشک ہو یا تر یا گندہ اس پر نہ کوئی اثر ہوتا ہے اور نہ میل جھتی ہے۔ ماسوا اس کے یہ سادہ ترشوں میں حل بھی نہیں ہوتا۔ اگر کوئی ہمرنگ اور مصنوعی دھات اس میں ملی ہوئی ہو تو وہ طاقتور نائٹرک ترشہ سے علیحدہ ہو جائے گی اور سونے کا بال بھی بیکانہ ہوگا۔ یہاں تک کہ مرکب حالت میں اس کے ساتھ جوتا بنے یا چاندی کے اجزاء اس میں ملے ہوئے رہتے ہیں وہ بھی ترشوں کے اثر سے ایک حد تک محفوظ ہو جاتے ہیں۔ غرض سونا تسکیک کے لئے ہر لحاظ سے بدرجہ اتم موزوں ہے۔ خالص حالت میں یہ ٹین کی مانند نرم ہوتا ہے لیکن جہاں اس میں دسواں یا چارواں حصہ تانبے کا ملا دیا جائے اتنا سخت اور مضبوط ہو جاتا ہے کہ نہ باسانی گھٹ سکتا ہے اور نہ پس سکتا ہے۔ اس میں ایک خاص غلظتی کھن کھنا ہٹ بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور طرہ یہ ہے کہ بدرجہ کمال متورق ہے اور بہت عمدگی سے نقش قبول کر لیتا ہے اس کی امامت کا معیار اعلیٰ مگر اوسط درجہ کا ہوتا ہے بڑی سے بڑی بھٹی کی حرارت بھی اس کو مائید (Oxidise) نہیں کر سکتی اور نہ کسی نے اس کو بھانپ کی شکل میں اڑتے ہوئے دیکھا اسی وجہ سے پرانے سکوں اور ٹوٹے پھوٹے ٹکڑوں کو پگھلا کر پھر بلا کسی نقصان کے جوڑے سکتے ہیں جس کا خرچہ بالکل ناقابل لحاظ یعنی فی اونس نصف پنی یا بالفاظ دیگر ایک فیصدی کے میسویں حصے سے بڑھ کر نہیں ہوتا۔

پلاٹنم | یہ دھات منجملہ ان چند نادار الوجود فلزات کے ہے جو زمانہ حال میں دریافت ہوئی ہیں۔ ایک طرف تو اعلیٰ انکسہ امامت اور آکسین سے تقریباً بالکل بے تعلقی کی وجہ سے یہ سب سے زیادہ غیر فانی رہتی ہے دوسری طرف اس کا سفید رنگ اور نہایت اعلیٰ کثافت اضافی نہیں چینیوں میں جن سے اس کے تمیز کرنے میں کسی کو دھوکے کا اندیشہ نہیں اسی لئے چونکہ زر کے لئے وہ بہت موزوں معلوم ہوئی روپی سلطنت نے جس کے

یوراک پہاڑی میں یہ بکثرت دستیاب ہوتی ہے ۱۸۲۸ء میں پلانٹم کے سکے ڈھالنا شروع کئے۔ بارہ چھ، اور تین روکل کے سکے جاری ہوئے مگر استعمال کے بعد اس میں بہت جلد چند خامیاں نظر آئیں جبکہ دیک میں چونکہ سونے اور چاندی کی برابر ہی نہیں کر سکتی اس لئے زیورات کے لئے یہ ساز و نادر ہی کام آتی ہے۔ آلات کی مادی کے لئے البتہ اس کا تھوڑا بہت استعمال ہو جاتا ہے مگر چونکہ اس کا کوئی بڑا ذخیرہ اور شکلوں میں موجود نہیں رہا کرتا اور یہ جو عیسائی اصول بھی ہے اس لئے رسد کم ہے اور طلب کے ذرا سے تغیر سے اس کی قدر میں زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کی تسلیک کے مصارف بھی بہت کثیر ہوتے تھے پگھلانے کی دشواری اور گھٹیا سکوں کو واپس لیکر پھر مسکوک کرنا بڑی دقت اور کثیر مصارف کا موجب تھا مختصر یہ کہ پلانٹم تسلیک کے لئے بالکل ناموزوں ثابت ہوئی اور بیس سال کے بعد روس میں اس کی تسلیک قطعاً موقوف کر دی گئی اور متدائر کے واپس لے لئے گئے اخذیت اور استعمال کے طریقوں میں چونکہ اب بہت کچھ اصلاحیں ہو چکی ہیں اس لئے ۱۸۶۷ء کی پیرس کی بین الاقوامی کانفرنس میں روس کے ہائینیم، یوم، بیٹولی نے تجویز پیش کی تھی کہ کم از کم پانچ فرانک کے سکے کے لئے پلانٹم کام میں لائی جانی چاہئے لیکن میرے خیال میں کبھی اس تجویز پر عمل نہ ہو سکے گا۔

نیکل | ماہرین فلزات پہلے اس دھات کو زہر کی نگاہ سے دیکھتے تھے

مگر اب اس کو صنعت و حرفت ہی میں نہیں بلکہ علم و زین بھی ایک اہم درجہ حاصل ہو گیا ہے اور صرف دوسری دھاتوں کے ساتھ ترکیب دیکر اس کو استعمال کرتے ہیں۔ تسلیک کے لئے بالعموم یک ریج نیکل کے ساتھ تین حصے تا نہا شریک کیا کرتے ہیں۔ بلجیم کے چھوٹے سکے اور ممالک متحدہ امریکہ کے سینٹ اسی سے بنائے جاتے ہیں اور بظاہر اس میں سہولت بھی ہے۔ ۱۸۶۹ء میں جبیکا کی نوآبادی کے لئے انگلستان کی دار الضرب سے اسی مرکب کے پٹیاں اور نصف پٹیاں بقدر تین ہزار پونڈ ڈھال کر بھیجے گئے تھے۔ ٹاؤرل میسنی انگلستان کی دار الضرب سے اب تک جو بہترین سکے جاری ہوئے ہیں ان میں سے یہ بھی ایک نہایت خوبصورت مسکہ تھا اور چلن کے لئے بھی بعض خصوصیات کے

لحاظ سے بہت موزوں تھا مگر قباحت یہ تھی کہ کچھ وزندار اور جیمین بن گیا تھا۔ وقت صرف یہی نہ تھی بلکہ ۱۸۷۳ء میں جب اسی وار الضرب کے نائب ہتھم سے ان سکوں کی کچھ اور مقدار مہیا کرنے کی درخواست کی گئی تو اس نے یہ محسوس کر کے انکار کر دیا کہ نکل کی قیمت بہت چڑھ گئی ہے یعنی جس قیمت کا سکہ بنانا مقصود ہے اس سے دھات ہی کی قیمت زیادہ ہو گئی قیمت کے اس اضافے کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس کی کانیں بہت کم ہیں اور دوسرے جرمنی میں جس نے اپنے نئے نظام زر کے پانچ اور دس فلک کے سکوں کے واسطے اسی مرکب کو اختیار کیا تھا۔ اس کی بڑی مانگ تھی یہ سکہ جرمانی حکومت چلا رہی ہے شلنگ اور بنس سے ملے اور چھوٹے ہوتے ہیں اور جس غرض کے لئے وضع کئے گئے ہیں بدرجہ اتم موزوں ہیں تو فتح ہے کہ جرمن گورنمنٹ کے پاس بہت جلد بجائے ایک بدترین زر کے بہترین زر کسری قائم ہو جائے گا اور کچھ دنوں کے بعد جب کہ استعمانی ذخیرے اور سالانہ پیداوار میں اضافہ ہونے لگے گا تو نکل کی قیمت کی تعمیر پذیری سے جو آجکل وقت محسوس ہو رہی ہے چنداں قابل لحاظ نہ رہے گی۔

دوسری دھاتیں جن دھاتوں کے وجود سے کیمیا داں باخبر ہیں ہم نے ان میں سے صرف چند ہی کا ذکر کیا ہے اس لئے یہ سمجھنا بالکل نادرست اور بیجا ہو گا کہ زمانہ آئندہ میں بھی ہمیشہ انھی دھاتوں سے سکے بنائے جائیں گے جن کو زمانہ سابق و حال میں اس غرض کے لئے استعمال کیا گیا۔ ایک طرف تو یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ آئندہ سونے سے بھی زیادہ بیش قدر کسی دھات کو استعمال کیا جائیگا اب تک جن دھاتوں کا خاص ذریعہ تبادلہ کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے ان کا سلسلہ شمار یوں ہے۔ (۱) پہلے تانبا (۲) دوسرے چاندی اور (۳) تیسرے سونے کا نمبر آتا ہے۔ جو جو فلزات کی قدر زوال پذیر ہوتی گئی بیش قیمت دھاتوں نے کم قیمت دھاتوں کی جگہ لے لی۔ اب سونا جو چاندی سے زیادہ نقل پذیر ہے سرعت کے ساتھ چاندی کی جگہ لیتا جا رہا ہے۔ کیا عجب ہے جو اس سے بھی زیادہ بیش قدر کوئی دھات مثلاً گلیاب ریڈیم یا آتیم جن کی رسد پر ابھی قابو حاصل نہیں ہوا ہے یا وہ عجیب دھات جس کو پلاڈیم کہتے ہیں سونے کو علیحدہ کر کے اس کی جانچیں ہو جائیں۔

دوسری طرف الوٹیمیم اور مینگینز کی طرح بہت سی ایسی دھاتیں بھی موجود ہیں جو چاندی کی یہ نسبت زیادہ کفایت سے دستیاب ہوتی ہیں پس اس امر کی تحقیق بیجا نہ ہوگی کہ زرکسری کی دقتیں جو اب محسوس ہو رہی ہیں ان ارزاں دھاتوں کے استعمال سے کس حد تک رفع ہو جائیں گی ہم آگے چلکر بالتفصیل اس سے بحث کریں گے۔

فلزاتی مرکبات | بے شمار فلزاتی مرکبات کی کسی نہ کسی وقت تسلیک ہوتی رہی ہے اور یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ دھاتیں خالص حالت میں شاید وادری

استعمال کی گئی ہیں۔ ان سے ہمیشہ مرکب حالت میں تسلیک کا کام لیا گیا ہے۔ سونا اور چاندی بھی جیسا کہ بالعموم ہوتا ہے یا تو باہر دیگر مرکب ہوتے ہیں یا تانبے کے ساتھ ان کو ترکیب دیا جاتا ہے۔ خود تانبے کا بھی دوسری دھاتوں کی شرکت کے ساتھ استعمال ہوا ہے چنانچہ رومی سکے نیز خالص تانبے سے نہیں بنتا تھا بلکہ اس مرکب دھات سے بنایا جاتا تھا جس کو نیز کے نام سے موسوم کرتے تھے اور جو تانبے اور ٹین کے اشتراک سے تیار ہوتا تھا۔ یہ مرکب تقریباً رنگ کے مشابہ تھا جو آجکل انگلستان اور فرانس میں چھوٹے سکوں کے لئے استعمال کی جاتی ہے پتل کو بھی رومن شہنشاہوں نے کثرت کے ساتھ مسکوک کیا ہے۔

یہ امر واقعی ہے کہ بہت سی صورتوں میں ماہرین کو فلزات کے گھلاتے وقت ہی معلوم ہو گیا کہ ہر دھات کے ساتھ قدرتنا اُس کا ملو (Alloy) بھی شریک رہا کرتا ہے اور چونکہ اس کو علیحدہ کرنے پر قابو حاصل نہ ہوا اس لئے انھوں نے اس کا مرکب حالت ہی میں استعمال شروع کر دیا۔ اسی طرح ہم اس عجیب و غریب دھات کی بھی توضیح کر سکتے ہیں جس میں ساٹھ ستر حصہ تانبا، بیس پچیس حصے جسدت اور پانچ حصے گیارہ حصہ تک چاندی اور تھوڑی تھوڑی مقداریں سونے سیسے اور ٹین کی موجود رہا کرتی ہیں جس کو قدیم شاہان نارمبر لینڈ اپنے چھوٹے سکے موسوم بہ اسٹاکلوں کے لئے کام میں لاتے تھے۔

بادشاہوں اور سلطنتوں نے شکل کے زانوں میں اسی دھات کی کثرت سے تسلیک کی ہے جو سب سے زیادہ سہولت سے ہاتھ لگ گئی چنانچہ تیس دم کا

آئرش سکے بھوٹی ہوئی توپوں، ٹوٹے ہوئے گھنٹوں یا گلے ہوئے تانبے پیتل
 وکانسہ کے ٹکڑوں اور باورچی خانوں کے برتنوں غرض ہر ناکارہ دھات کے
 مجموعے سے جو اس بادشاہ کے ملازمین کے ہاتھ لگی، بنایا گیا تھا۔ اسی بادشاہ نے
 چاندی کے کروڑوں کی قیمت پر پیتل کے کروڑوں بنا کر چلانے کی کوشش بھی کی تھی۔



ساتواں باب

سکے

بدیہی بات ہے کہ اجرام کی موزونیت کے لحاظ سے دھاتوں کو دوسری تمام اشیاء پر فوقیت حاصل ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ دھاتوں میں بھی چند اس اعتبار سے بہت ممتاز ہیں۔ خاص کر سونے اور چاندی کے متعلق تو بقول ٹرگوٹ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ لحاظ حقیقت اشیاء یہ دھاتیں بلا لحاظ اجماع و قانون تمام دنیا میں زر عمومی بنی ہوئی ہیں۔ اگر فن تسلیک کی اختراع نہ بھی ہوئی ہوتی تو غالباً دنیا میں یہی بطور زر رائج ہی ہوتیں۔ مگر اب یہ دیکھنا چاہئے کہ ان کے مخصوص وزن کے ٹکڑوں کو سکے کی شکل میں ترتیب دینے سے ہم کیونکر ان کی بیش قدر خواص سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

دھاتوں کی اولیں حالت اجراء محض یہ تھی کہ ان کے ٹکڑوں اور اوزان کا تخمینہ اندازہ کر کے دوسری اشیاء کے عوض خرید و فروخت کر لی جاتی تھی بعض ابتدائی نمونہ جات زر دیسی تانبے کے بھدے نا تراشیدہ ڈلوں پر مشتمل ہیں جن کو اثر و سکن لوگ بطور زر استعمال کیا کرتے تھے چنانچہ آرٹھی جناسیو کے عجائب خانہ واقع لمبنہ میں ایک اثر و سکن کا استخوانی ڈھانچہ رکھا ہوا نظر آتا ہے جو زمین میں نصف مدفون ہے اس کے استخوانی ہاتھ کی گرفت میں اب تک تانبے کا ایک کھڑا ٹکڑا موجود ہے جو ان کے عقائد کے موافق چار ان دیوتا کے مطالبے کی پابجائی کے لئے

رکھ دیا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں پلاٹنی بھی بیان کرتا ہے کہ سرورس ٹلیس کے عہد کے قبل تک ناتراشیدہ تانبے کے ٹکڑے رائج تھے۔ اغلب ہے کہ اس کے بعد تانبے پتل اور لوہے کا چھوٹی سیخوں یا سلاخوں کی شکل میں استعمال شروع ہوا۔ چنانچہ یونانیوں کی اکائی قدر ”ڈرکما“ کا ماخذ یہی امر ہے کہ ایسی چھ سلاخیں جن کو ”اوبولس“ بولتے تھے ایک مٹھی میں پکڑی جاسکتی تھیں۔ غرض یہ سمجھا جاتا ہے کہ سب سے پہلا نظام زر اسی قسم کا تھا جس کا رواج صرف ٹکڑوں کی تعداد اور شمار سے ہوا کرتا تھا۔

دریا بردہ قطعات اراضی سے سونا و ذرات یا بورے کی شکل میں آسانی سے دستیاب ہوتا ہے اس لئے اولین زر کی پہلی شکل یہی ہے۔ سونے کے بورے کو قدیم باشندگان پیر و حفاظت کے خیال سے بُر و کی ملیوں میں بھر دیا کرتے تھے اور اس طرح زیادہ سہولت کے ساتھ اس کا لین دین ہوتا تھا۔ کلیفورنیا۔ اسٹریلیا اور نیوزیلینڈ کے سونے کی معدنوں پر تواج تک بھی بورے کو دوسری اشیاء کے معاوضے میں تول تول کر بیچا کرتے ہیں۔ سونے چاندی کی گداخت اور ہتھوڑے سے ٹھوک پیٹ کر مختلف شکلوں میں گھڑ لینے کا فن بہت پہلے ایجاد ہو چکا تھا۔ آجکل بھی غریب ہندوستانی جس کے پاس کچھ روپیہ پس انداز ہو جاتا ہے سناڑوں کے ہاتھ سے روپیوں کو گلا کر ٹھوک پیٹ کر پسنلی کرٹے وغیرہ بنوا لیتے ہیں جو ذخیرہ دولت اور نیز پہننے کے لئے زیور کا کام دیتے ہیں۔

اسی طرح قدیم کاغذ اور کھٹ تو میں سونے کے موٹے موٹے تار بنا لیا کرتی تھیں جن کے پچھار چھلے بنا کر تا و قنیک تجارت میں اس کی ضرورت نہ پڑے لوگ انگلیوں میں پہنے رہا کرتے تھے۔ اس میں کچھ شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس چھلے وار زر میں جس کے منہ نے یورپ اور ایشیا کے مختلف قطعات میں کثرت سے دستیاب ہوئے ہیں سب سے پہلی تسلیک کی تخمینہ شائبہ تھی بعض صورتوں میں تو یہ چھلے عداً ہم وزن بھی بنائے گئے ہوں گے جیسا کہ جریس سیر نے برطانیوں کے متعلق کہا ہے کہ ان کے پاس آہنی چھلے تھے جن کا ایک مقررہ وزن ہوتا تھا اور زر کا کام دیتے تھے۔ دوسری صورتوں میں

چھلوں یا تنویدوں کی وزن سے خرید و فروخت ہوتی تھی چنانچہ بعض مصری تصاویر میں لوگ ان چھلوں کا وزن کرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں شاید ایسا بھی ہوا ہو کہ بار بار وزن کرنے کی دقت سے بچنے کے خیال سے چھلوں کے سر پہر کیسے مقررہ اوزان کی بنائے جاتے ہوں۔ چنانچہ توریت کے صحیفہ بادشاہان کے پانچویں سورے اور ۲۳ ویں آیت میں نعمان کا چھازی کو نقرہ کی تھیلیاں دینے کا ذکر آیا ہے کوئی عجب نہیں ہے کہ وہ تھیلیاں اسی قسم کی ہوں۔ چھلے دار زر کا تو نو میا میں اب تک رواج باقی ہے بطور زر استعمال کرنے کے لئے سونے چاندی کی اور بھی کئی شکلیں بنائی گئی ہیں چنانچہ ملک سیام کا زر بہت چھوٹی سونوں یا ڈلیوں کا ہوتا ہے جن کو ایک عجیب طرح سے موڑ کر دو سر لیتے ہیں اور پانڈیچری اور نیزدوسرے مقامات پر سونا منگولیا یا گنڈیوں کی شکل میں رائج ہے۔

تسلیک کی اختراع | تسلیک کی اختراع کا سنہ یقین سے تو نہیں مگر اندازے سے بتلایا جاسکتا ہے عہد ہومر میں زر مسکوک بالکل مفقود تھا مگر لائی کرگس کے زمانے میں لوگ اس سے واقف تھے اس لئے بہت سے مستند حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس درمیانی زمانے میں یعنی تقریباً نو سو سال قبل مسیح اس فن کی ایجاد ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں ایک روایت ہے کہ فیڈان یعنی آرگاس کے بادشاہ نے تقریباً ۸۹۵ ق۔ م جزیرہ ایجینا میں چاندی کے سکے ضرب کئے تھے اور اس روایت کی تائید ان مہور نقرئی ڈکوں سے ہوتی ہے جو ایجینا میں دستیاب ہوئے ہیں مگر بعد کی تحقیق سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فیڈان آٹھویں صدی قبل مسیح کے بیچ میں گذرا ہے اور گروٹ نے یہ باور کرنے کے معقول وجہ بتلائے ہیں کہ یہ سکے ایجینا میں نہیں بلکہ خود آرگاس ہی میں بنائے گئے تھے۔

جس طریقے سے یہ اختراع معرض وجود میں آئی وہ بالکل ظاہر ہے۔ موہیر کا استعمال، جیسا کہ فینوآکی مہور اینٹوں یا مصری تصویروں سے معلوم ہوتا ہے، عام طور پر بہت قدیم زمانے سے ہوتا رہا ہے۔ پہلے پہل توفیق کی دلیل کے طور پر یا معاہدات کی تصدیق کے لئے ان کا استعمال ہوا اور پھر وہ رفتہ رفتہ

سند کا کام دینے لگیں جب کسی حاکم نے دھاتوں کے ٹکڑوں کے وزن کی تصدیق اپنے ذمہ لی تو فطرتاً اس کے اظہار کے لئے اس نے اپنی مہر سے کام لیا ہو گا جیسے کہ گولڈ اسمتھ ہال میں اب بھی خالص سونے کی خوبی کے اظہار کے لئے کوچے لگا کر علامت کر دی جاتی ہے۔ قدیم ترین اشکال تسلیک میں اس بات کی چنداں کوشش نہیں کی جاتی تھی کہ اُس کو ایسی وضع کا بنایا جائے کہ بغیر مہر یا نقش کو جھکاڑنے کے وزن میں کوئی کمی نہ کی جاسکے۔ چنانچہ لیڈ یا اوریلی پونیز میں اول اول جو سکے ضرب ہوئے ان کے صرف ایک رُخ پر مہر ہوا کرتی تھی اور ایرانی زرجں کو لارین بولتے ہیں چاندی کا ایک گول تارچہ اگل لمبا اور دیرا مڑا ہوا ہوتا ہے جس کے ایک حصہ کو چپکا کر مہر کر دی جاتی ہے۔ غالباً یہ بھی چھلے دار زر کی ایک یادگار ہے ملک چین کا زر آج اوقت بھی ایسی چاندی کا ہوتا ہے جس کو سائیس کہتے ہیں ان کی شکل نعل دار چھوٹے ٹکڑوں کی ہوتی ہے جن کو کسنے اور پر کھنے کے بعد حکومت اپنی مہر ثبت کر دیتی ہے۔

سکہ کیا چیز ہے گوکہ چھلے۔ منکے اور مہر کئے ہوئے ڈالے اسی چیز کے مثال ہیں جس کو ہم سکے کے نام سے موسوم کرتے ہیں تاہم یہ نظام ہر بے زر مکمل بنانے کے لئے ان میں کچھ اور اضافہ کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ مہر کے ثبت کرنے سے مشتاق یہ ہے کہ نہ صرف خوبی یا کھرے پن اور اصلی وزن کی تصدیق ہو بلکہ یہ بھی کہ تسلیک کے بعد کوئی تغیر و تبدل نہ ہو سکے گا دھات کی تسلیک سے مراد جیسا کہ آئس کامو جو وہ مفہوم ہے یہ ہے کہ دھات کو پتہ بنا کر گول، بیضوی، مربع، شش پہا یا ہشت پہلو یا اور کوئی باقاعدہ شکل میں گھڑ لیا جائے اور منقوش ٹھپوں سے ہر دو رُخ پر اور بعض اوقات کناروں پر بھی نقش ثبت کیا جائے۔ اس طریقہ سے عمدہ بنے ہوئے سکوں میں نہ صرف مجلسازی اور تصنع و شوار ہے بلکہ بیش خرچ بھی اور منقوشات کی صفائی سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کسی نے سکے میں دست اندازی نہیں کی ہے یہاں تک کہ کثرت استعمال سے جو فرسودگی آجاتی ہے اس کا بھی تخمینہ اندازہ نقش و نگار کے چکنا چوک جانے سے یا کسی قدر محکوک ہو جانے سے یا نوکوں کے گول ہو جانے سے یا سانی کر لیا جاسکتا ہے۔ شویلیر نے سکے کی تعریف

یوں کی ہے کہ وہ زر کے ایسے ٹکڑے ہوتے ہیں جن کی خوبی اور وزن مصدقہ ہو۔ اس تعریف میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو سائیکسی نقرہ یا مہور سلاخوں یا دھات کے ڈٹوں سے سیکہ کو ممیز کر سکے اس لئے ہم اس تعریف کو ترجیح دیں گے کہ سیکہ دھات کے ایسے ٹکڑے ہوتے ہیں جن کے وزن اور کھرے پن کی تصدیق ان منقوشات کے اعتبار سے ہوتی ہے جو ان ٹکڑوں کی سطحات پر ثبت کئے جاتے ہیں۔

سکوں کی مختلف شکلیں گودور وضع کے سکوں کی بہت کچھ کثرت رہی ہے مگر مختلف زبانوں میں قسم قسم کے سکے ڈھالے گئے ہیں۔ المانی ریاستوں سے جو بے شمار اقسام کے سکے جاری ہوئے ہیں ان میں شیلو

اور ہشت پہلو بھی پائے جاتے ہیں۔ البتہ مربع شکل کا صرف ایک ہی سکہ روبرٹ نے سالبرگ سے ۱۳۵۸ء میں جاری کیا تھا جس کے بیچ میں ایک گول گہری گئی تھی انگلستان اور دوسرے ملکوں سے بے قاعدہ مربع اور نیم دائرہ یا نارنگی کی پھانک کی شکل کے سیکے محاصرہ کے زمانوں میں ضرب ہوئے ہیں بعض عجیب ترین نمونہ جات زر جن کا استعمال ہوا ہے خالص تانبے کے بڑے بڑے پتھر ہو کرتے تھے جن کا اٹھاویں صدی کے آخر تک سویڈن میں رواج تھا۔ ان کی وبازت پانچ اور طول و عرض مختلف ہو کرتا تھا۔ ہاف دینیم، ڈاکر ۳ مربع انچ اور دو ڈاکر کا سیکہ ۱۷۷۰ء انچ مربع اور وزن ساڑھے تین پونڈ یا پونے دو سیر ہوتا تھا۔ چونکہ ان کی پوری سطح گہرے منقش نہ ہو سکتی تھی اس لئے ہر گوشہ کے قریب ایک ایک اور بیچ میں ایک گول گہری کر دی جاتی تھی تاکہ دست اندازی حتی الامکان دشوار اور وقت طلب ہو جائے۔

مشرقی قوموں کے سکوں کی شکلیں اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہیں جاپان کے زر مروجہ کا بیشتر حصہ چاندی کے اڑیسوس پر مشتمل ہوتا ہے جو چاندی کے چوکونی پتھر ہونے میں اور دونوں رخوں پر کوئی نقش یا مقولہ ثبت رہتا ہے۔ جن کے حروف اور لکیریں بعض کندہ کی ہوئی ہوتی ہیں اور بعض ابھری ہوئی چھوٹے نقرہ وی سکوں کی شکل بھی اسی وضع کی ہوئی ہے۔ جاپانی کم قیمت سکے تانبے یا مرکب دھات کے بڑے ٹکڑے بیضوی شکل کے ڈھلے ہوئے ہوتے ہیں جن کے بیچ میں ایک مربع سوراخ ہوتا ہے چین کے کاش نامی سکے پتیل کی ایک قسم کی

دھات سے بنے ہوئے گول قرص ہیں جن کے وسط میں ایک مربع سمور رخ اس غرض سے کر دیا جاتا ہے کہ ان میں ڈورا ڈال کر آسانی سے توڑا بنا لیا جائے فاروسا کے سکوں کی بھی وضع یہی ہے مگر فرق اتنا ہے کہ وہ کسی قدر دبیز اور بڑے ہوتے ہیں چین، جاپان، اور فارسو سا کے مستی اور ادنیٰ دھاتوں کے سکے اپنی چوڑی اور چھٹی کور سے ممیز ہو جاتے ہیں۔ اٹھل سلع پر ابھرے ہوئے حروف اور لکیریں بولٹن اور واٹ کے مستی پس سے بہت ملتی جلتی ہوتی ہیں۔ یہ سیکے دھات کو گھڑ کر بنا ئے جاتے ہیں اور ابھری ہوئی نوکیں سوہن سے گھس کر صاف کر لی جاتی ہیں۔ فرنگی سکوں کی نسبت یہ سکے زیادہ دیر پا بھی ہوتے ہیں اور ان کے نقش بھی زیادہ عرصہ تک برقرار رہتے ہیں۔ بس عیب ہے تو یہ کہ ان میں جل آسانی سے ہو سکتا ہے۔ سب سے زیادہ کسی زمانے میں ملک ایران میں رائج تھا اس کی شکل شمشیر نما ہوا کرتی تھی۔

سکے کی بہترین شکل | یہ ایک نہایت اہم بات ہے کہ سکوں کے لئے حتی الامکان بہترین شکل اور تسلیک کا بہترین طریقہ اختیار کیا جائے۔ زر کے اتمال سے جرائم کی فہرست میں گویا ایک نئے جرم یعنی تقلیب سکے کے مصنوعی جرم کا اضافہ ہوتا ہے۔ اور اس ناجائز فن کو اختیار کرنے کی ترغیب اور تحریص کچھ ایسی قوی ہوتی ہے کہ کوئی منہ اس کے انسداد کے لئے کارگر نہیں ہو سکتی جیسا کہ دو ہزار سال کے تجربہ سے بخوبی ثابت ہو چکا ہے۔ بجاوت کی پوری منہائیں دی گئیں اور ہزاروں آدمیوں کی گردنیں اڑا دی گئیں مگر کچھ بھی انسداد نہ ہوا پس روڈنگ کا یہ قول بلا شک و شبہ درست ہے کہ اس جرم کے سد باب میں تعزیر کی بجائے تسلیک کے فن کی ترقی میں اگر ہماری کوششیں صرف ہوں تو زیادہ سود مند ہوں گی۔ سکوں کی تسلیک اتنی مکمل ہو کہ کامیابی کے ساتھ اس کی نقل کرنے یا اس میں کمی بیشی کر سکنے کا سوال ہی باقی نہ رہے۔ سکے کے لئے سوزوں اور مناسب شکل کی تجویز کے وقت حسب ذیل چار خاص امور مد نظر رہنے چاہئیں:-

۱) انسداد تقلیب سکے

۲) بددیانتی سے کوئی سکے میں تراش خراش نہ کر سکے۔

۳) کثرت اتمال سے جو جائز خراشیدگی ہوتی رہتی ہے وہ حتی الامکان کم ہو۔

(۴) کمال ساخت کا نمونہ ہونے کے علاوہ وہ جاری کرنے والی سلطنت اور استعمال کرنے والی قوم کی ایک تاریخی یادگار بھی ہو۔

جلسہ سازی کے سد باب میں ہمارے بس کی خاص بات یہ ہے کہ سکے جس قدر مشین سے بنتا ہے وہ حتی الامکان مکمل ہو اور تسلیک ایسی ہو کہ اعلیٰ درجہ کی مشین کے بغیر ایسا بننا ممکن ہی نہ ہو جس زمانے میں تمام سکے ڈھال کر بنائے جاتے تھے سکے سازوں کی طرح جلسہ سازی بھی پوری مہارت سے نقل اُتار لیتا تھا۔ اس لئے رومن سلطنت میں اصلی اور نقلی سکے کا امتیاز کرنا بڑا دشوار کام تھا۔ گھڑے ہوئے زر کی ڈھلے ہوئے زر سے اصلاح ہوئی اور مشین کے بنے ہوئے زر سے گھڑے ہوئے زر کی بھی اصلاح ہو گئی ہے۔ بولکن اور واٹ نے جو بھانپ سے چلنے والا شکنجہ تسلیک ایجاد کیا ہے وہ دوسری زبردست ترقی اصلاح کی ہے مگر انبارن اور تھونیلیر نے جو ”گھٹنا جوڑ“ (Knee-joint) شکنجہ اختراع کیا ہے اور جس کوٹا ور ہل کے سوا تمام ملکوں کی دارالضرب میں استعمال کیا جا رہا ہے تسلیک کی مشین میں آخری ترقی ہے۔

زمانہ جدید کے سکوں کے کناروں پر جو نازک لکیریں مہر اور مقولے یا نقش ثبت کئے جاتے ہیں ان پر بطور خاص توجہ کرنی چاہئے۔ اس سے سکے کی تراش خراش اور دست اندازی کا سد باب ہو جائے گا اور جلسہ سازی کی مہارت بھی عاجز ہو جائے گی۔ قدیم قوموں کے سکوں کی کوریں غیر منقوش اور گہروری ہوتی تھیں۔ سب سے پہلا سکہ جس کے کنارے ارد گرد منقوش کئے گئے چارلس نہم شاہ فرانس نے ۱۷۹۵ء میں جاری کیا تھا۔ انگریزی تسلیک میں پہلے پہل ۱۸۰۱ء سے جب کہ دارالضرب میں کل اور بیچ کا استعمال قطعی طور پر اختیار کر لیا گیا سکہ کی کوروں پر نقش کیا جانے لگا۔ اب تمام بڑے سکے جو انگریزی ہی نہیں بلکہ دوسرے بہت سے کارخانہ جات تسلیک سے نکلتے ہیں ان کے کناروں پر ارد گرد نقش ضرور ہوتا ہے۔ یہ نقش کل کے دونوں ٹھپوں کی اس محیط اور منقش درمیانی دیوار سے جو بوقت تسلیک سکے کی گرفت کرتی ہے کندہ ہوتے ہیں۔ ان محیط دیواروں کا بنانا بڑی دقت کا کام ہے اگر بن بھی گئیں تو ناوقتیکہ تسلیک کے شکنجے میں نہ لگائی جائیں بے کار ہیں جلسہ ساز

ہاتھ سے تو یہ کور کے نقش نہیں بنا سکتے کیونکہ سوہان سے ان منقوشات کا ٹھیک اور کافی باقاعدگی کے ساتھ بنانا تقریباً ناممکن ہے۔

ملک فرانس کے پانچ فرنگی سکے کی کوروں پر اُبھرے ہوئے حروف میں اس مقولہ کے الفاظ درج ہوتے ہیں (Dieu protege la France) (یعنی خدا فرانس کی حفاظت کرے) ایسے اُبھرے ہوئے حروف جیسا کہ قوت اور ہمارت سے بہت بالا ہیں۔ انگریزی کرون کی کور پر یہ مقولہ (Decus et Tutamen) یعنی (صلیب اور محافظت) اور سال حکمرانی کندہ حروف میں ثبت رہتے ہیں جن کی کیلے یا برے سے باسانی نقل بن سکتی ہے اور جرمنی کے نئے طلائی سکے کی کوریں تو بالکل صاف ہوتی ہیں البتہ دس مارک کے سکے کے کناروں پر ارد گرد کچھ نشانات اور بیس مارک کے سکے کی کور پر (Got mit uns) کا مقولہ پست حروف میں درج رہتا ہے یہ طریقہ نسبت کناروں کو اچھی طرح منقوش کرنے کے جیسا کہ دوسرے ملکوں کی تسلیک میں ہوتا ہے یقیناً نہایت ہی غیر تشفی بخش ہے۔ اسی سلسلے میں یہ دریافت بھی قابل لحاظ ہے کہ ارد گرد کی لیکروں اور نقش یا مقولے کے اُبھرے ہوئے حروف کو کیوں نہ مرکب کر دیا جائے تاکہ جیسا کہ اسکاں اور بھی کم ہو۔ دو ایک صدی پیشتر چاندی کے سکوں کے ارد گرد اُبھرے ہوئے نقش و نگار کی ایک لڑھاکہ تھی مگر بہتر تو یہ ہو گا کہ آئندہ کللوں کے ذریعہ سے ایسے نفیس۔ نازک اور دقیق نقوش بنائے جائیں کہ ہاتھ سے ان کی نقل کرنا کسی طرح ممکن نہ ہو۔ ہم نے پچھلی فصل میں بتلادیا ہے کہ اگر کھوٹے اور نقلی سکوں کا سد باب کرنا ہے تو سکے کی ساخت کیسی ہونی چاہئے جیسا کہ ابھی

سکہ جارت
بطور نمونہ کمال

ان سے بچنے کی بہترین تدابیر اور ذرائع سے ہم تیرہویں باب میں بالتفصیل بحث کریں گے۔ یہاں سکوں کے بطور نمونہ کمال استعمال ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں تفصیل اور طوالت چنداں مناسب نہیں معلوم ہوتی مگر یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ انگلستان کی دارالضرب سے اب تک جس قدر سکے نکلتے ہیں یا نکل رہے ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر ہماری بد مذاقی کی یادگار ہیں بٹلنگ اور چھپنس کے سکوں پر جو نقش ہے کیا

اس سے بڑھ کر اور کوئی بھدے اور بے ڈھنگے نقش کا تصور کیا جاسکتا ہے؟ یہ نقش اُس زمانے سے چلے آ رہے ہیں جبکہ انگلستان میں فنون لطیفہ کی ہر شاخ بیخ و بن سے بڑھی نہ تھی اور پھولنے پھلنے کی نوبت نہ آئی تھی جس طرح خانگی کوششوں کی بدولت فن تعمیر اور دیگر فنون لطیفہ اور دستکاریوں کی کامیابیوں کی یہ اسی طرح کیا یہ توقع بیجا ہے کہ حکومت بھی اپنی کوششوں میں اُن کا اتباع کرے گی؟ فلورن کی وضع البتہ شلنگ سے بہت بہتر ہے اور بعض باتوں کے لحاظ سے قدیم انگریزی شلنگ کی طرز سے ملتی جلتی ہے۔ اس سے بھی عمدہ ایک بہت خوش وضع کروٹن ۱۸۸۷ء میں قریب قریب اسی شکل کا تیار ہوا مگر رائج نہیں کیا گیا سڑکوں نے جب کہ وہ دارالضرب کے ہتھم تھے سنٹ جارج اور اڈولف کے والے قدیم نقش کو پھر اختیار کیا۔ گو نقش دھال اور پھولوں کے ہار والے نقش سے زیادہ خوش نما ہے تاہم ہماری رائے میں اب وہ وقت آگیا ہے کہ تمام سکوں میں از سر نو ایک عام اصطلاح عمل میں لائی جائے۔

تاریخی سکے بعض ریاستوں نے اپنے سکوں سے اہم واقعات مثلاً تخت نشینی، سالگرہ، فائز و غیور کی یادگار کا کام لیا ہے چنانچہ جرمن ریاستوں اور خصوصاً پرنسپا نے اس قسم کے کئی خوبصورت سکے ضرب کئے ہیں جن کی ایک لمبی فہرست ہے اور سلسلہ کرونگ تحصیل ۱۸۷۱ء اور سبب تحصیل ۱۸۷۱ء تک پہنچتا ہے بیشتر ایسے سکے بہت جلد تمغہ جات کے طور پر الماریوں میں بند کر کے محفوظ رکھ لئے جاتے ہیں۔ اگر اس بات کا تصور ممکن ہو کہ کبھی علم فقود اور کتب نیست و نابود ہو جائیں اور عہد حال کے بڑے بڑے شہر اور ان کی یادگاریں لاپتہ ہو جائیں تو یہی تمغے ان کی سب سے زیادہ دیر یا یادگار بن سکتے ہیں اور ان ہی سے زمانہ آئندہ کے ماہرین مسکوکات شاہان پریشا کی تاریخ کا پتہ چلا سکیں گے چنانچہ باختر پائنتے شاہی خاندانوں کے گم شدہ حالات حال ہی میں اسی پنج پڑا ہر ہوئے ہیں۔

۱۸۷۱ء میں بیم انٹی نورجولی نے فرانس کی مجلس قانون سازی میں ایک تاریخی نظام زر کی تجویز پیش کی تھی اور ۱۸۷۲ء میں پھر اس تجویز کا اعادہ کیا۔ بیم۔ انسٹ ڈو واس

نے بھی کانے کا بیس فرنگی سکہ جاری کرنے کی تجویز کی ہے جو یا تو زر کا کام دیں گے یا تاریخی یادگار بن جائیں گے۔ افسوس ہے کہ فرانس میں ان تجاویز کو جاسٹ عمل نہیں پہنچا گیا انگلستان میں بھی کبھی کوئی ایسی تسلیک نہیں ہوئی ہے۔ تاریخی زر کے اجرا میں ہمارے نزدیک تو محض نئے پھپھوں کی تیاری کے خفیف اخراجات کے سوا اور کوئی بات قابل اعتراض نہیں معلوم ہوتی۔

شاہی اختیار تسلیک ہر متحدہ قوم کو عمدہ بنے ہوئے سکوں کی ایک کافی مقدار درکار ہوتی ہے پس یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مقدار کیونکر مہیا کی جائے۔

یہ لازمی ہے کہ ہر قیمت کے سکے میں ٹھیک ہم قدر خالص دھات کی مقدار جو جس کی تصدیق کے لئے سکوں پر مخصوص علامت کرنا بھی ضروری ہے مگر جس طرح خانگی کاریگر اور دستکاروں سے ہم البین گنڈیاں اور سسٹیاں لیا کرتے ہیں کیوں اسی طرح سکوں کی کافی مقدار کی فراہمی کا کام بھی ان ہی خانگی کاریگروں کے تفویض نہ کر دیا جائے اچھی تسلیک کے اطمینان کے لئے قانون ساز مجلس کی خاص نگرانی میں گورنمنٹ کا ایک محکمہ خاص اسی غرض سے کیوں نہ کھول لیا جائے۔

چونکہ ہر راس کا مؤندہ کوئی نہ کوئی ٹکڑا ہی آتا ہے چننا ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے جو سک سازی کو معمولی مقابلے کے آزاد عمل ہی پر چھوڑ دینا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔ خاص کر مسٹر ہربٹ اسپنسر نے اپنی کتاب ”عمراتی سکونیات“ Social

Statics میں یہ اصول واضح کیا ہے کہ جس طرح ہم بقال سے چائے اور باورچی سے روٹیاں لیا کرتے ہیں اسی طرح ہٹلین اینڈ سننر یا برمنگھم کی کسی اولو العزم کمپنی کے تفویض یہ کام کر دیا جائے کہ وہ اپنی ذمہ داری پر اور اپنے نفع و نقصان کو دیکھ کر اشلنگ اور پینس تیار کر کے دیا کریں۔ بحث ان کی یہ ہے کہ جس طرح لوگ چھپی چائے دینے والے بقال اور پورے وزن کی عمدہ روٹیاں دینے والے باورچی کو دوسروں پر ترجیح دیا کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک دیانتدار اور کامیاب سکہ ساز بھی بالکل یہی ہادی ہو جائیگا اور اس کا نیا یا جو اعمدہ زراور فوایع کے زر کا قدم ہی نہ چھنے دے گا۔

گو ہم کو مسٹر اسپنسر کے جیسے جید عالم کے خیالات اور رائے کا ہمیشہ پاس چھم کرنا چاہئے مگر اس معاملہ میں ہماری یہ مضبوط رائے ہے کہ انھوں نے ایک عام اصول کو

ایک ایسی خاص اور مستثنیٰ شکل میں ٹھوس دیا ہے جہاں وہ کسی طرح مطابق ہی نہیں ہو سکتا انھوں نے مشہور عالم قانون گریشم کو (جس کا آئندہ باب میں ذکر ہو گا) بالکل ہی نظر انداز کر دیا یہ مسئلہ ہے کہ عمدہ زر خراب زر کو اجراء سے ہرگز خارج نہیں کر سکتا۔ کیونکہ دوسرے معاملات کے برعکس زر کے معاملے میں خود غرضی جیسا کہ ہم آگے چل کر وضاحت کریں گے ایک بالکل مخالف سمت میں عمل کیا کرتی ہے۔ پس اگر تسلیک کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو جو لوگ گھٹیا سکے کم قیمت پر فروخت کریں گے ان ہی کا بازار گرم رہے گا۔

تجربہ بھی اس حقیقت کی پوری تائید کرتا ہے کیونکہ مختلف مقامات پر مختلف زمانوں میں خانگی کاریگروں کے بنائے ہوئے سکے جاری اور رائج ہوئے ہیں مگر نتیجہ ہمیشہ یہ رہا کہ زر کی خوبی میں فرق اٹالیا۔ ایک مدت تک انگلستان کا مسی زر محض خانگی کاریگروں کے تیار کئے ہوئے سکوں پر مشتمل تھا جن کا وزن بہت ہلکا اور تعداد بے حد و حساب تھی میٹر اسمائلس نے بولٹن اور واٹ کی سوانح عمری میں ایک دلچسپ خط کی نقل کی ہے جس میں بولٹن اپنے ایک دورے کا ذکر کرتے ہوئے شکایت کرتا ہے کہ چنگی کے ناکوں پر بالاد وسط کھوٹے سکوں کی تعداد کھرے سکوں سے دو چند وصول ہوتی تھی اور چھوٹے چھوٹے کارخانہ دار چاندی کے بین شلنگ کے عوض میں چھتیس کھوٹے شلنگ خرید لیتے تھے اور ان ہی گھٹیا سکوں میں مردوزن کو اجرت تقسیم کرتے اور بہت کچھ منافع کما لیا کرتے تھے چلن میں ان گھٹیا سکوں کی مقدار اس قدر کثیر تھی کہ اسٹاک پورٹ کے باشندوں اور مجسٹریٹوں نے ایک عام جلسے میں یہ قاعدہ پاس کر لیا کہ سوائے انگلسی کمپنی کے سکوں کے جن کا وزن پورا ہوتا تھا آئندہ سے کوئی اور ہاف منس قبول ہی نہ کیا جائے۔ ثبوت کی ضرورت ہو تو اسی سے دیکھ لیجئے کہ خود غرضی کا انفرادی عمل بڑے سکوں کو اجراء سے خارج کرنے میں بالکل ساکت اور مسلط رہا کیا آپ نہ سمجھتے ہیں کہ بیلک جلسے اور زر و لیوشن کو کچھ بھی کامیابی ہوئی ہوگی؟ کچھ بھی نہیں! چین کا رائج الوقت زر کسری جس کو کاش یا کرتے ہیں خانگی سکے سازوں کا بنایا ہوا ہوتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ جسامت خوبی۔ اور قدر ان سکوں کی محض ہی جاری ہے ہماری راے میں مقابلے کے عمل پر چھوڑ دینے کے لئے زر سے زیادہ

ناموزوں کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی دستورِ قانون نے بھی اختیار تسلیم کو ہمیشہ ایک مخصوص شاہی اختیار تسلیم کیا ہے۔ اور رسولِ قانون کا بھی تو یہ ایک کلیتہً ہے (monetandi jus principum ossibus inheret) بہتر تو یہ ہے کہ اس معاملے کو حکومتِ عالمہ اور اس کے ماہرینِ مشیرکاروں ہی پر چھوڑ دیا جائے جنہوں نے زراور تسلیم کے مضمون کی باریکیوں کو اچھی طرح سمجھا اور ان پر غور کیا ہے۔ جماعتی نزاعات اور عوام الناس کی رائے سے اس کو حتی الامکان علیحدہ رکھ کر بالکلیہ ماہرین کے تصفیہ پر چھوڑ دینا چاہئے۔ اس میں شک نہیں کہ ازمنہ ماضی میں بڑے مشہور جلسہ ساز اور گھٹیا سکے بنانے والے بادشاہ بھی گزرے ہیں مگر زائدِ حال میں اس کا کوئی احتمال اور اندیشہ نہیں ہے برخلاف اس کے اندیشہ تو بالکل دوسری طرف ہے کیونکہ جمہوری یا عمومی حکومتیں عامۃ الناس کی رائے کو حامی بنائے بغیر اپنے نظامِ زر کی بدیہی اور لازمی اصلاح کرنے کی جرأت بھی نہ کر سکیں گی اور لوگ عادت کے اثر سے یا تسلیم کے نکات سے نابلد ہونے کی وجہ سے بہتر سے بہتر تجویز کو بھی منظور کرنے پر آمادہ نہ ہوں گے۔



آٹھواں باب

اجراء زر کے اصول

قبل اس کے کہ ہم زمانہ حال یا زمانہ قدیم کی قوموں کے اختیار کردہ اصلی نظام ہائے زر سے بحث کریں لفظ زر کے مفہوم اور مختلف معنی اور سکوں کی ترویج و اجراء کے فطرتی اصول پر تھوڑی دیر غور کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ سب سے اول ہم کو اُن تین چیزوں کو مہینہ کرنا ہے جو عملاً کسی نظام زر میں ملحدہ پائی جاتی ہیں۔ یعنی اصلی سکے جو استعمال میں ہوں۔ اون کے ظاہر کرتے کے اعداد اور ان اعداد کا مفروضہ اکائی قدر سے تعلق۔ سکوں کو ہم اس اعتبار سے بھی مہینہ کر دینا چاہتے ہیں کہ ان کی قدر کس حد تک مشمولہ وعات پر منحصر ہوتی ہے یا یہ کہ اس کے تبادلہ میں کس قدر وعات مل سکتی ہے یا اون دوسرے سکوں کے اعتبار سے جو قانون کی رُو سے مساوی القدر قرار دینے لگے ہیں۔

قدر کی مستند اکائی | ابتدا ہی میں ہم کو یہ بھی واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قدر کی مستند اکائی سے ہمارا مفہوم کیا ہے۔ ہر اکائی میں ایک مقررہ مقدار کی ایسی مجسم شے کی ہونی چاہئے جس کی تعریف وزن یا طول و عرض کی اکائیوں کے حوالہ سے کی گئی ہو۔ بعض لوگ قدر کو محض ایک ذہنی یا خیالی مسئلہ سمجھتے ہیں اس لئے بقول لارڈ کیا سل ریہہ ہند کی تعریف کے لئے اس خمسہ کے مثال ایک اور حس یعنی حس قدر کا اضافہ کرنا پڑے گا۔ اور اسی طرح گز کی تعریف طول کے

احساس سے اور گرین کی تعریف جس وزن سے کرنی پڑے گی۔ لیکن جس طرح علم طبیعیات میں ہر مقدار کو کسی نہ کسی مجسم اور معینہ مقدار یا نمونے کے حوالے سے ظاہر کیا کرتے ہیں اسی طرح قدر کی پیمائش اور اظہار کے لئے بھی ایک یا زیادہ معینہ اور نہ بدلنے والی مقداریں منتخب کی جانی چاہئیں۔

عجب نہیں جو لوگ غلط فہمی کی بناء پر مستند اکائی قدر کی اصطلاح کو ایک معینہ قدر کی چیز تصور کریں مگر جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں قدر دو چیزوں کے باہمی مبادلے کی نسبت ہوا کرتی ہے جس میں تغیر جوتے رہتا ایک لازمی بات ہے اور نہ یہ سمجھنے کی کوئی وجہ ہے کہ کسی شے کی قدر دو دن بھی یکساں برقرار رہے گی۔ معیار قدر کا جو کچھ مفہوم ہے وہ اسی قدر ہے کہ کوئی ایسی یکساں اور تقویٰ باغیر پذیر شے منتخب کی جائے جس کے حوالے سے بلا لحاظ ان احساسات اور ذہنی مسائل کے جو چیزیں لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتی ہیں۔ تبادولہ کی تمام نسبتیں محسوب اور نظام ہر کی جائیں جو وہ متذکرہ بالا کی بنا پر کوئی نہ کوئی دعوات سونا یا چاندی یا تانبہ عموماً سب سے زیادہ موزوں معیار کی چیز سمجھی گئی ہے۔

زر کی مستند اکائی کا خالص وزن یا جسامت ایک بالکل ناقابل لحاظ اور غیر اہم چیز ہے بشرطیکہ جملہ عوام الناس اس اکائی پر متفق ہو جائیں اور اس کا ہمیشہ کیلئے ٹھیک تعین کر کے اس پر کار بند بھی رہیں۔ مثلاً انگریزی گز کے تعین سے قبل یہ کوئی قابل لحاظ بات نہ تھی کہ وہ کچھ اور اینچ لمبا یا چھوٹا تھا اور نہ یہ قابل لحاظ ہے کہ اینچ۔ فوٹ۔ فرلانگ یا میل میں سے کس کو معیار کی اکائی قرار دیا جائے۔ معیار خواہ کوئی چیز ہو مگر مقرر ہو ہمیشہ کے لئے۔ اور دوسری تمام چیزیں معلومہ نسبتوں کے ساتھ اسی معیار کے حوالے سے محسوب کی جائیں۔ اسی طرح یہ بھی بالکل غیر اہم ہے کہ سونے کے لئے ٹرائے پونڈ کو معیار سمجھا جائے یا اونس کو یا گرین کی اس تعداد کو جو مساویں میں ہوتی ہے مگر یہ لازمی ہے کہ جب کسی معاہدہ میں زر کا ذکر کروا گیا ہو تو اس سے ٹھیک یہ معلوم ہو جانا چاہئے کہ ایک شخص سے دوسرے شخص کو کس قدر طلائے مستند واجب الادا ہے۔

یم شیوکیلر اور براعظم یورپ کے بعض دیگر ماہرین معاشیات نے معیار قدر کی

سکوں یا اکائیوں کی تعداد ہوا کرے۔ زرحسابی جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہوتا ہے زرمستند اور زرمرواج سے بالکل جداگانہ ہو سکتا ہے۔ انگلو سکین ”نظام زر“ اگر ایک نظر ڈالی جائے تو یہ فرق باسانی واضح ہو جائے گا۔ ان کے ہاں مستند چاندی کا پونڈ ہی قدر کی اکائی تھا جو ظاہر ہے کہ سکے کے لئے ضرورت سے بہت زیادہ ہے۔ گو انگلو سکین بادشاہوں نے چاندی کے پنس اور ہاف پنس کی ایک خاصی مقدار جاری کی تھی مگر معمولی زرحسابی ہمیشہ شلنگ ہی رہا جو چار سے پانچ تک بڑھتے بڑھتے بالآخر ولیم اول کے عہد میں بارہ پنس کے مساوی مقرر ہو گیا اور اب تک اسی طرح باقی ہے حالانکہ اس نام کا کوئی سکہ ہنری ہفتم کے عہد تک مسکوک ہی نہ ہوا تھا۔ شلنگ تو خیر اب تک باقی ہے مگر اور دوسرے زر ہائے حسابی صفحہ یاد سے بالکل محو ہو چکے ہیں۔ مثلاً مانکوس کو جو تیس پنس کے مساوی یعنی پانچ پنس والے چھ شلنگ کے برابر تھا اب کوئی بھی نہیں جانتا۔ اسی طرح مارک۔ اور آ اور تھر مسا بھی انگلو سکین قوم کے زرحسابی رہ چکے ہیں۔

ہمارے موجودہ انگریزی نظام میں اتفاق سے تینوں زر ایک دوسرے کے بالکل مطابق واقع ہوئے ہیں جس سے بلاشبہ بڑی سہولت ہوتی ہے۔ چنانچہ ساورن وقت واحد میں خاص کہہ سکتے ہیں اور اکائی قدر بھی بڑے بڑے معاملات میں زرحسابی بھی ہوتا ہے گو کہ چھوٹی چھوٹی رقموں کے اظہار میں شلنگ کو اتنا ترجیح دی جاتی ہے۔ آجکل فرانس کا زرحسابی اور اکائی قدر طلائی فرانک ہے مگر چونکہ اس کا وزن صرف ۳۲۲۶ گرام یا تقریباً پانچ گرین سے بڑھ کر نہیں ہوتا اس لئے پانچ دس فرانک ہی کے طلائی سکے بنائے جاتے ہیں اور کسری زلفرقی سکوں کا ہوتا ہے۔ ملک روس میں پیٹر اعظم کے عہد سے قبل فرضی روبل ایک زرحسابی تھا جو ایک سو سو کپک کے مساوی ہوا کرتا تھا۔

مانشکیو نے جو یہ بیان کیا ہے کہ مغربی ساحل آفریقہ کے حبشیوں میں قد کی علامت ایک بالکل خیالی چیز تھی جس کو ماکوٹ بولتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مانشکیو نے زرحسابی کا صحیح مفہوم سمجھا ہی نہیں۔ حبشیوں میں ماکوٹ کوڑیوں کی ایک نظر مگر تغیر پذیر تعداد کا نام تھا جو اس زمانے میں دوسرا تھی۔ علاوہ ازیں پرتگیزیوں نے بھی

چاندی کے آٹھ - چھ - اور چار ماکوٹ کے سکے بہ حساب فی ماکوٹ پونے تین پنس اپنی نوآبادیوں کے استعمال کے لئے دھائے ہیں۔

جب کسی ملک کے زر میں تغیر ہونے لگتا ہے تو تسلیک حساب اور قدر کی اکائیاں بھی علیحدہ ہو جاتی ہیں۔ اور جیسا کہ آج کل ناروے میں ہو رہا ہے بعض اوقات ایک نیا نظام حساب پڑانے سکوں کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسٹاک ہوم کی گورنمنٹ زر کے لئے سویڈن کا نظام اعشاریہ جاری کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور کہتے ہیں کہ بعض تاجروں نے تو ابھی سے کرونا اور آور میں اپنے حسابات مرتب کرنا شروع کر دیا ہے حالانکہ زر مستعمل بالکل قدیم اسکلنگ اور مسکوگ کاغذی ڈالروں پر مشتمل ہے۔ برخلاف اس کے بعض اوقات تسلیک نئی ہو جاتی ہے مگر پڑانا طریق حساب ہی عموماً اور غیر ملکی معاملات میں خصوصاً قائم رہ جاتا ہے مثلاً پچھلے سال تک انگلستان اور امریکہ کے باہمی مبادلہ خارجہ کی شرحیں ایسے ڈالروں کی تعداد میں ظاہر کی جاتی تھیں جو ۱۸۹۶ء کے قانون کے بموجب چارٹلنگ چھ پنس کے برابر منظور ہوتے تھے۔ یہ شرح دراصل میکسو کے ڈالر کی قدیم روایتی مساوات مبادلہ تھی مگر امریکن ڈالر کی تسلیک کے بعد بھی یہ شرح بدستور قائم رہی حالانکہ اب نیا ڈالر ۱۶/۳۹ انگریزی پنس سے زیادہ کا نہیں ہوتا۔

زر حسابی اور زرسکوگ میں تفاوت پیدا کرنے والے عوامل دو سبب ہو کر آتے ہیں کثرت استعمال اور گرہ کی فرسودگی کی وجہ سے یا بددیانتی کی قطع برید سے سکوں کا مقررہ وزن گھٹ جاتا ہے تاہم اس کمی کی تلافی کے لئے کچھ اوسط مقدار اچھوڑ کر سابقہ معیار قدر اور زر حسابی کا تعلق برقرار رکھا جاسکتا ہے جیسا کہ امپیریم ویم ہمبرگ اور دوسرے شہروں میں ہوتا رہا ہے جب کسی ملک میں کم قدر سکوں کا اجرا ہو جاتا ہے تو زر حسابی یا تو مشیل سابق برقرار رہتا ہے یا اس کے ساتھ ساتھ بدل جاتا ہے۔ پس انگلستان کی تاریخ کے خاص زمانوں میں قیمتیں نئے گھٹیا سکوں کے حوالے سے ظاہر کی جاتی تھیں یا پرانے عمدہ سکوں کی شرح سے اس کا تصفیہ کرنا کو غیر حل پذیر نہ رہی ایک نہایت پیچیدہ اور دشوار مسئلہ ضرور ہے پروفیسر جے۔ اے۔ ٹی راجر نے اپنی پانچ کتاب ”انگلستان کی زراعت اور قیمتوں کی تاریخ“

مطبوعہ کلینڈن پریس کی پہلی جلد کے صفحہ ۵۷ میں بیان کیا ہے کہ چودھویں صدی میں گوہنپاہر سکوں کا لین دین عدد سے ہوتا تھا مگر اکثر ان کا وزن بھی گریا جاتا تھا۔ چنانچہ کالج کے قدیم حسابات میں جن کی مصنف مذکور نے چانچ کی ہے خرچ کے مدات کے تحت سکوں کا وزن کرنے کی ترازو اور بٹ کی قیمت اور سکوں کی گھسٹ کی پابجائی کے اندراجات پائے گئے ہیں۔

بہت سے ملکوں میں آجکل بھی زر رواں صرف کسی ایک سادہ اور بالکل ٹھیک سلسلہ سکبات پر مشتمل نہیں ہے بلکہ مختلف جسامت - وضع - اور قدر کے سکوں کا مجموعہ ہوتا ہے جو غیر ملکوں سے درآمد کئے جاتے ہیں۔ ایسی شکلوں میں زر حسابی اور عام ذخیرہ مسکوکات میں اختلاف کا پیدا ہونا لازمی ہے کیونکہ سکے کی قدر کا بالعموم ایک ایسی تجارتی فرسٹ سے جو زر حسابی کے اعتبار سے مرتب ہوئی ہو اندازہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح چند سال قبل تک جرمنی کی ریاستوں میں انگریزی اور فرانسیسی سونا بلا پس و پیش قبول کر لیا جاتا تھا۔ کناڈا میں بھی چند سال پہلے متعدد نظام زر بہت پیچیدہ اور جبری طرح خلط ملط ہو گئے تھے اور داد و مستند قسم قسم کے بدیسی سکوں پر جو زیادہ ڈالر کی قیمتیں ہوا کرتی تھیں مشتمل تھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ دو مختلف زر حسابی بھی پائے جاتے تھے ایک تو ہیلی فاکس کے زر کا پونڈ جس میں بیس پیس والے مشٹنگ ہوتے تھے اور یہ فرض کیا جاتا تھا کہ ایسے ساٹھ پیس کا ایک ڈالر ہوتا ہے اور دوسرا زر حسابی خود ہیلی فاکس کا اسٹرلنگ زر تھا جو مبادلہ خارجہ کی شرح کے اظہار کیلئے اب بھی مستعمل ہے کناڈا میں آجکل زر کی اکائی ڈالر ہے اور زر رائج ابوقت بنک کی نوٹوں اور پانچ - دس - بیس - پچیس اور پچاس سنٹ کے نفرضی سکوں پر مشتمل ہے لیکن انگریزی سادہ اور بات ساورن بھی چل جاتے ہیں۔

زر مستند اور زر وضعی
سکوں میں جب کہ وہ بطور زر مستند یا زر وضعی استعمال ہوتے ہیں

تیز کرنا ضروری ہے۔ سکہ مستند وہ ہے جس کی قدر مبادلہ میں بالکل اس دعات کی قدر پر منحصر ہوتی ہے اور مہر کرنے کا نشا صرف اسی قدر ہوتا ہے کہ اس کی دعات کی مقدار بلحاظ وزن و خوبی قابل اعتبار ہے۔ اگر ان کو مثل خام دعات کے کام میں لائیں یا ان کی گداخت کریں یا ان ملکوں میں

برآمد کریں جہاں وہ قانوناً رائج نہیں ہیں تو ان کی وصات کی قدر جو قانون کی تابع نہیں ہے ہر جگہ تسلیم کی جائے گی۔

برعکس اس کے زرو ضعی کی قدر اس وجہ سے قرار پاتی ہے کہ اس کا قانون یا رواج کی بدولت ایک مقررہ نسبت کے ساتھ زیر مستند کے ساتھ مبادلہ ہوتا ہے اس میں شک نہیں کہ زرو ضعی کی وصات کی بھی کچھ قدر ضرور ہوتی ہے مگر وہ قدر قانونی سے کتنی بھی کم ہو سکتی ہے مثلاً انگریزی تقری سکوں میں بلحاظ نرخ بازار نو سے بارہ فی صدی کا تفاوت ہے اور رائنگ کے سکوں میں تو یہ فرق ۵۰ فی صدی تک پہنچ گیا ہے۔ رائنگ کے فرانسیسی سکوں میں جو وصات ہوتی ہے وہ بھی قدر قانونی کے یک ربع سے بڑھ کر نہیں ہوتی۔ بہت سی صورتوں میں تو اس سے بھی زیادہ تفاوت ہوتا ہے چنانچہ جرمنی ریاستوں میں جو اب تک کروٹزر نامی سکے رائج تھے اس کی ایک اچھی مثال ہے۔ دو ڈکے جاری کئے ہوئے ہاٹ میں جن سے آئرنلینڈ میں بڑی بے اطمینانی اور ہل چل مچ گئی تھی اور اسی صوبے میں جیمس دوم نے جو زر کسری جاری کیا تھا انتہائی کم قدر سکے وضع کی مثالیں ہیں۔

سکوں کی قدر وضعی اور قدر فلزی اس وصات کی قدر کو جس کے میں موجود رہتی ہے بالعموم سکے کی قدر ذاتی کہا کرتے ہیں مگر لفظ ذاتی کے اس آٹھال سے بڑے بڑے مخالطوں کا اندیشہ ہے کیونکہ قدر کا جیسا کہ ہم بتلا چکے ہیں کوئی وجود نہیں ہوا کرتا اور نہ وہ کوئی وضع ذاتی ہوتی ہے قدر ایک حالت یا تعلق اضافی کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ مخالط کا اندیشہ رفع کرنے کے لئے ہم ایسے موقعوں پر قدر ذاتی کے بجائے قدر فلزی کا لفظ استعمال کریں گے تاکہ اس کو وضعی۔ مروج یا قانونی قدر سے جو یا تو خود بخود یا قانوناً دوسرے سکوں کے ساتھ مبادلہ کرنے میں ظاہر ہوتی ہے وہ ہمیں ہو جائے۔

کسی سکے کی قدر فلزی وضعی قدر سے دو طریقوں پر کم ہو سکتی ہے ایک تو وصات کا وزن کم کر دینے سے اور دوسرے اس کی خوبی اور خالصیت کو گھٹا دینے سے۔ انگلستان کا تقری سکے اب تک اپنے صحیح اور مستند وزن پر قائم رکھا گیا ہے یعنی اس کا وزن ٹراے پونڈ کا گیارہ اونس دو مینی ویٹ ہے

جو نہ معلوم کب سے چلا آرہا ہے۔ قانون مجریہ ۱۸۱۶ء کی رو سے تقرری سکے جو پہلے کم از کم ہرات نام زر مستند تھے وزن گھٹا کر زر وضعی بنا دئے گئے چنانچہ اب بھی ان کی یہی حالت ہے۔ مگر فرانس اور دوسرے ان ملکوں میں جو زر سکے میں الاقوامی سمجھوتے میں فریق تھے پچاس سنٹ ایک فرانک اور دو فرانک کے تقرری سکوں کی خالصیت کو ایک سویا ایک سو پینتالیس حصہ فی ہزار گھٹا کر زر وضعی بنا دیا گیا ہے یہ چنداں اجماع نہیں ہے کہ ان دو طریقوں میں سے کس کو اختیار کیا جائے۔ مگر انگریزی طریقہ ہی بشرطیکہ سکے کی خوردگی تکلیف دہ نہ ہو جائے کسی قدر بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض لوگ کانٹے سے سکوں کا وزن کر کے تو اطمینان کر لے سکتے ہیں مگر وصات کی خوبی کو پیشہ ور یا ماہر فلزیات کے سوائے اور کوئی پرکھ نہیں سکتا۔

اس امر کا اظہار بغیر ضروری ہے کہ ایسے سکے جو کسی ملک میں زر وضعی کی طرح قانوناً رائج ہوں غیر ملکوں میں اپنی فلذاتی قدر کے حساب سے قبول کئے جاسکتے ہیں۔

زر قانونی۔ کوئی زر قانوناً بھی تر ہے یا نہیں یا جیسا کہ فرانسیسی کہتے ہیں دیکھنا

یہ ہے کہ زر میں قانونی قوت ہے یا نہیں۔ زر قانونی سے ایسے زر کا مفہوم لیا جاتا ہے جس کو قرض خواہ اپنے ایسے دیون کی ادائیگی جو ملکی زر رائج الوقت کے حوالے سے ظاہر کیا گیا ہو لینے پر مجبور ہو۔ قانون سازی سے ایک بیڑ مقصود معاہدات کی تعبیر کی بے اطمینانی کو رفع کرنا ہے اسی لئے قانون تسکین نے کھلے الفاظ میں دیون زر کی ادائی کے متعلق دیون کی قانونی آمادگی کی تعریف کر دی ہے مثلاً اگر کوئی دیون اپنا قرضہ زر قانونی کی شکل میں پیش کرے اور قرض خواہ لینے سے انکار کر دے تو گو قرض خواہ اپنا دیون پھر طلب کر سکتا ہے اور نالش کی بھی ممانعت نہیں ہے مگر اخراجات نالش کا باوجود قرض خواہ کو برداشت کرنا پڑے گا۔

لیکن اس بات کی کوئی قانونی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ معاہدے یا معاہدات ملکی زر ہی کے حوالے سے منعقد ہوا کریں کیونکہ عام قانون کی رو سے وہ چیزوں کے راست تبادلوے یا کسی قسم زر کے حوالے سے خرید و فروخت کے معاہدات ناجائز نہیں ہیں بشرطیکہ معاہدے کی شرائط صاف اور واضح ہوں چنانچہ قانون تسکین

(نشان ۱۳۳) عہد و کمٹریہ سی ۱۰ کی دفعہ ششم کی رو سے گو ہر معاہدہ خرید و فروخت اور ادائیگی تک۔ نوٹ۔ داد و ستد یا زر کا کوئی اور معاملہ ہو سب کا قانونی اور ملکی زر رائج الوقت کے حوالے سے تکمیل پاتا ضروری قرار دیا گیا ہے تاہم یہ بھی روا رکھا گیا ہے کہ یہ معاملہ اگر برطانوی مقبوضات یا کسی ملک غیر کے زر رائج الوقت کے حوالے سے کمری جائیں تو کوئی قباحت نہیں ہے

اگر ہم نے اس کا مفہوم صحیح سمجھا ہے تو ہر شخص خرید و فروخت یا مبادلہ حسب دلخواہ کسی زریعہ سے کر سکتا ہے اور اس امر کا نشانہ بعض سکے صرف ایک مقررہ تک قانونی ہوں گے محض اسی قدر ہے کہ حکومت ایک مقررہ ذریعہ تبادلہ فراہم کرتی ہے اور ٹھیک بتلا دیتی ہے کہ وہ کیا چیز ہے۔ قانون متذکرہ بالا میں یہ بھی ہے کہ انگریزی زر وہی ہوگا جو اس قانون کی متابعت میں انگریزی دامال ضرب سے جاری ہو مگر ہر قرض خواہ کو یہ اختیار ہے کہ وہ چاہے تو اپنا دیون ایسے زر میں قبول کر لے جو زر قانونی نہ ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کا معاہدہ بھی کسی طرح ممنوع نہیں ہے مثلاً اگر کسی شخص نے سو پونڈ کی حد تک سامان فروخت کرنے اور اس کی قیمت رائگ کے سالم یا نصف پیسوں میں لینے کا معاہدہ کیا ہو تو اس میں بلا شک و شبہ کوئی قباحت نہیں ہے حالانکہ بارہ سے دیا وہ ایک پیس بھی زر قانونی نہیں سمجھا جاتا۔

گو زر قانونی کا ٹھیک مفہوم ہر ملک میں ایک ہی ہونا لازمی نہیں ہے لیکن امور مندرجہ بالا ان تمام ملکوں سے متعلق ہیں جہاں انگریزی قانون کی عملداری ہے۔ عادات کی قوت اور عام رسم و رواج کے اثر کو تا وقتیکہ زمین میں نہ رکھا جائے بہت سے عمرانی مسائل سمجھ میں نہیں آسکتے انھوں میں مضمون زمین تو یہ حقیقت بالکل مطابق ہوتی ہے۔ تاریخ سے

اجرا کے اندر میں
عادت کا اثر

معلوم ہوتا ہے کہ بار بار یا اقتدار حکمرانوں نے پرانے سکوں کے واپس لینے یا نئے سکوں کے اجرا کرنے کی کوششیں کی ہیں لیکن لوگوں کی عادتیں اور فطرتی احساس خود غرضی قانون اور تعزیرات کی قوت سے بھی بالاتر ثابت ہوئے ہیں۔ اجرا کے ذریعہ بعض صورتوں میں جو واقعات رونما ہوتے ہیں گوان کی توضیح نہیں ہو سکتی

تاہم زر کو استعمال کرنے والوں کے خواص و عادات اور زر کو اٹھار کھنے یا دے ڈالنے میں جو لوگوں کی غرض و غایت ہو کرتی ہے ان کا تجزیہ اور تحقیق کی جائے تو اس مضمون پر بہت کچھ روشنی پڑے گی۔

سب سے پہلے یہ غور کرنا چاہئے کہ سکے رکھنے والے عوام انسان کے بڑے گروہ کا کوئی خاص نظریہ نہیں ہوتا اور یہ مضمون زر کے متعلق کچھ ان کو واقفیت دیتی ہے۔ عام خبریں اور روایتیں ہی ان کی رہبری کرتی ہیں چنانچہ کسی سکے کو قبول کرتے وقت سب سے اہم سوال جو ان کے دل میں پیدا ہوتا ہے یہ ہے کہ اسی قسم کے سکے دوسرے لوگوں نے بھی بلا پس و پیش قبول کئے ہیں یا نہیں حیرت کی بات ہے کہ ناروے کے دور و دراز قطاع میں آجکل قدیم کاغذی ڈالر کی نوٹ کو نئے میں گرفتار کے خوشامطالعائی سکوں پر بھی ترجیح دی جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر لوگوں سے پاس سکے تولنے کے قابل کا نٹا اور باٹ نہیں رہتے اور غیر مانوس سکے کی تندرستی یا قدر قانونی معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہو کر تاؤ بھڑکھ پنے کا اندازہ تو سواے کیمیاوی تجزیہ کرنے والے یا ماہر حکاک کے کوئی کر ہی نہیں سکتا بہت سے مسافروں کو جو نئے سکے ایسے ممالک میں اپنے ساتھ لیکر گئے تھے جہاں ان سے کوئی مانوس نہ تھا لین دین میں بڑا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے چنانچہ جب ہمارے رنگ کے پنس بالکل نئے نئے جاری ہوئے تھے مجھے شمالی ویلز میں چند سکے اپنے ساتھ لیجانے کا اتفاق ہوا وہاں ان کو کسی نے بھی قبول نہیں کیا۔

سکوں کو لوگ عموماً مانوس شکل ہونے کی وجہ سے قبول کر لیتے ہیں اور جو لوگ بالکل ناواقف اور جاہل ہوتے ہیں ان میں تو یہ بات اس درجہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے کہ نئی نیٹی تسکیوں میں پرانی مہر اور نقش کو ہمیشہ یکساں برقرار رکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور بہت سی صورتوں میں تو پرانا سنہ تسکیک ہی نہیں بلکہ کسی متوفی بادشاہ کی شبیہ کو بھی نئے سکوں پر برقرار رکھا گیا ہے چنانچہ میرا تجربہ یہ ہے کہ ڈالر اب تک آسٹریا کی دارالضرب میں مسکوک ہوتا ہے اور نقش و نگار و سنہ ٹھیک وہی ہے جو سنہ ۱۸۰۷ء کی پہلی اجرائی کے وقت تھا کیونکہ شمالی افریقہ کی بعض ریاستوں اور بحر شام کے نواح میں اس سکے کو بہت مقبولیت حاصل ہے۔ برطانوی حکومت نے بھی

ابی سینینا کی ہم شروع کرتے وقت دیسیوں سے لین دین کرنے کے لئے ان ہی سکوں کا ایک بڑا ذخیرہ فراہم کیا تھا۔ اسی طرح میکسکو کے ڈالر بالعموم نقرہ خام سے بھی زیادہ قیمتی سمجھے جاتے ہیں کیونکہ بلاد شرقی میں ان کا لین دین زیادہ آسانی سے ہوتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ عادت کی برتری اور سکے کی اصلی قدر کو جانچنے کے ذرائع کا فقدان ہی پے در پے زر کے استغاثات کا باعث ہوئے ہیں کیوں کہ جلسا ساز اور ان ہی کی طرح بادشاہوں نے بھی یہ معلوم کر لیا ہے کہ نئے سکوں کی وضع اور شکل اگر بالکل پرانے سکوں کے جیسی بنا دی جائے تو لوگ بلاچوں و چراگھٹیا سکوں کو بھی قبول کر لیتے ہیں۔

انگلستان اور دوسرے ممالک کی تسلیک کی تاریخ میں گھٹیا سکوں کی سرکاری و غیر سرکاری اجراء کے غیر دلچسپ اور اکتانے والے واقعات کے بار بار اعادے کے سوا اور کیا رکھا ہے البتہ کہیں کہیں زر کے معیار کو بحال کرنے کی قابل تعریف مگر ناماکیا ب کوشتوں کا بھی ذکر آ جاتا ہے۔ عہد کاٹل کے رومن دیناروں کے اجراء میں ایک پوری قوم کی آنکھوں میں خاک جمونے کی جو بار بار مسلسل کوششیں کی گئی ہیں وہ نہایت جہرت انگیز ہیں بلکہ جرمینی رعایا میں چونکہ جلسا سازوں نے ملمع کئے ہوئے دینار جاری کر دئے تھے لوگوں نے بھی ریتی سے رگڑ کر ان کی جانچ کرنا شروع کیا اور رگڑے جو کچا سکوں میں بن جاتا تھا اس کو لوگ اصلی اور جانچے ہوئے سکے کی علامت سمجھنے لگ گئے رومن حکومت نے بھی اپنے نئے سکوں کو اسی قسم کے کوچے و بیکر بنانے کی ضرورت محسوس کی لیکن جلسا ساز بھی ہمت ہارنے والے نہ تھے انھوں نے بھی ملمع کئے ہوئے دینار بالکل اسی طرح کوچے و بیکر بھیلادئے جن میں بظاہر اندرونی دھات عمدہ نظر آتی تھی۔ اس وضع کے کوچے دئے ہوئے جعلی سکے اب تک عجائب خانوں کی الماریوں میں رکھے ہوئے نظر آتے ہیں۔

قانون گریٹسم اگر سکوں کی شکل میں بظاہر کوئی تفاوت نہ ہو تو عوام الناس بالعموم قانون گریٹسم ایک سکے کا دوسرے سے امتیاز نہیں کرتے۔ مگر بیکر صرف شاہ اور دھات کی تجارت کرنے والوں کی مختصر جماعت اس قسم کے فرق سے ضرور باخبر ہوتی ہے اور جانتی ہے کہ اس وجہ سے کیونکر فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے

یہی لوگ تو سکون کو گلا کر، یا ایسے ملکوں کو برآمد کر کے جہاں جلد یا بدیر ان کی گداخت ہو جاتی ہے بے سک کر ڈالتے ہیں۔ کچھ سکے تو سمندر کی نذر ہو جاتے ہیں یا گم جاتے ہیں اور کچھ مقدار ایسے مسافروں کے ساتھ پر دیں چلی جاتی ہے جو پہلے سے سکون کی فکری قدر کی ٹھیک تحقیق نہیں کر لیتے مگر کثیر اور بیشتر حصہ مستند تسلیک کا چلن سے ایسے لوگ نکال لیتے ہیں جو اس بات سے واقف ہیں کہ دار الضرب سے جو حال حال میں نئے اور بھاری سکے نکالے ہیں ان کو جن کر رکھ لینے میں فائدہ ہو گا۔ اسی طرح اُس عادت کی ابتدا ہوتی ہے جس کا آجکل انگلستان میں بڑا دور دورہ ہے جس کو عام زبان میں سکون کا چھٹنا یا چھانٹ لینا اور اصطلاح میں گارنٹنگ یعنی مطلب کی چیز کا اخذ کر لینا کہتے ہیں جیسے ہی لوگوں کو موقع ملتا ہے لوگ نئے اور اچھے سکون کو تو گداخت کر لیتے ہیں اور پرانے فرسودہ سکون کو چلن میں پھر شریک کر دیتے ہیں۔ ان ہی واقعات کی بنا پر ہم کو ایک نام قانون یا اصول اجراء کی اہمیت اور حقیقت معلوم ہوتی ہے جس کو مسٹر میک لیڈ نے بڑی مناسبت سے سر تھامس گریشم کے نام پر جن کو اس کی حقیقت تین صدی پیشتر معلوم ہوئی تھی قانون یا نظریہ گریشم سے موسوم کیا ہے۔ قانون گریشم مختصراً یہ ہے کہ بڑا زر تو اچھے زر کو چلن سے خارج کر دیتا ہے لیکن اچھے زر میں برے زر کو خارج کرنے کی قابلیت نہیں ہوتی اس لیے اگر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو ایک بین تضاد معلوم ہو گا کہ جب نئے خوشنما اور ٹھیک وزن کے سکے دار الضرب سے نکلتے ہیں تو لوگ چلن میں پرانے اور گھٹیا سکون کو ترجیح دیکر کیسے قائم رکھتے ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ اسی وجہ سے زر کی اصلاح میں بھی خواہاں ملک نے جب کبھی کوشش کی ہے سود مند ثابت نہیں ہوئی۔ حکومتوں نے بے سود بڑے بڑے خسارے برداشت کئے اور وہ مدبر جنھوں نے علم زر کے اصولوں پر کبھی غور نہیں کیا تھے ساجران اور سرگردان ہوتے رہے۔

دوسرے تمام معاملات میں تو خود غرضی سے ہر شخص بری شے کو ناپسند اور اچھی چیز کو اختیار کیا کرتا ہے لیکن زر کے معاملے میں اس کے برعکس کیفیت پائی دگرگوں معلوم ہوتی ہے۔ یہاں بری چیز تو رکھ لیتے ہیں اور اچھی چیز کو علحدہ کر دیا جاتا ہے۔

اس کی توجیہ بالکل آسان ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ عام لوگ فی الاصل اچھی چیز سے کمنا کر کش نہیں ہوتے بلکہ ملے اور بھاری سکوں کو یکساں بلا پس و پیش دست بدست منتقل کرتے رہتے ہیں کیونکہ ان کی نظروں میں زر ذریعہ تبادلہ کے سوائے اور کچھ نہیں مگر وہ لوگ جو ملکی سکوں کی گداخت اور برآمد یا ان کو خلی کر نایا ذخیرہ کرنا چاہتے ہیں یا ورق طلا بنانے کی غرض رکھتے ہیں وہ تو ضرور عمدہ اور بھاری سکے ہی ان اغراض کے لئے منتخب کریں گے۔

مسٹر ہربرٹ اسپنسر کی خانگی کاریگوں کے ذریعے سے زر کی فراہمی کی تجویز کی جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں صرف قانون گریشم ہی سے بخوبی تر وید ہو جاتی ہے کیونکہ جو لوگ فرینچر کتب یا لمبوسات کے خواہشمند ہیں ان سے تو یہ توقع کیا جاتی ہے کہ اپنی مقدور کے موافق ضرور بہترین شے کا انتخاب کر لیں گے اس لئے کہ وہ چیز انہی کو رکھنی یا استعمال کرنی پڑیں گی لیکن بڑا مبالغہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ زر رکھنے کے لئے تو وضع ہوا نہیں اور نہ اس کو اپنے ہی جیب میں رکھنے کی ضرورت ہے اس کو تو دوسروں کی جیبوں میں منتقل کرنا ہے پس جس قدر برے سکے ہم اپنے ہمایوں کو قبول کرنے پر آمادہ کریں اسی قدر ہمارا فائدہ ہے۔ اسی وجہ سے زر فلزی میں انتخاب کا ایک قدرتی میلان ہوتا ہے جس کی روک تھام صرف حکومت کی سخت اور دائمی نگرانی ہی سے ہو سکتی ہے۔

زر کی تنظیم میں قانون گریشم کی بدولت احتیاط کی دو باتیں اخذ کی جاسکتی ہیں پہلے تو یہ کہ دارالضرب سے جو سکے جاری ہوں وہ حتیٰ لامکان مستند وزن کے ہوں اگرچہ ورنہ تھوڑا سا تفاوت برآمد کرنے والوں یا خام دھات بیچنے والوں کے لئے بڑی منفعت کا سبب ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ گھٹیا اور کم وزن سکوں کو فوراً واپس لینے کی معقول تدبیر اختیار کرنی چاہئیں۔ ورنہ زر وضعی کی حیثیت سے مدت مدید تک ان کا چلن ہوتا رہے گا۔ چونکہ تمام تجارت متساوی القدر اشیاء کے مبادلوں پر مبنی ہوتی ہے اس لئے خاص زر میں بھی دھات کی مقدار اس قدر ٹھیک اور برابر ہو کہ عام اشخاص ہی نہیں بلکہ دھات فروش تک اور صراف بھی بلا پس و پیش ان کی داد و ستد کے لئے آمادہ رہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ اصول ایسے

سکون سے متعلق نہیں ہے جو زر وضعی ہوں۔ کیونکہ اس کی مقررہ قدر فنانسی قدر سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور بیوقوفی سے اگر کوئی زر وضعی سے دوسرا کام لینا چاہے تو وہ تفاوت کی حد تک گھالے میں رہے گا اسی وجہ سے جب تک کہ بے فکری سے اس کا لین دین ہوتا رہے سکے وضعی کا وزن کچھ اہمیت نہیں رکھتا اور مقررہ وزن سے موجودہ وزن کم ہونے کی وجہ سے قلب ساز کو بھی کوئی ترغیب و تحریص نہیں ہوتی۔

انگلستان میں اچھل عادت کے اثر اور سکون کے امتیاز کے ذرائع کی عدم موجودگی کی وجہ سے طلائی تسلیک ستندیں بوجہ فرودگی کم قدری (Aberasion Depreciation) - ہوتی جا رہی ہے۔ ساورن قانوناً اسی وقت ساورن کہلاتا ہے جب کہ اس کا وزن ۱۲۲.۵ گرین سے زیادہ ہی رہے مگر بعض اوقات باوجودیکہ ساورن کی فلزی قدر دو چار ہی نہیں بلکہ چھ چھ اور آٹھ آٹھ پیش بھی کھٹ جاتی ہے لوگ معمولی تجارت میں بے پرواہی سے ان کا لین دین کرتے رہتے ہیں اس طرح گویا ہر سکے ستند میں فرسودہ اور کھٹیا ہو کر زر وضعی بن جانے کا میلان رہتا ہے اور صرف گورنمنٹ ہی ایسے سکون کو چلن سے واپس لے سکتی ہے۔

قانون گرتیم کی توسیع

قانون گرتیم میں برے زر کو خارج کرنے میں اچھے زر کی ناقصیت کا ذکر ہوا ہے وہ صرف ایک ہی دھات کے سکون کے متعلق تھا لیکن ابی اصول ان تمام اقسام زر کے تعلقات پر بھی حاوی ہے جہاں ایک ہی وقت میں جاری اور رائج ہوں۔ خواہ سونے کا چاندی سے مقابلہ کیجئے یا چاندی کا تانبے سے یا سونے کا زر کاغذی سے سب اسی اصول کے تابع ہوں گے یعنی چلن میں نسبتہ ارزاں ذریعہ میاں دلہ قائم رہے گا اور گراں غائب ہو جائے گا۔ اس کی انتھائی مثال جاپانی نظام زر میں پیدا ہوئی تھی۔ ۱۸۵۷ء میں جب کہ ممالک متحدہ اور انگلستان و جاپان کے مابین معاہدہ ہو کر جاپان کی تجارت یورپ و امریکہ کے لئے آزاد ہو گئی اس ملک میں ایک بالی عیب نظام زر رائج پایا گیا۔ وہاں کا سب سے بیش قدر سکے کو جنگ تھا جو ایک سو فیصد کی دوا بچ لے اور سوا پنج چوڑے بیضوی شکل کے قرص ہوا کرتے تھے جن کا وزن

دوسو گزین اور نقش و نگار بالکل ابتدائی اور ادنیٰ قسم کا تھا جاپانی شہروں میں تو اس کی قیمت چار فکری اٹنری بو کے برابر تھی لیکن انگریزی زر کی نسبت سے اس کی قیمت اٹھارہ شلنگ پانچ پنس ہو کر تھی تھی حالانکہ خود فکری اٹنری بو صرف ایک شلنگ چار پنس ہی کے برابر تھا۔ اس طرح جاپانی اپنے طلائی زر کی دھات کو اصلی قیمت کے (یعنی جو دنیا بھر میں سونے کی تھی) صرف ایک شلٹ پر محسوب کر رہے تھے چنانچہ سب سے پہلے فرنگی تاجروں کو اس طرح فائدہ اٹھانے کا خوب موقع ہاتھ آگیا۔ وہ کوہنگ کو ویسی شرح تبادلہ پر خرید کر اپنے زر کو سہ چند کر لیا کرتے تھے مگر آخر کار دیسیوں کی بھی آنکھیں کھلیں اور انھوں نے فوراً باقی ماندہ طلائی سکے چلن سے اٹھا لئے۔ اب تو ہانگ کانگ کی انگریزی دارالضرب جاپانیوں نے خرید لی ہے اور اپنے زر کی مکمل اصلاح کر رہے ہیں۔

جوابات جاپان میں بدرجہ انتہا وقوع پذیر ہوئی انگلستان اور دوسرے فرنگی ممالک میں بھی کم و بیش ہوتی رہی ہے۔ تسکیک میں سونے اور چاندی کی قانونی نسبت اور ان کی تجارتی تناسب میں (اگر صرف ایک یاد وہی فیصدی کا تفاوت ہو جائے تو ظاہر ہے کہ ایک دھات کو بجائے دوسری کے برآمد کرنے میں فائدہ ہو گا چنانچہ جیسا کہ ہم آگے چلکر بیان کریں گے۔ فرانس میں ۱۸۷۹ء اور ۱۸۷۹ء کے درمیانی زمانے میں چینی زر کا ایک معتد بہ حصہ چاندی سے سونے میں منتقل ہو گیا یعنی سونے کے سکوں نے چاندی کے سکوں کی جگہ لے لی۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ کئی ملکوں کی تسکیک کی نوعیت اسی طرح قرار پائی ہے یہی وجہ ہے جو انگلستان اور ممالک متحدہ نے خاص زر طلائی اختیار کیا ہے یہ باور کرنے کی بھی معتد بہ وجہ ہیں کہ روماس کے جمہوریت اور شہنشاہیت کے زمانوں میں چاندی اور تانے میچے کے زر میں باقاعدگی اور نظم قائم کرنا بہت دشوار معلوم ہوا اور طلائی سکوں کے شیوع و اجراء سے اس پیچیدگی اور دشواری میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

نواں باب

نظام ہائے زر فلزاتی

اب ہم ان مختلف نظام ہائے زر فلزاتی کی تنظیم اور ساخت کی جو ساتویں میں تھے یا اب موجود ہیں یا جن کا وجود ممکن ہے تحقیق اور تجزیہ کر سکتے ہیں۔ ان نظامات کی تعداد جو فی الواقع اختیار کئے گئے ہیں۔ اس سے بہت بڑھ کر ہے جو بالعموم قرض کی جاتی ہے اور گوسو میو کوریل سینویل نے بعض خاص نظامات کا کسی قدر تشفی بخش تذکرہ کیا ہے اور شیو بلیئر و گارنیر و دیگر مصنفین یورپ و انگلستان نے ان کو کسی قدر ترتیب سے بیان بھی کیا ہے لیکن ان سب کی کوئی سو قبول ترتیب و تفریق کہیں جاری نظر سے نہیں گذری۔ اس لئے یہاں ایک کم و بیش مفید اور کارآمد نظام زر کی ساخت میں دو یا زیادہ دھاتوں کو استعمال کرانے کے جو ممکنہ طریقے ہو سکتے ہیں ان پر ایک غائر نظر ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

زر فلزی کے اہتمام میں گورنمنٹ یا پنج طریقوں پر عمل پیرا ہو سکتی ہے۔

- ۱۔ ایک تو یہ کہ گورنمنٹ صرف باٹ پیمانے کا ایک نظام مہیا کرے اور پیش قیمت دھاتوں کو مثل دوسری چیزوں کے قومی اوزان اور پیمائشوں کے حوالے سے ایسی اشکال میں جو انفرادی طور پر لوگوں کے لئے باعث سہولت ہوں دست بدست منتقل ہو۔ تے رہنے کی اجازت دے۔ اس طریق کو ہم نظام زر فلزی کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ بار بار وزن کرنے کی وقت سے بچنے اور دھاتوں کی خوبی کی بے اطمینانی رفع کرنے کے لئے کھراپ اور اوزان مقرر کر کے ایک یا زیادہ دھاتوں کے سکے بنادے اور لوگوں کو ان سکوں سے جس کسی کے حوالے سے وہ مناسب سمجھیں اپنے معاہدات کی تکمیل کرنے دیا کرے اس طریقے کو غیر محدود نظام زرعدوی کا نام دیا جاسکتا ہے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ متعدد دھاتوں کے مختلف سکے ضرب کئے جائیں اور غلط فہمیوں کے سد باب کے لئے یہ حکم دیدیا جائے کہ تمام معاہدات جو ملکی زر رائج الوقت کے حوالے سے مرتب ہوں تاوقتیکہ ان میں کوئی خاص شرط نہ ہو یہی سمجھا جائے گا کہ اس سے مراد ایک مخصوص دھات کا خاص سکہ ہے اور دوسرے سکے اس مخصوص سکے کے حوالے سے اپنی اپنی بازاری شرح سے چلتے رہیں گے۔ اس نظام کو زر قانونی کہہ سکتے ہیں۔

۴۔ چوتھے یہ کہ گورنمنٹ دو یا زیادہ دھاتوں کے سکے جاری کر کے یہ حکم دے کہ ان میں سے کسی ایک یا دوسرے سکوں میں معاہدات زر کی تعمیل قانون کی مقرر کردہ شرح سے کی جائے۔ یہ متعدد زر قانونی کا نظام ہے۔

۵۔ پانچویں یہ کہ کسی سکہ کو ایسا خاص زر قانونی قرار دیکر جس کے حوالے سے تمام بڑے معاہدات زر کی تعمیل ہونا لازم ہو اور دوسری دھاتوں کے سکوں کو بھی محدود مقداروں میں خاص سکے کی مقررہ مساوات سے قبول کرنے کا حکم دیا جائے۔ اس نظام کو مشترک زر قانونی کا نام دیا جاسکتا ہے۔

زر و زنی

اجس ترتیب سے ہم نے خاص خاص نظامات زر کی ابھی تفصیل بتلائی ہے وہ صرف منطقی سلسلہ ہی نہیں بلکہ ایک تاریخی سلسلہ ترتیب بھی ہے جس کے موافق مختلف نظامات زر کا شیوع اور اجراء ہوا ہے چنانچہ کثیر ثبوت اس بات کا موجود ہے کہ سادہ زر و زنی ہی اولین نظام زر تھا اور نہ اس میں شبہ کی گنجائش ہے کہ ترازو کی اختراع کے قبل دھات کے ڈالے اور ڈلیوں کے وزن اور جسامت کا تخمینہ اندازہ کر کے تبادلہ کیا کرتے تھے مگر بعد تمام اہم معاملات میں تیراز داو باٹ ایک ضروری چیز

ہو گئے چنانچہ توریت میں ایسے بہت سے تذکرے پائے جاتے ہیں جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قدیم یہودی زر کا لین دین وزن سے کیا کرتے تھے۔ جنہیں (Genesis xxiii:16) میں ابراہیم علیہ السلام کا عفران کو پانڈی کے چار سو شکل جو تجارت میں عام طور پر رائج تھے، تول کر دینے کا ذکر آیا ہے مگر اس پانڈی کو سکہ نہ سمجھنا چاہئے کیونکہ یہ ڈلوں یا کڑوں پر مشتمل ہو کر تھی اسی طرح صحیفہ یوٹ (xxviii:15) میں مذکور ہے کہ عقل سونے سے نہیں خریدی جاسکتی اور نہ اس کی قیمت میں چاندی تول کر دی جاسکتی ہے۔

ارسطو اپنی کتاب "سیاسیات" کے پہلے مقالے کے نویں باب میں زر کی ابتدا کے متعلق اپنے قیاس کا ذکر کرتے ہوئے صاف بیان کرتا ہے کہ اول اول وزن یا جسامت سے دھاتوں کا لین دین ہوتا تھا اور پلاٹینی بھی اس کی تائید کرتا ہے اس کی صحت کا یقین اور اس کی مزید تائید اس عجیب واقعے سے بھی ہوتی ہے کہ غلاموں کی خرید و فروخت کے وقت رومہ الکیرا کے بازاروں میں تکمیل ضابطہ کے لئے ترازو ساتھ رکھنے کا رواج باقی تھا حالانکہ اس تجارت میں اس کی کچھ بھی ضرورت نہ تھی۔

اس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ابتداً ہر نظام تسکیم نظام اوزان کے مطابق ہو کر رہا تھا اور قدر کی اکائی کسی منتخبہ دھات کے وزن ہی کی اکائی ہو کر رہی تھی۔ انگریزی پونڈ یقیناً مستند اسٹرلنگ چاندی کا ایکس پونڈ ہوتا تھا مگر چونکہ سکے کے لئے یہ مقدار بہت زیادہ تھی اس لئے اس کو ہم ۲ پنیوں میں تقسیم کر دیا گیا اور ہر پنی کا وزن ایک پینی ویٹ قرار پایا انگریزی اور اسکاچ پونڈ اور فرانسیسی لیو ایک بین الاقوامی عمومی زر اور نظام اوزان کی یادگار ہیں جن کی ابتدا شارل مین سے منسوب کی جاتی ہے لیکن رفتہ رفتہ ان میں اختلاف ہوتا گیا اور کسی نہ کسی ملک میں گھٹیا سکے بننے لگے اس لئے وہ عمومیت جاتی رہی۔ شکل - ٹالکٹ - ایڑ - سیڑ - لیڑ - مارک اور فرانک وغیرہ کی طرح اور بھی قدر کی بہت سی خاص اکائیاں وزن ہی کی اکائیاں تھیں۔

پرانے عہد نامے میں زر کا مفہوم تین مقامات پر عبرانی لفظ قسط سے

ادا کیا گیا ہے جس کا پہلے مترجموں نے تجبیر ٹی ترجمہ کیا ہے اس سے اس واقعے کا ایک اور ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ پہلے مولشی ذریعہ مبادلہ کی طور پر متعل رہے ہیں۔ لیکن میرے سے فاصلہ دوست پر و فیسر تھیو ڈورس بیان کرتے ہیں کہ قسط کا یہ ترجمہ ایک اتفاقی غلطی کی بدولت ہو گیا ہے ورنہ دراصل قسط کے معنی ایک مقررہ وزن یا ٹھیک مقدار کے ہوتے ہیں خاصہ اسی لفظ کے مشابہ عربی میں قسط کا لفظ ہے جس کا معنی تراویز کے ہوتے ہیں۔

بہت سے طبقات بنی نوع میں اب تک زر وزنی کا طریق باقی ہے مثلاً سلطنت برٹانیا میں سونا چاندی اور سیسائیہ تین دھاتیں رائج ہیں اور تمام ادائیاں تول تول کر کی جاتی ہیں۔ چاندی کے وزن کی اکائی کو ٹینکل کہتے ہیں۔ گو سلطنت چین اور کوچن چائنا میں دراصل کاش یا ساپک سکوں کا زر قانونی رائج ہے تاہم سونے اور چاندی کو تول تول کر بھی کام میں لاتے ہیں اور وزن کی اکائی ٹائل کہلاتی ہے۔ ملک چین کے زر کا ایک نہایت دلچسپ تذکرہ ایم۔ بی۔ کاونٹ روشنی شوارٹ کا جنرل ڈی الٹامسٹ (Vol. xv p. 103) میں پایا جاتا ہے مصنف مذکور کہتے ہیں کہ سونا اور چاندی ہر دو ایک شے تجارتی سمجھے جاتے ہیں۔ ان پر کوئی مشہور اور مقبر مہر اور دھات کے کھربے پن کے اطمینان کے لئے گورنمنٹ کی کوئی علامت ثبت نہیں رہتی۔ مسافروں کو یہ دھاتیں اپنے ساتھ رکھنی پڑتی ہیں کیونکہ کاش کے توڑوں کی اگر کافی مقدار رکھنی ہو تو ڈھونے کے لئے چھکڑے بھی ساتھ لینے پڑیں گے۔ مگر سونے اور چاندی کے مبادلہ میں جھوٹی ترازو اور کھوٹے اوزان اور دھاتوں کی ناقابل اعتبار خوبی کی وجہ سے مسافروں کو یقیناً بڑا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے کیونکہ سونے کا ٹائل خریدتے وقت تو شاید اٹھارہ ٹائل چاندی دیتی پڑے گی لیکن اس کو بیچتے وقت اکثر چودہ ٹائل سے زیادہ چاندی نہیں ملتی۔ محواہ اس طریقہ میں کتنی ہی دشواریاں ہوں تاہم زر وزنی ایک بالکل ضروری اور قدرتی نظام معلوم ہوتا ہے چنانچہ جب کبھی سکے فرسودہ ہو جاتے ہیں یا مختلف سکوں کا خلط ملط ہو جاتا ہے یا حکومتوں کے زوال و انقلاب یا دوسرے اسباب کی وجہ سے اچھے اور باقاعدہ نظام نہ رہی لوگوں کو بھروسہ

باقی نہیں رہتا عوام الناس اسی طریقہ کو اختیار کر لیتے ہیں۔ گواہیگوں سکین فرم میں چاندی کی پینی کا وزن ایک پینی ویٹ سمجھا جاتا تھا تاہم ان سکوں کا وزن ضرور کر لیتے تھے اس طرح گویا اتلاف اور فرسودگی کا معاوضہ اور غیر صحیح جعلی تسلیک کا سبب دہینے کا رواج تھا۔ آئیز کا وزن پہنچنے تو رومی پونڈ کے برابر تھا مگر اس کا وزن رشتہ رشتہ کم کر دیا گیا یہاں تک کہ پہلی پیونک جنگ کے وقت دواونس سے بڑھ کر نہ تھا اور دوسری پیونک جنگ کے وقت تو گھٹ کر صرف ایک ہی اونس رہ گیا تھا۔ اس لئے قدرۃ لوگوں نے بھی اس دھات کو وزن کر کے لینا شروع کیا چنانچہ آئیز گرہو ایسا زر تھا جس کی داو و ستد بچاے عدد کے وزن سے ہونے لگی تھی آجکل بھی زر وزنی جتنا کہ سمجھا جاتا ہے اس سے بہت زیادہ مستعمل ہے بہت سے ممالک میں زر سونے چاندی اور تانبے کے متعدد پراسے اور مستقر سکوں پر مشتمل ہے جو غیر ملکوں سے آگئے ہیں اور جن کی فرسودگی۔ کٹا کسر اور گھٹوت کی مقداریں مختلف ہوتی ہیں ایسے ملکوں میں نقصان اور دھوکے سے بچنے کے لئے سکوں کو تول لینے سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا نقش اور ہر حصہ دھات کی خوبی کے ضامن سمجھے جائیں۔ بڑی بڑی بین الاقوامی مہامنتوں میں اب بھی زر وزنی ہی خاص طریقہ ہے کیونکہ زر قانونی سے متعلق جو گورنمنٹ قواعد اور ضابطے نافذ کرتی ہے وہ ملکی حدود کے باہر موثر نہیں ہوتے اور چونکہ ہر قسم کے سکوں میں کمی بیشی۔ فرسودگی اور وزن کی بے اعتباری کا پیدا ہونا لازمی ہے اس لئے سکے دھات کے وزن کے لحاظ سے قبول کئے جاتے ہیں ان غیر ممالک کے سکوں کو جو باقاعدہ ٹکسوں سے جاری ہوتے ہیں نمبر گداخت کے صرف وزن ہی سے لے لیا جاتا ہے مگر ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے سکوں کو جنہوں نے کبھی کبھی کم قدر سکے بھی بنائے ہیں گداخت کی جاتی ہے اور محض خام دھات تصور ہوتے ہیں

انتظام زر میں سہل ترین طریقہ حکومت کے لئے یہ ہے کہ سکے کے ابتدائی مفہوم کو پھر اختیار کر کے سونے چاندی اور تانبے کے ٹکڑوں کو جو وزن کی اکائیوں کے برابر صدقہ ہوں جاری کرے

غیر محدود
زر عددی

اور عام لوگوں کو ان دھاتوں میں سے جس کے حوالے سے چاہیں معاہدات اور خرید و فروخت کرنے دیا کرے اس قسم کے مصدقہ دھات کے ٹکڑے بھی گویا مثل دیگر اشیا کے پائندگی کی اشکائے تجارتی ہو جائیں گی اور یا ہدیہ گرا اپنی ذاتی قدر پر چلتی رہیں گی۔

قانون نقرہ میڈورسنہ سے فرانس کی انقلابی حکومت کا منشا بھی اسی قسم کے نظام زر کا قیام تھا۔ مگر یہ قانون بے اثر رہا۔ غایت یہ تھی کہ دس دس گرام کے سونے چاندی اور تانبے کے قرص اجرا میں شامل کر دئے جائیں اور ان کے چلن میں کوئی قاعدہ یا ضابطہ مقرر کرنے کی کوشش ہی نہ کی جائے۔ ہم گارنیر نے بھی و اگر ہم نے اس کا مفہوم صحیح سمجھا ہے) ایک تجویز تقریباً اسی قسم کی پیش کی ہے یعنی یہ کہ پانچویں کے ایک گرام سونے کو قدر کی اکائی قرار دیکر ایک ڈیوایچ، آٹھ، اور دس گرام کے سکے ضرب کئے جائیں اور ساتھ ہی ساتھ مستند چاندی کے سکوں کو بھی جو گرام ہی کے اضعا ہوں بدستور چلنے دیا جائے۔ ہم شولیکار مجوزہ بین الاقوامی نظام زر بھی ایک حد تک اسی اصول پر مبنی ہے کیونکہ وہ سکے خاص میں سونے کا وزن دس گرام ہو نا ضروری سمجھتے ہیں مگر جیسا کہ مشہور بیچ ہاٹ نے کہا ہے عام لوگوں کی بڑی جماعت کے لئے سکوں کا نظام اوزان کے مطابق ہونا کوئی خاص فائدہ کی بات نہیں ہے کیونکہ بہت سے لوگوں کو تو سکے کا وزن دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی وہ صرف اس قدر معلوم کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ کسی نقرئی سکے میں کتنے ہوتے ہیں یا اطلائی اسکے میں کتنے نقرئی سکے آئیں گے۔ اب اگر ہم شولیکار کی تجویز پر تمام و کمال عمل کیا جائے اور تمام سکوں کو گرام کے اضعا فی وزن کا بنایا جائے تو گویا ہم لوگوں کو ہر معاملت میں ہمیشہ شکل اور پیچیدہ حسابی عمل کرنے پر مجبور کرتے ہیں کیونکہ کوئی شخص یہ ٹھیک دریافت کئے بغیر کہ نقرہ کے بازاری نرخ کے حساب سے دس گرام کے طلائی سکے میں کتنے دس گرام والے نقرئی سکے آتے ہیں صحیح بدل دے گا (دھوہ) ہی نہ دے سکے گا اس حساب کے لزوم سے نہ صرف دشواری اور نفیج اوقات ہوگی بلکہ وائف کاروں اور بیٹے بازوں کا علا فائدہ ہوگا اور غریب ناواقف لوگ

گھائے میں رہیں گے۔

ہم کو یقین ہے کہ اسی بدیہی نقص کی وجہ سے مندرجہ بالا نظام زر پر کسی گورنمنٹ نے عمل پیرا ہونا مناسب نہ سمجھا۔ تاہم مختلف ملکوں کے سکوں کے باہم خلط ملط ہو جانے لگی وجہ سے دنیا کے بہت سے ملکوں میں تقریباً اسی نوعیت کے نظام زر معرض وجود میں آگئے ہیں اور بہت ساری ایسی نیم مستدن قویں میں جن کی کوئی قومی بحال نہیں تجارت میں اوپر اُدھر سے جو سکے ان کے ہاں آجاتے ہیں یہ لوگ انہی کو کام میں لاتے ہیں چنانچہ مغربی ساحل اوقیانوس پر گواسپیٹی ڈالر ایک عام اور مشہور سکے ہے لیکن ڈنمارک فرانس اور ہالینڈ کے سکے بھی چلتے ہیں۔ اسی طرح جنوبی امریکہ کی کئی ریاستوں کے نظام زر بہت پیچیدہ اور امریکن "ایگل" "طلائی ڈبلون" "نقری ڈالر" انگریزی ساورن اور پیاسٹر پر مشتمل ہیں جن میں کبھی کبھی ملکی گھسالیوں کے جاری کئے ہوئے کم و بیش گھٹیا سکے بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ بعض برطانوی مقبوضات میں بھی یہی کیفیت پائی جاتی ہے چنانچہ برطانوی جزائر غرب الہند میں جہاں اسپینی ڈالر معیار قدر سمجھا جاتا ہے اور دوسرے تمام سکوں کی قدر اسی کے حوالے سے ظاہر کی جاتی ہے انگریزی زر کے ساتھ ساتھ امریکا، میکسیکو، اسپین و نیز دیگر ممالک کے ڈالر بھی رائج ہیں۔ ممالک مشرقی میں بھی ایسا ہی سکوں کا خلط ملط موجود ہے چنانچہ سنگاپور میں اسپینی اور میکسیکو کے ڈالر کے ساتھ ساتھ ہندوستانی روپیوں کا بھی چلن ہے گو ایران میں ملکی تسکیک ہے مگر کچھ ایسی بھدڑی اور سکوں کا وزن کچھ ایسا ناقابل اعتبار ہے کہ باٹ اور کانٹے کا استعمال ضروری سا ہو گیا ہے حالانکہ آسٹریا، روسی اور ترکی طلالی سکے عدد سے چلتے ہیں۔ بہت سی اعلیٰ نظم و نسق کی حکومتوں نے بھی غیر ملکی سکوں کا رواج جائز ہی نہیں رکھا ہے بلکہ ان کے چلن کو بہت کچھ ترقی دی ہے مثلاً جرمنی میں فرانسیسی اور انگریزی سکے جات طلالی ایک سلم اور مقررہ شرح سے قبول کر لئے جاتے تھے۔ ممالک متحدہ میں بھی ۱۸۳۳ء کے قانون سے اسپینی۔ فرانسیسی انگریزی نیز میکسیکو اور دوسرے ملکوں کے طلالی سکوں کا چلن جائز قرار دیا گیا تھا گو افزوری ۱۸۷۱ء کے قانون سے یہ منسوخ ہو گیا ہے تاہم اس کی رو سے بھی محکمہ جات سرکاری ہیں

غیر ملکی سکے قبول کئے جاسکتے ہیں۔

انگلستان میں ہم نے کئی پشتوں سے ایک خالص نظام زر سے استفادہ کیا ہے اس لئے بہت سی مختلف قدر کے مسکوکات کے خلط ملط ہو جانے سے جو پیچیدگی اور دشواریاں پیدا ہوتی ہیں ان کا ہم کو احساس نہیں ہے تاہم اس ملک میں بھی اٹھارویں صدی کے اوائل میں کچھ عرصے تک اسپینی ڈالراجو ۱ میں شامل رہے ہیں۔ گذشتہ صدیوں میں آج کل کی نسبت سکوں کی خلط ملط بہت زیادہ عام تھی۔ کوئی ملک ایسا نہ تھا جس کے زر میں غیر ملکی اجنبی کے شامل نہ ہو گئے ہوں چنانچہ تجارت کے متعلق کوئی پرانی کتاب ایسی نہ ملے گی جس میں ان سکوں کی جو تاجروں کو ملا کرتے تھے نہ ہشتیں اور تبادلے کی شرحیں درج نہ ہوں۔ اور صرف ان تو ایک عام اور بڑا منفعت بخش پیشہ سمجھا جاتا تھا۔

یہ ذہن نشیں رہنا چاہئے کہ نظام زر عددی اسی وقت تک قائم اور جاری رہ سکتا ہے جب تک کہ نقش و نگار کی تازگی اور صفائی سے سکوں کا پورے وزن کا ہونا مانا جائے اور مقررہ شرح سے لوگ ان کو قبول کرتے رہیں۔ تقری ڈالر چونکہ بڑا ہوتا ہے اور رنگ بہت کم کھاتا ہے اسی لئے لوگ مختلف اقسام کے ڈالروں کو ٹھیک مقررہ شرحوں سے قبول کرنے لگ جاتے ہیں اسی وجہ سے گرم مالک میں ڈالر صدیوں سے عملاً بین الاقوامی زر بنا رہا ہے لیکن جو بھی سکوں میں فرسودگی اور دست اندازی کے آثار نمودار ہوتے ہیں ان کا چلن وزن پر محدود ہو جاتا ہے اور یوں ہم پھر ابتدائی نظام زر پر اتر آتے ہیں۔

یہ غیر ہر راگ نے اس نظام کو جس میں کوئی ریاست دو یا زیادہ دھاتوں کے سکے جاری کرتی ہے اور ان کو بحساب عدد دان دھاتوں کے بازاری نرخوں کے تناسب سے چلنے دیتی ہے نظام متوازی المعیار کے نام سے موسوم کیا ہے اور کچھ نئی مثالیں بھی دی ہیں مثلاً سویڈن کا تقری رُکس ڈالرجو اندرون ملک رائج ہے اور جس کے ساتھ بین الاقوامی داد و ستد کے لئے طلائی ڈاکٹ استعمال ہیں اسی طرح ہندوستان کی گورنمنٹ نے بھی متعدد دھاتوں پر موجودہ تقری زر قانونی کے ساتھ ساتھ طلائی معیار متوازی قائم کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ طلائی مہر میں یا اشرفیاں ہندوستان میں

ایک عرصے سے رائج ہیں اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کی تعداد زر مسکوک کا دسواں حصہ ہے ان کا وزن اور خوبی ٹھیک روپیہ کے برابر ہے اور قیمت بالعموم پندرہ روپیہ یا پندرہ روپیہ دس آنے آٹھ پائی ہوا کرتی ہے۔ یہ بالکل قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ جس طریق کو مسٹر فیرمرزاگ نظام متوازی المیار کے نام سے موسوم کرتے ہیں وہ بہ لحاظ حالات یا تو نظام زر عددی غیر محدود کے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے مطابق ہوتا ہے یا ایسے واحد زر قانونی کے مطابق جس کے ساتھ ساتھ مختلف قدر کا کوئی اور زر تجارتی بھی شریک ہو لیکن ہندوستان کا زریقیہ شکل دوم کے تحت آتا ہے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ وقت واحد میں دو مختلف اور متوازی زر مستند رائج ہوں۔ گویا سنتوں کا دو یا زیادہ دھاتوں کو مسکوک کرنا اور رعایا کو ان میں سے کسی ایک کے حوالے سے داد و ستد کرنے دینا کوئی اچھے کی بات نہیں ہے لیکن عموماً ان دونوں میں سے صرف ایک ہی کو قدر کا مستند معیار تسلیم کرتے ہیں۔

مفرد زر قانونی کا نظام | قدرۃ سب سے پہلے زر کے مسکوک کرنے والوں نے جو نظام اختیار کیا وہ مفرد زر قانونی تھا۔ پہلے تو صرف ایک قسم کے یا ایک ہی وزن اور مختلف اوزن کے سکے ہی کافی سمجھے گئے

مثلاً لوہا چھوٹی سلاخوں کی شکل میں لیسیدیمون اور غالباً دوسری قیم ریاستوں میں واحد زر قانونی تھا اور روم میں یقیناً ایک عرصے تک ایتر ہی زر قانونی رہا ہے چین میں تو اب تک پیمانہ قدر و نیز زر قانونی پتیل کے کاش یا ساپک ہی ہیں جن میں ڈورڈا لکر ہزار ہزار کے توڑے بنا لئے جاتے ہیں۔ انگلستان میں بھی اگر بٹ کے عہد سے لیکر ایڈورڈ سوم کے عہد تک باستثنا چند چھوٹے طلائی سکوں کے صرف چاندی ہی مسکوک ہوتی رہی اور وہی تہا پیمانہ قدر اور زر قانونی سمجھی جاتی تھی اور پنی کے سوائے اس کے کوئی اور قسم کے سکے بہت کم ضرب ہوتے تھے اسی طرح سویڈن اور روس میں بھی اٹھارویں صدی کے اوائل تک صرف تانبہ ہی زر قانونی رہا ہے۔

ایک دھاتی زر میں سادگی اور اطمینان کی بڑی سہولتیں ہیں۔ ہر شخص کو ٹھیک معلوم رہتا ہے کہ اس کو کس قدر لینا یا دینا ہے اور جب سکے ایک ہی جسامت

یا چند جسامتوں کے ہوں جیسا کہ قدیم انگریزی سکتے ہو کر تے تھے تو حساب کی غلطی سے کسی کے نقصان کا اندیشہ بھی باقی نہیں رہتا۔ مگر اس میں ایک بین دشواری یہ ہے کہ اکثر متعجبہ دھات زیادہ ارزاں یا زیادہ گراں ہو تو بڑی اور چھوٹی معاملاتوں کا تکمیل پانا وقت طلب ہو جائے گا۔ مثلاً سوئڈن کے سسی پتروں یا چینی کاش کے توڑوں میں اگر سو پونڈ کی رقم دینی ہو تو باربر داری کے لئے چھکڑے کی ضرورت لاحق ہوگی اور کاش کا گنتا بھی تو قریب قریب غیر ممکن ہے اسی طرح نقرہ کی تسلیک میں بہت چھوٹی معاملاتوں کے قابل سکتے نہیں بنائے جاسکتے ہم کو حیرت ہے کہ جب نقری پی ۲۲ گرین کی بنائی جاتی تھی پلر یا پینٹل تجارت کا کیونکر بند و بست ہوتا ہو گا کیونکہ اس وقت تو ہمیشہ قدر دھاتیں اور بھی زیادہ ہمیشہ قدر تھیں سوائے اس کے اور کیا ہوتا ہو گا کہ تین سو نصف پنیوں اور فارونگ (یعنی فوٹھنس یا چار چیزیں) میں بانٹ دینے ہوں گے مگر اس زمانہ کے فارونگ کی توت خرید بھی آجکل کے تین چار پینس کے سکوں کے برابر تھی۔ اس سلسلہ اس زمانے میں زر کی کل مقدار نقری پنیوں پر مشتمل تھی۔

اسی وجہ سے یہ دیکھا گیا ہے کہ گورنمنٹ تو ایک ہی دھات کا سکہ جاری کرتی ہے مگر لوگ اپنی سہولت کے لحاظ سے دوسری دھاتوں کے سکے پیدا اور جاری کر لیتے ہیں چنانچہ انگلوسیکسن زمانے میں بازنطین کے طلائی باز نطا اور فلانس کے طلائی فلورن کی انگلستان اور دوسرے ممالک یورپ میں بڑی قدر کی جاتی تھی بعد کی صدیوں میں بھی کسی قانونی زر سسی کی تسلیک نہ ہونے کی وجہ سے تاجروں ہی کا زر وضعی عام طور پر سے رائج ہو گیا تھا۔

مرکب زر قانونی کا نظام فطرۃً مفرد زر قانونی میں سے دوسرے اور نیز مرکب زر قانونی کے نظام معرض وجود میں آگئے ہیں مثلاً انگلستان کے پانچنٹ بادشاہوں نے یہ محسوس کر کے کہ گولڈنیک صرف نقرہ ہی کی

جو رہی ہے مگر لوگ سونا بھی استعمال کرتے ہیں بالآخر طلائی سکے بھی جاری کر دیئے اور ان ہر دو قسم کے سکوں کی شرح مبادلہ کا بھی تعین کر دیا۔ چونکہ اس میں کوئی خاص روک ٹوک نہ تھی اس لئے یہ طریق ایک دوسرے زر قانونی کا نظام بن گیا۔ کچھ عرصے کے بعد جب ان دھاتوں کی قدر کا تناسب سکوں کے اوزان کی باہمی نسبت سے

مطابق نہیں ہونے لگا تو فرمان شاہی سے ایک دھات کی قیمت نو روپے کی دھات کے حوالے سے مقرر کردہ دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اسی طرح ۱۲۵۷ء سے ۱۲۶۶ء تک انگلستان کے طلائی اور نقرئی زر کا یونانی انتظام رہا اس وقت تک اسے ایک سو روپے کی دھات کی تو تکلیف ہی نہ ہوتی تھی اور ۱۲۶۶ء سے ۱۲۷۱ء تک کوئی فرمان شاہی اس کے متعلق صادر بھی نہیں ہوا اور گنی کی قیمت کو شلنگ کے حوالے سے یونانی گھٹتے بڑھتے رہنے دیا گیا چنانچہ ایک وقت تو گنی تین شلنگ کے برابر ہو گئی تھی جس کی وجہ سے ایک حد تک چاندی کی کم قدرتی تھی مگر بڑا سبب نقرئی سکوں کی قطع و برباد اور ان کی فرسودگی میں مضمر تھا۔ اس طرح گویا اس زمانے میں انگلستان میں نقر کا معیار مقرر و قائم تھا۔

اٹھارویں صدی کے اوائل میں نقرئی زر کی غیر اطمینان بخش حالت کے متعلق بہت کچھ رد و کد اور بحث مباحثہ ہوا اور سر اینک نیوٹن مہتمم دار الضرب سے خواہش کی گئی کہ اطلاعات کے متعلق تجاویز اور رپورٹ پیش کریں چنانچہ ۱۷۸۱ء میں انھوں نے اپنی شہور و معروف رپورٹ پیش کی جس میں یہ سفارش کی گئی کہ گنی کی قیمت مستقر کرنے کی تجویز پر گورنمنٹ پھر عمل پیرا ہو اور اس کے لئے اکیس شلنگ کی شرح بہترین بتلائی گئی۔ اس تجویز کو منظور کر لیا گیا چنانچہ اب تک گنی کی قیمت اکیس شلنگ قائم ہے۔ اس کے بعد پھر انگلستان میں ایک دوسرا معیار جاری ہو گیا کیونکہ ہر شخص کو اختیار تھا کہ جس سکے میں چاہے دو سو تک کرے۔ مگر عملتنا سب قانونی کا ہمیشہ تجارتی قدر زر سے مطابق رہنا ناممکن ہے نیوٹن صاحب کی مقرر کردہ شرح میں تو سونا اپنی فلزی قیمت سے ۱۱ فیصدی زیادہ ذی قدر قرار پا رہا تھا اس لئے قانون گریٹیم کے اثر سے ان اصولوں کے تحت جن کا آٹھویں باب میں بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ پورے وزن کے نقرئی سکے یا تو پلین سے اٹھائے گئے یا غیر ملکوں کو برآمد کر دئے گئے اور سونا ہی عملی پیمانہ قدر بن گیا چنانچہ اب تک اس کی یہی حالت قائم ہے۔

دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی جہاں جہاں دو دھاتوں کے اجتماع سے وقت واحد میں جاری رہنے والے دو معیار قائم کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں

ان کا بھی یہی انجام ہوا چنانچہ ماسٹوشس میں ۱۹۶۷ء میں چاندی کے ساتھ سونا بھی بشرح ۲۱- پنس فی گرین زر قانونی قرار دیا گیا تھا مگر چونکہ اس طریقہ پر چاندی کی قدر اصل سے پانچ فیصدی زیادہ ہو رہی تھی بہت جلد تقریباً سکے چلن سے غائب ہو گئے۔ اس تکلیف وہ غیر مطمئن حالت کو رفع کرنے کے لئے نت نئے قانون نافذ کئے گئے مگر جب تک سونے کی یہ قدر برقرار رکھی گئی قاعدہ اور قانون معطل اور بے سود ثابت ہوا۔

ان میں اور بعض دوسری صورتوں میں ایک گورنمنٹ نے اس تجربہ پر وقوف حاصل کئے بغیر سونے اور چاندی کے اجراء کو مشترک کرنے کی کوشش کی تھی۔ غالباً انقلاب فرانس تک بھی دو معیاری نظام کو بہترین طریقہ سمجھ کر کسی نے منتخب نہیں کیا اور جب سے کہ انقلابی حکومت نے مشہور و معروف قانون "لاوئی ڈومینٹ" ۱۷۹۵ء سال یازدہم نافذ کیا ہے اس نظام کو فرانسیسی ماہرین معاشیات سے منسوب کر دیا گیا مگر جب تک بیم اولو سکی نے ۱۸۶۷ء کے جرمن ڈی اکنامسٹ کے مضامین کے ایک سلسلے میں اس کی تشریح نہیں کی کسی کو اس قانون کی ابتدا کا حامل بھی معلوم نہ تھا۔ ۱۸۹۰ء میں مراٹو نے مسائل و طرائق زر کے متعلق ایک مشہور و معروف یادداشت پیش کی جس میں اس لئے سید سے خیالات یکجا جمع کر دینے اور یہ تجویز کی کہ زر خاص چاندی کا ہونا چاہئے کیونکہ چاندی آسانی اور کثرت سے دستیاب ہوتی ہے اور یہ بھی رائے دی کہ زر دستور یعنی قانونی زر تو چاندی کا ہو مگر ساتھ ساتھ سونے اور تانبے کے سکوں کو بھی مزید علامات قدرت کے طور پر استعمال کرنے دیا جائے ان تجاویز پر اس حد تک عمل ہوا کہ فرانک کا وزن پہلے تو یکم اگست ۱۸۹۳ء کے قانون کی رو سے دس گرام چاندی اور بعد ازاں قانون ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۰ء کے تحت پانچ گرام مقرر ہو گیا۔ چوبیس اور اڑتالیس لیور کے طلائی سکے تو بدستور چلن میں رہے مگر مجوزہ دس گرام کے طلائی سکوں کے بننے کی نوبت نہ آئی۔

نویں سال جلوس میں گاؤن نے یہ تجویز پیش کی کہ چاندی کے سکوں کے لحاظ سے طلائی سکوں کا وزن مقرر کرتے وقت ایک اور ساڑھے پندرہ گنی نسبت اختیار کرنی چاہئے پس جب کہ فرانک ۹۰ خوبی کی پانچ گرام چاندی کا قسار پایا تو

جس فرنگی علاقے میں اسے اسی خوبی کا ۶،۷۵ گرام سونا ہونا چاہیے۔ غالباً اس نے یہ سمجھا تھا کہ یہ نسبت بازاری نسبت کے بالکل برابر ہوگی اس لئے دونوں قسم کے سکہ ایک عرصے تک ساتھ ساتھ چلتے رہیں گے اور اگر کوئی تبدیلی ہو جی گئی تو اس کا خیال یہ تھا کہ طلائی سکوں کو گھلا کر پھر مختلف وزن کے سکے بنائے جاسکیں گے۔ ایک بڑی رو و قدح اور مہاشے کے بعد جس میں برنگر، لہرن، ڈارو اور باسک نے بڑا حصہ لیا گاؤں کی تجویزین منظور ہوئیں مگر صرف ان وجوہ کی بناء پر نہیں جن کو گاؤں نے پیش کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ طلا کو یک قسم غیر مسکوک کر دینا مناسب نہیں سمجھا گیا کیونکہ اس سے چلتی ذریعہ تبادلہ میں بڑی کمی واقع ہو جاتی اور نہ سونے کے سکوں کی قدر کو غیر مقررہ چھوڑ دینا قرین صواب معلوم ہوا کیونکہ اس سے پیچیدگیوں کا اندیشہ تھا۔

انقلابی حکومت کے مقننین نے جو یہ نسبت اختیار کی وہ اتفاقاً اس حد تک چاندی کی قدر کو بڑھانے کا باعث ہو گئی کہ فرانس کا زر خاص طور پر وزندار پانچ فرنگیوں یا آگوس ای پر محدود ہو گیا۔ اور جب تک کلیفورنیا اور امریکائی دریافتوں سے ادائیگوں کے لئے سونا زر ارازان نہ ہو گیا۔ یہ وزندار زر نقرہ چالور ہا اور پھر تدریج کم ہو کر غائب ہو گیا دو معیاری نظام کے عمل سے ہم آئندہ چل کر بارہویں باب میں پھر بحث کریں گے۔

مشترک زر قانونی ایک دھاتی نظام زر میں دھات کی گرانی اور ارازان کے اعتبار سے جو چھوٹی یا بڑی ادائیگوں میں وقت پیدا ہوتی ہے

اس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اگر دو یا زیادہ اقسام کے سکے مختلف دھاتوں کے پورے وزن کے بنا کر جاری کئے جائیں اور ان کے باہمی تعلق کو اختلاف پذیرہ رہنے دیا جائے تو حساب لگانے کی وقت عارض ہو جاتی ہے۔ اور اگر مقررہ نسبت کے ساتھ دونوں کو زر قانونی بنا دیا جائے تو زر ایک یا دوسری دھات پر باری باری سے متقل ہونے لگے گا اور مصروف تبادلے سے فائدہ اٹھانے لگیں گے ایک اور ممکن نظام ابھی باقی رہتا ہے جس میں ایک دھات کے سکے تو معیار قدر اور زر قانونی قرار دئے جاتے ہیں اور ان کے تحت زر کسری کے لئے دوسری دھاتوں کے

سکتے جاتے وضعی جو تھوڑی تھوڑی رقموں کی حد تک زر قانونی بھی ہوں ہتھیا کئے جاتے ہیں۔ ان وضعی سکوں کی قدر ان سکتے جاتے مستند پر منحصر ہوتی ہے جن سے ان کا قانوناً مبادلہ ہو سکتا ہے اور یہ ایسے انداز سے بنائے جاتے ہیں کہ ان کی قدر فلزی ہمیشہ قدر قانونی سے کم رہے پس نہ تو ان سکوں کی گداخت ہی سے کوئی منفعت ہوتی ہے اور نہ برآمد کرنے میں کوئی نفع ملتا ہے۔ ان کی نسبت تبادلاً بھی ہمیشہ سہل اور قانون سے مقرر کی ہوئی ہوتی ہے۔

مشترک زر قانونی قدرۃ و معیاری نظام سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ جیسا ہم پہلے بتلا چکے ہیں وہ معیاری نظام کے تحت اگر سونے کی قانونی قدر اس کی قدر فلزی سے بڑھ جائے تو تمام پورے وزن کے تقریبی سکے چلن سے خارج ہو کر رفتہ رفتہ برآمد کرنے جائیں گے حتیٰ کہ برٹن بلکے چاندی کے سکوں کا زر وضعی ہی باقی رہ جائے گا۔ لارڈ لورپول نے زر فلزی کے مضمون کی مکمل تحقیق میں مشترک زر قانونی کو دوبارے زر قانونی پر ترجیح دیتے ہوئے معقول وجوہ کی بنا پر انگلستان میں اس کے اختیار کرنے جانے پر زور دیا ہے اس کے وجوہ اور مباحث ان کے بنی نظیر جواب مضمون موسوم بہ ”تبعہ بر سکتہ جات“ ملکی میں موجود ہیں جو بادشاہ وقت کے نام ایک مکتوب کی شکل میں تحریر ہوا ہے۔ ان کی یہی تجاویز جن پر سال ۱۸۱۶ء میں عمل ہوا ہمارے موجودہ نظام زر کی بنیاد ہیں۔

بغیر کسی خاص منہد بنے کے یا تسلیم کئے جانے کے کسی نہ کسی ملک میں ہمیشہ مشترک زر کے نظام کا وجود رہا ہے۔ جب کبھی قانون یا رواج کی مقررہ شرح پر طلائی اور تقریبی سکے پہلو بہ پہلو چلتے ہیں اور تقریبی سکوں کا وزن تراش خراش یا فرسودگی کی وجہ سے مقررہ وزن سے ٹھٹھنے لگتا ہے تو مشترک زر کا نظام خود بخود معرض وجود میں آ جاتا ہے۔ سال ۱۸۱۶ء سے لیکر جبکہ کئی اکیس شلنگ کی مقرر کردہ چھٹی سال ۱۸۱۶ء کے موجودہ نظام قائم ہونے تک انگریزی زر کی بنیاد باوی النظر و معیاری نظام پر قائم تھی لیکن عملاً تقریبی سکے اس قدر کیا اب اور کم قدر تھے کہ ان کی قیمت زر وضعی سے بڑھ کر نہ تھی۔ تاجروں کے تاجنہ کے وضعی سکے بھی چونکہ وہ ہمیشہ وزن میں ہٹے ہوتے تھے اور رواجاً تقریبی سکوں سے ایک مقررہ نسبت کے ساتھ ان کا

بیاد ہو کر تا تھا اس سلسلے کی ایک تیسری کڑی تھی۔ مگر سب سے پہلے لارڈ لور پول ہی نے اس کو محسوس کر کے اُن اصول کو واضح کیا جن پر اس قسم کا نظام مشترک عمل کرتا ہے۔ اس میں کسی شے کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ نظام جس کو انھوں نے صراحت سے بیان کیا ہے نہایت سہل اور کم مصروف زر کے لئے یکجہ موزوں اور مناسب ہے۔

مشترک زر قانونی کو کم و بیش مکمل شکل میں دنیا کی اکثر ترقی یافتہ قوموں نے اختیار کیا ہے۔ گو فرانس، بلجیم، سوئٹزر لینڈ اور اعلیٰ بادی النظر میں دو معیاری نظام پر قائم ہیں مگر عملاً انھوں نے بھی پانچ فرانک سے کم قیمت کے سکوں کو گھٹا کر زر قسقی بنالیا ہے۔ ان کی پابندی کی خوبی یہ ہے کہ گھٹ کر ۸۳ حصہ فی ہزار یا سو اسی فیصد گھٹ گئی ہے اور ان کو محدود مقدار کے لئے زر قانونی بنادیا گیا ہے۔ فرانس کا زر مئی پہلے ہر ادائی میں پانچ فرانک سے کم مقدار تک زر قانونی تھا اور ممالک متحدہ میں بھی جب زر فلزی عام طور پر مستعمل تھا گو وہاں بظاہر دو معیاری نظام قائم تھا مگر سونے کی قدر اتنی بڑھا کر محسوب کی جاتی تھی کہ گو عملاً نظام مشترک ہی رائج تھا۔ ماسوا اس کے قانون مجرہ ۲۱ فروری ۱۸۵۳ء کی رو سے چھوٹے نقرے سکوں کا وزن گھٹا کر ان کو پانچ ڈالر کی حد تک زر قانونی قرار دیا گیا۔ تین سنٹ کا نقرہ ٹی سکتا اور تانبے کا نہ اور نکل کے متعدد سکے بھی جو ممالک متحدہ کی ٹکسال سے جاری ہوئے زر وضعی ہی تھے جن کی حد استعمال زر قانونی مختلف تھی۔

نیا جرمن نظام زر بھی مشترک زر قانونی کا ایک مکمل نمونہ ہے۔



دسواں باب



اب ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس نظام زر فلزی کا تذکرہ کرتے ہیں جو انگلستان میں پچاس برس سے زیادہ عرصے تک جاری رہا اور جو لمحاظ ان اصولوں کے جن پر تین مختلف دھاتوں کے سکوں کو جمع کر کے ایک مشترک زر قانونی کا نظام تیار ہوتا ہے سب سے بہتر معلوم ہوتا ہے ہم کو مسٹر لو کا مشکور ہونا چاہئے جس نے قانون نشان (۳۳) عہد و کنویریہ سال دہم کو اس مسئلے کے سابقہ قوانین و احکام کی تدوین اور سہولت کے لئے پارلیمنٹ سے پاس کر لیا تھا جس سے وہ آئین و ضوابط تکلیک و اجرائے زر صحت اور یقین کے ساتھ معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

انگریزی طلائی سکے انگریزی ساورن معیار قدر اور خاص زر قانونی ہے۔ اس میں سونا ہوا کرتا ہے اس میں گیارہ حصے خالص سونے کے اور ایک حصہ کھوٹ کا یعنی بالعموم تانبے کا رہتا ہے۔ اس لئے ہر ساورن میں کم از کم ۱۶۰۔۰۰۱۳۵ گرین یا ۳۲۳.۵ گرام طلائے خالص ہونا چاہئے مگر چونکہ کسی ٹھیک وزن کے سکے کا بنانا تقریباً محال ہے اور اجرا ہونے کے بعد اس کا قایم رکھنا ممکن نہیں اس لئے مذکورہ بالا وزن کو صرف ایک ایسا وزن مستند سمجھنا چاہئے جس کو بالادست اور نیز ہر سکے میں قایم رکھنے کی وار الضرب کو پوری سعی کرنی چاہئے۔

ساورن کے وزن سے ہم سونے کی محکمالی قیمت اخذ کر لے سکتے ہیں کیونکہ اس کے وزن کے گرین کی تعداد کو اگر ٹراے اونس کے گرین کی تعداد یعنی

۴۸۰ سے تقسیم کریں تو ٹھیک معلوم ہو جاتا ہے کہ ہر اونس میں جو دار الضرب کو دیا جاتا ہے کتنے سالم ساورن یا اجزاء ساورن تیار ہوں گے حساب کرنے سے یہ تعداد ۵۳۷۳۸۹۳ معلوم ہوتی ہے جو تین پونڈ سترہ شلنگ ساڑھے دس پیش کے برابر ہے۔ اسی کو اگر کھال کے پرانے حسابات کی اصطلاح میں بیان کیا جائے تو گویا یہی ہو گا کہ سونے کے بیس ٹرائے پونڈ ۹۳۴ سالم اور ایک نصف ساورن تیار ہوگی۔ دار الضرب سے سونے کی خرید و فروخت میں جو قیمتوں کا تعین گورنمنٹ کرتی ہے اس کے خلاف میں نے ایسے لوگوں کو سداے احتجاج بلند کرتے سنا ہے جو یہ بھی مانتے ہیں کہ ساورن کا کوئی نہ کوئی مقررہ وزن ہونا ضروری ہے مگر وہ یہ نہیں دیکھتے کہ قیمت مقررہ وزن کا بدل ہے اور مقررہ وزن قیمت مقررہ کا بدل جو ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں۔

علماء دیکھو تو سیکے کا وزن ہمیشہ ایک سکہ حدود کا ہے یعنی سکہ کا جاری ہوتے وقت جو وزن ہوتا ہے اس کی کوئی نہ کوئی حد ہونی چاہئے اسی طرح اس وزن کی حد مقرر کرنا بھی ضروری ہے جس پر قانوناً سکہ چلن میں رہ سکتا ہے۔ اس کی بیشی کا وزن جو سکہ کی ٹھیک تکمیل نہ ہونے کے باعث پیدا ہونی ہے مہتمم دارالضرب کے لئے پگ گرین کی حد تک قابل درگزر ہے جس کو ٹکسال کی اصطلاح میں حد فرق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ الغرض قانوناً ٹکسال سے کوئی ایسا سا وزن نہیں جاری ہو سکتا جس کا وزن ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷

ان قاعدوں کے تحت ہر ساورن جو ملکہ کی مستند مہر سے منقوش ہو کہ دارالضرب سے نکلتا ہے زر قانونی ہے جس کو قبول کرنے میں کوئی قرض خواہ پس و پیش نہیں کر سکتا الا جب کہ گھس جانے سے یا ناجائز قطعے برید کی وجہ سے

ساورن کا وزن ۵۰ ۱۲۲۵ سے کم ہو گیا ہو اور کوئی ساورن جو اس قلیل ترین وزن ہاویہ سے ہلکا ہو گیا اگر کسی شخص کے حوالے کیا جائے تو قانوناً یہ سمجھا جاتا ہے کہ لینے والا اس نقص کو دریافت کرے اور اس پر لازم ہے کہ ایسے سکے کو یا تو قطع کر دے یا توڑ مروڑ کر دینے والے کو واپس کر دے جس پر اس نقصان کی ذمہ داری ہے گی ساتھ ہی یہ بھی محکوم ہے کہ اس طرح بگاڑا ہوا سکہ اگر وزن میں حد مقررہ سے کم نہ پایا جائے تو وہ بگاڑنے والے ہی کو لینا ہوگا اور اپنی غلطی کا خمیازہ خود اسی کو برداشت کرنا پڑے گا۔ کھوٹے کھرے سکوں کے متعلق اس قسم کے تقصیلات کے سرسری لکھنے کا مجسٹریٹ آف دی پیس کو اختیار دیا گیا ہے۔

دوسرا طوائی سکہ جو فی الاصل جاری ہوا ہاں ساورن ہے اس کا وزن مستند اور حد فرق ساورن کا ٹھیک نصف ہوا کرتا ہے مگر خوبی کا حد فرق بالکل ساورن کا سا ہے۔ اس کا قلیل ترین وزن جاریہ ۱۱۱۲۵۰ گرین یا ۸۳۰۸۶۰ گرام ہوتا ہے۔ قانون تسلیک نے دو اور پانچ پونڈ کے طوائی سکوں کی تسلیک کی بھی اجازت دی ہے جن کے اوزان اور حد فرق ساورن کے اضافی ہونے چاہئیں۔ چارلس دوم سے لیکر جارج سوم کے عہد تک اکثر بادشاہان انگلستان نے دو اور پانچ پونڈ کے سکے ضرب کرائے ہیں اور ملکہ وکٹوریہ کے عہد میں بھی دو اور پانچ پونڈ کے سکوں کے نمونے تیار ہوئے مگر بڑے ہونے کی وجہ سے چالو نہ ہو سکے اور نہ بوجہ متذکرہ باب ۱۱۱۲۵۰ سے ان کا اجراء قرین مصلحت ہے۔

انگریزی تقرری سکہ پونڈ کی مزید ذیلی تقسیم چاندی اور کانسہ کے ان سکے جات و صنعی سے ہوتی ہے جو ایسے اوزان کے بنائے جاتے ہیں کہ ان کی قانونی مقررہ قدر طوائی سے قدر غلزی کے بڑھ جانے کا بھی اندیشہ نہیں رہتا۔ ۱۸۱۶ء کے قبل مستند چاندی کے ایک ٹراے پونڈ سے جس میں فی ہزار ۲۵۰ فیصد نمائش چاندی اور ۵۰ حصے کھوٹ کے ہوتے تھے ۲۲ شلنگ تیار کئے جاتے تھے تاکہ ہر شلنگ میں مستند دھات کے ۹۰ ۲۵ گرین ہوں۔ اس قاعدے سے سونا بہ نسبت چاندی کے ۲۱ ۵ گنا زیادہ ذی قدر قرار پاتا تھا چونکہ بعض اوقات سونے کی نسبت سے چاندی کی قدر کے بڑھ جانے کا امکان تھا اس لئے

لارڈ نور پول نے اپنے ”مکتوب موسومہ بادشاہ“ میں بڑی دانشمندی سے یہ معروضہ کیا تھا کہ شلنگ کے وزن کو اور گھٹانا چاہئے چنانچہ قانون نشان ۱۵۶۵ء عہد جارج سوم کے دفعہ ۶۸ کی رو سے چاندی کے ٹرے پونڈ میں ۶۶ شلنگ بنانے کا حکم دیا گیا اس طرح گویا تقریباً چھ فیصد کی تخفیف شلنگ کے وزن میں ہو گئی جدید قانون شلنگ میں ۱۸۱۶ء کے بہت سے شرائط بدستور قائم ہیں اور اب شلنگ میں مستند چاندی کے ۸۷۲۷۷۷۷۷ گرین ہوتے ہیں اور دوسرے تمام نقرئی سکوں کا وزن بھی ٹھیک اسی کی مطابقت سے اضغافنی یا جزی و ضربی ہوا کرتا ہے۔ ٹکالی حد فرق پل گرین سے کچھ ہی بڑھ کر ہوتا ہے اور دوسرے نقرئی سکوں کا حد فرق بھی اسی سادہ نسبتوں سے چلن ہوتا ہے اور خوبی کا حد فرق بہر حال چار فی ہزار ہے۔ کل اقسام سک جن کی تسلیک کی اجازت ہے نو عدد ہیں یعنی کروں۔ ہاف کروں۔ فلورن شلنگ۔ پیہ مین۔ گروٹ ماچاپس۔ تین پنس۔ روپیس اور ایک پنس۔ ان میں سے بجز کروں کے بقیہ تمام سکے مسکوک ہوا کرتے ہیں مگر چارپس و پنس، اور ایک پنس کے سکے آجکل بہت کم اور صرف بطور زراعتی استعمال ہونے کے لئے ضرب کئے جاتے ہیں جن کو ملکہ معظمہ ہر سال خیرات میں تقسیم کر دیا کرتی ہیں اس کے بعد یا تو ان کی گداخت ہو جاتی ہے یا ماہرین سکے جات کے ذخیرے کی الماریوں کی زینت ہو جاتے ہیں۔ یہ تمام سکے بلا لحاظ اوزان اس وقت تک قانوناً رائج رہتے ہیں جب تک کہ بندیدو اعلان عام واپس نہ کرائے جائیں یا اتنے بد شکل اور فسادہ نہ ہو جائیں کہ دارالفیہ کا نقش ہی نہ پہچانا جاسکے۔ گردش یا استعمال میں سکے کا وزن دراصل رگڑ وغیرہ سے بہت کچھ گھٹ جاتا ہے اور بعض اوقات تو اصلی وزن کا سہ ربع یا دو ٹلٹھ ہی باقی رہ جاتا ہے علاوہ ازیں سونے کی نسبت سے چاندی کی قدر میں جزی وال ہوتا ہے اس سے سکے کی غلزی قدر بھی گھٹ جاتی ہے حتیٰ کہ کوئی شخص یہ سکے فیملیوں کو برآمد نہیں کرتا اور نہ ان کی گداخت کر کے بطور دھات فروخت کرتا ہے اور کوئی ایسا کرے بھی تو اس کو سوائے دس سے تیس فیصد کی تک غصا ہے۔ کے اور کیا حاصل ہو گا۔

اگر کسی شخص کو اپنے دیون کی ادائی میں ایسے زر و ضعی کی غیر محدود رقم کے

لینے پر مجبور کیا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ سراسر بے جا اور ظلم کی بات ہوگی۔ تاجروں کے پاس اکثر ہزاروں پونڈ کے ایسے سکے جمع ہو جایا کریں گے جن کی رفتہ رفتہ پھٹن ہی میں شامل کرنے سے قدر حاصل ہوگی اسی لئے ~~۱۸۵۰ء~~ ~~۱۸۵۱ء~~ کے قوانین نے یہ شرط لگا دی ہے کہ ہر ادائی میں تقریباً سکے صرف چالیس شلنگ کی حد تک زر قانونی مقصور ہوں گے۔ یہ حد بظاہر اس لئے مقرر کی گئی تھی کہ ان دنوں سب سے بڑا سکہ جاریہ دو پونڈ ہی تھا اور کسی زیادہ بڑے سکے کی تسلیک کی توقع نہ تھی۔

پونڈ کی آخری ذیلی تقسیم کانسہ کے پس۔ ہاف پس اور فاروگ کی تسلیک کی انگلیزی

۱۸۳۳ء ۱۸۵۱ء ۱۸۵۵ء اور ۱۸۷۳ء ۱۸۷۵ء ۱۸۷۷ء گریں ہونے چاہئیں

تسلیک

اس کی ترکیب یہ ہے کہ ۹۵ حصے تانے کے ساتھ چار حصے ٹین اور ایک حصہ جنت کی آئینش کی جاتی ہے اس مرکب سے بالکل ایسا کانسہ تیار ہوتا ہے جو پہلے فرانسیسی دار الضرب میں مستعمل تھا۔ وزن کا ہر فرق ایک فیصد کا یا پانچواں حصہ ہوتا ہے اور بوجہ زور ہنسی ہو لے کے کوئی قلیل ترین وزن جاریہ مقرر نہیں کیا گیا۔ لیکن چونکہ یہ نسبت تقریبی سکوں کے ان کے زر قانونی قرار نہ دئے جانے کے وجہ اور اسباب زیادہ قوی ہیں اس لئے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ کانسہ کے سکے حیثیت مجموعی صرف ایک شلنگ کی حد تک زر قانونی مقصور ہوں گے۔

اب اگر تانے کی پچی کو سادرن کے پہلو میں حصے کی قدر کا بنایا جائے تو اس کا وزن بلحاظ تانے کے باناری نمٹ (یعنی فی ٹن ۵۰ پونڈ) کے ۱۸۷ گریں ہوگا گویا زکسری کے وزن کو تانے کے مستند سکے کے وزن کا صرف پانچواں حصہ ہے مٹریڈ کے حساب سے اس کانسہ کی قیمت جس سے پس بنتا ہے فی پونڈ ٹرلے دس پس ہوتی ہے اس طرح گویا ان میں قدر فلزی قدر منسوبہ کی صرف ایک ربع رہتی ہے اور تسلیک سے کثیر منافع ہوتا ہے چنانچہ نفع کی مقدار ۱۸۵۰ء تک دو لاکھ ستر ہزار پونڈ تک پہنچ گئی تھی۔ وزن کی تخفیف بہر حال ایک بڑے فائدہ کی چیز ہے مگر کمی جیسی ہونی چاہئے نہیں کی جارہی ہے۔

انگریزی طلائی سکے جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں موجودہ انگریزی قانون زر کا یہ اصول کی وزن کی کمی ہے کہ ہر شخص جس کو ساورن دیا جائے اس کو تول لے اور قبول کرنے سے قبل اس بات کا اطمینان کر لے کہ اس کا وزن

۱۲۶.۵ گرین سے کم تو نہیں۔ اگلے زمانہ میں گنی کا وزن کرنے کے لئے لوگوں کا جیوں میں کانٹا اور باٹ ساتھ لئے پھرنا کوئی اچھے کی بات نہ تھی چنانچہ آپ بھی ایسے کانٹے اور باٹ کبھی کبھی نادر و کمیاب اشیاء کی دوکانوں میں رکھے ہوئے نظر آتے ہیں مگر ہم کو معلوم ہے کہ اب یہ طریقہ بالکل مفقود ہو گیا ہے اور بڑی بڑی رئیس لینے والے مثلاً بنک، ریلوے کمپنیاں، دفاتر جنگی اور ڈاک خانے وغیرہ بھی اب اس قانون کو بالکل ملحوظ نہیں رکھتے البتہ صرف ایک بنک آف انگلینڈ اور اس کی شاخیں اور بعض سرکاری دفاتر میں طلائی سکے تول لئے جاتے ہیں۔

نتیجہ یہ ہے کہ طلائی تسکیک کا ایک کثیر حصہ قلیل ترین وزن جارہے ہے۔ سبھی گھٹ گیا ہے اور ہتھیار لوگ تو پرانے طلائی ساورن بنک آف انگلینڈ میں ڈال کرنے سے احتراز کرتے ہیں۔ بعض گنوار اور بد قسمت اشخاص اور ایسے بڑے بنک اور کمپنیاں جو اور کسی طریقہ سے اپنے گھٹیا سکوں کو چلا نہیں سکتیں اس کی وجہ سے خسارہ برداشت کر لیتی ہیں گھٹیا طلائی سکوں کی سالانہ مقدار جس کو بنک واپس لے لیتا ہے کئی سال تک نصف ملین پونڈ سے بڑھتے نہیں پائی۔ صرف چند سال سے اس کی مقدار سات سے ساڑھے نو لاکھ پونڈ تک پہنچ سکی ہے مگر چونکہ زر طلائی کی تسکیک کی اوسط مقدار سالانہ چار پانچ ملین ہے اور گداخت یا برآمد ہونے والے سکے زیادہ تر نئے اور پورے وزن کے ہوتے ہیں اس لئے یہ لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ زروں بدن وزن میں گھٹیا ہوتا جا رہا ہے۔

۱۸۹۹ء میں میں نے بڑی چھان بین اور غور و خوض کے بعد معلوم کیا کہ ساورن کا ۱/۳ فیصد اور دس شلنگ کے سکون کا تقریباً نصف حصہ اس زمانے میں قانونی وزن مقررہ سے کم تھا۔ اس کتاب کے بڑھنے والے حصوں نے قانون گریشم پر توجہ کی ہے یہ محسوس کریں گے کہ نئے طلائی سکوں کی تسکیک کی مقدار خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو گھٹیا سکوں کو چلن سے خارج کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی

کیوں کہ جو لوگ سکوں کی برآمد یا گداخت کرتے ہیں یا ان کو بطور خام دھات کے استعمال کرتے ہیں وہ ضرور نئے سکوں ہی سے یہ کام لیں گے۔

طلائی زر کی یہ ناقص کیفیت بعض صورتوں میں تو بڑی بے انصافی کا موجب ہوتی ہے میں نے ایک غریب نا تجربہ کار شخص کا واقعہ سنا ہے جس نے لندن کے ایک خام دھات کا بیوپار کرنے والے سے کئی سو پونڈ لئے اور بینک آف انگلینڈ میں لیجا کر ان کو جمع کرایا۔ وہاں بہت سے ساورن بالکل گھٹیا بھلے اور بیچارے جمع کرانے والے کو ناحق بڑا خسارہ برداشت کرنا پڑا یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ رستم دھات فروش نے بھاری اور عمدہ سکے چن لینے کے بعد ہلکے اور گھٹیا سکوں کے ذخیرے سے اس شخص کو دیدی تھی۔ اس سے بھی اتر ایک اور واقعہ کی مجھے حال ہی میں اطلاع ملی ہے۔ ایک شخص نے سنٹ مارٹن لی گرینڈ میں ایک پوسٹ آفس آرڈر پیش کیا اور جس قدر ساورن ملے ان کو لے جا کر سامر سٹ کے دفتر سمسور میں داخل کیا جہاں وزن کرنے سے بہت سے سکے گھٹیا بھلے یہاں گویا دوسرے کاری عملوں کے مابین ایک شخص کو دن دھپاڑے لوٹ لیا گیا۔ جولائی سن ۱۸۸۱ء میں گورنمنٹ نے ہلکے طلائی سکوں کی واپسی کو ترمیمی دینے کی کچھ کوشش ضرور کی اور بینک آف انگلینڈ کے ذریعے سے تین پونڈ ستر شلنگ نوپنس، فی ادس کی شرح سے انھیں لینے پر آمادگی ظاہر کی جو یہ نسبت سابق دھاتی پنس کم تھی اس لئے کہ پرانے ساورن اب باعتبار خوبی مستند معیار سے زیادہ گر گئے تھے اس میں شک نہیں کہ گورنمنٹ کی اس رعایت سے واپس شدہ طلائی سکوں کی مقدار میں کچھ اضافہ تو ہوا مگر وزن کی کمی سے جو نقصان کا بار پبلک پر عائد ہوتا ہے وہ بدستور قائم ہے اور جب تک یہ حالت باقی رہے گی ہلکے طلائی مسکوکات کی واپسی اتنی دشمنی بخش نہ ہو سکے گی جس سے طلائی تسکیک کو وزن مستند پر برقرار رکھنے کا موقع مل سکے

زر طلائی کے وزن کی روز افزائیوں کی وجہ سے ابھی ہم نے ذکر کیا ہے رفع کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی تدبیر کرنی چاہئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ واپسی کئی ترکیبوں سے ہو سکتی ہے ایک طریقہ تو

ہلکے طلائی سکوں
کی واپسی

یہ ہے کہ ملکہ عام طور سے اعلان کر دے کہ میں یا پچیس سال کے پرانے طلائی سکہ فوراً واپس کر دے جائیں اور ان کا چلن یکسلم موقوف ہو کیونکہ صرف پرانے سکوں ہی کا وزن کم ہے۔ ایک دوسرا طریقہ یہ ہے کہ گورنمنٹ کے ماتحت جتنے افہان مالکزاری عمارتیں اور دوسرے عہدہ دار ہیں ان کو تاکید کر دی جائے کہ ہر ساورن کا جو ان کے پاس داخل ہو وزن کر لیا کریں اور بشرط ضرورت ملک کے تمام ساورن کو بھی بالعموم وزن کرنے پر مجبور کیا جائے لیکن یہ بھی لگتا ہے کہ ان طریقوں پر عمل کرنے سے بڑی وقتوں اور دشواریوں کا سامنا ہو گا۔ مثلاً اگر ہر شخص کو جو سیونگ بینک میں ایک پونڈ جمع کرنا چاہے تکملہ کے لئے اگر اور دو فیصد دینا پڑے تو ڈاک خانہ کے ان بینکوں کی ترقی معرض خطر میں آجائے گی۔ چنانچہ ۱۸۸۷ء میں جب ملکہ سونے کی واپسی کا اعلان عام شائع ہوا تو کس قدر بل جیل اور عام بے چینی پھیل گئی۔ دراصل گذشتہ تیس چالیس سال کی گردش زر کا سرفہ اگر صرف آخری قابض زر سے لیا جائے تو بڑی بے انصافی کی بات ہوگی۔ موجودہ قانون تو خسارے کا بار ایسے غریبوں ہی پر ڈالتا ہے جو عموماً وقت واحد میں ایک یا دو ساورن ہی لیتے دیتے ہیں برخلاف اس کے تو گروگ جن کے پاس زر کثیر ہوتا ہے ان مقامات پر جہاں وزن ہوا کرتا ہے زر حاصل کرنے سے گریز کر سکتے ہیں۔ میری رائے میں تو ایک تشفی بخش اور مقبول علاج اس کا صرف یہی ہے کہ جس طرح سرکار تقریبی زر کی اصلاح کا نقصان خود برداشت کرتی ہے اسی طرح سونے کی فرسودگی کا نقصان بھی خود ہی برداشت کرے اور بینک آف انگلینڈ کو مجاز کر دے کہ ان تمام ساورنوں کو جن میں عہدہ کوئی ترش خراش اور کاٹے کسے نہیں بنی گئی ہے منسوبہ قیمتوں پر ہر سال کی جانب سے قبول کر لے اور دارالضرب ان کو سرکاری صرفے سے از سر نو مسکوک کیا کرے ایسی صورت میں ہر کا سونا بینکوں میں داخل کرنے سے گریز کرنے کی کوئی وجہ باقی نہ رہے گی اور ناجائز کھوٹے سکوں سے چلنی زر بالکل پاک و صاف ہو جائے گا اور آئندہ ٹھیک مستند وزن پر قائم رکھا جاسکے گا۔ اس سے فرداً فرداً لوگوں کے وقت اور محنت کا جو نقصان ہوتا ہے نہ ہوا کرے گا یہ خود کوئی ایسی معمولی بات نہیں ہے

جن کو نظر انداز کر دیا جاسکے بڑی بات تو یہ ہے کہ آجکل آخری قابض زر پر نقصان کا بار عائد کرنے سے ہم جس بے انصافی کے مرتکب ہو رہے ہیں اس سے نجات ملیگی۔ اس تجویز کے خلاف عموماً یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ سکوں کی کاٹ کسر اور ان میں کھوٹ ملانے کی مجرمانہ عادت کو اس سے تقویت پہنچے گی۔ میرا جواب ہے کہ نہیں اس کے برخلاف اس موجودہ صورت حال ہی میں ناجائز دست اندازی کا بہت اچھا موقع مل رہا ہے کیونکہ عوام الناس کو ہلکے اور گھٹیا سکوں کے استعمال کی عادت ہوئی جا رہی ہے چنانچہ پھینکل خرید و فروخت میں تو آجکل طلائی سکے کو خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو لینے سے کوئی انکار ہی نہیں کرتا ایک بیڑہ باز کو اس سے بڑھ کر اور کس موقع کی خواہش ہو سکتی ہے!

میں نے ایسے ساورن بھی دیکھے ہیں جن میں گھٹوت کی حد چار پانچ گرین یعنی آٹھ سے دس پنس تک پہنچ گئی ہے اور باوجود اس کمی کے وہ برابر چل رہے ہیں اگر اس سے بہتر کسی نظام میں زر طلائی بالکل پورے وزن کے نئے سکوں پر مشتمل ہو جن کے نقوش صاف تازہ اور مکمل ہوں تو ان سکوں کی جن میں تھوڑی بھی تراش خراش یا فرسودگی ہوئی ہو فوراً گرفت ہو جائے گی خام دھات فروشوں کی دست اندازی ہونے کے پہلے بنک آف انگلینڈ کی خود بخود تول لے نئے والی مشینوں سے زر ہمیشہ گزرتا رہے گا اور گھٹیا سکوں کی (اگر کچھ ہوں بھی تو) فوراً گرفت چوٹی رہے گی۔ برخلاف اس کے موجودہ صورت میں مہتممان بنک کو تمام تسلیک کے باچنے کا تو کوئی موقع ہی نہیں ملتا۔ پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ صورت حال ہی کرنسی میں دست اندازی کے مواقع بہم پہنچاتی ہے۔ گو اس کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے کہ بددیانتی کے ساتھ ایسی حرکتیں کچھ زیادہ ہو آ کر تی ہیں مگر یہ یقینی ہے کہ نئی مجوزہ اسکیم میں نہ صرف ایسی حرکات کا سد باب ہو گا بلکہ ان کا امکان ہی باقی نہ رہے گا۔

طلائی سکے کی قدر | انگلستان کے قانون زر کا ایک مسئلہ یہ ہے کہ ہر شخص دارالضرب میں سونا لیا کر اس کو مفت مسکوک کر سکتا ہے اور اخراجات تسلیک کا بار خزانہ عامہ برداشت کرتا ہے اس کی غایت یہ ہے کہ سکے کی قدر

اپنے مساوی مقدار طلا کی قدر کے بالکل برابر ہوا کرے یا مختصراً بالفاظ دیگر طلا کی سکہ کی حیثیت کو یا حصہ نہ طلا ہو جس کو باسانی بلا مصارف یا نقصان کے پھر طلا کے خام میں منتقل کر سکیں۔ یہ مسئلہ گوبالک صاف اور بعض پہلوؤں سے بالکل صحیح اور درست ہے مگر اس پر عمل پوری طرح نہیں ہوتا کیونکہ ٹھکانا اس بات کا تو ذمہ نہیں لیتی کہ جو سونا وہاں تسلیک کے لئے داخل کیا جائے اس کے عوض فوراً سکہ دیدیا کرے گی اس سے اس غیر معین مدت کے سود کا نقصان ہوتا ہے جو تسلیک کے انتظار میں ضائع ہوتی ہے اگر سونے کو بجائے اس کے کہ راست ٹھکانا کو بھیجا جائے بنک آف انگلینڈ کو فروخت کرنے کے مروجہ طریقے پر عمل کیا جائے تو بنک چارٹرڈ ایکٹ مصدرہ ۱۸۲۴ء کی رو سے بجائے تین پونڈ سترہ شلنگ ساڑھے دس پینس کی ٹیکا کی قیمت کے صرف تین پونڈ سترہ شلنگ نوپینس ہی ملتے ہیں ماسوا اس کے جیسا کہ مسٹر سید نے بتلایا ہے کہ بنک چونکہ خام دھات کا بیوپاری ہے اس لئے وہ چھوٹی چھوٹی قیمتیں بطور اخراجات یا وزن اور گداخت کرنے یا دھات کو کسنے کی اجرت یا ترازو کے الٹ پھیر اور جانچ کی رپورٹوں کے فرق کی بابت وصول کر لیتا ہے جس کی مجموعی مقدار بشمول صرفہ "محق محبت" متذکرہ بالا یعنی اپنی پینس فی اونس (کل سونے کی مجموعی قدر کا ۲۸۲۸۰۰ ہوتی تھی۔ گو بنک نے اپنے کاروبار کے انتظام میں بعض اصلاحیں کر لی ہیں تاہم اب بھی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ طلا کے خام کو سوارن کی شکل میں منتقل کرنے کے مصارف ۱۰ فیصد تک ہو جاتے ہیں۔

حالانکہ ہر شخص کو خواہ وہ کوئی ہو قانون تسلیک کی رو سے یہ اختیار حاصل ہے کہ سونا ٹھکانا پر لے جا کر مسکوک کرالے اس میں سوائے سلسلہ آمد کے یعنی پہلے آنے والے کے ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جاتی مگر دیکھا جاتا ہے کہ کوئی شخص سوائے بنک آف انگلینڈ کے اس رعایت سے فائدہ ہی نہیں اٹھاتا۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء میں جب بنک ایکٹ پر غور ہو رہا تھا مسٹر ٹولیس نے بیان کیا کہ حالانکہ ایک مرتبہ انھوں نے دس ہزار پونڈ کے سکے ٹھکانا کو بھیجے تھے مگر سخت تعجب کی بات ہے کہ پارلیمنٹ کے کاغذات میں اس کے بجائے یہ تذکرہ دیکھا گیا کہ مندرجہ بالا رعایت سے مسٹر ٹولیس کی جماعت یا اسپونز کمپنی کے سوائے

اور کسی نے فائدہ نہیں اٹھایا اس طرح گویا قدرتنا بنک آف انگلینڈ کے نظا ہی کو ٹکسال سے اس قسم کی معاہدت کرنے کا اجارہ مل گیا ہے کیونکہ ان کو ہمیشہ مالیہ کی شاخ اجراء اور اپنے تمام سامیوں کے مطالبات کی جن میں ممالک متحدہ کے تمام بینکر (سباہوکار) بھی شامل ہیں پابجائی کے لئے سکے جات اور نیز طلائے خام کا ایک کافی ذخیرہ رکھنا پڑتا ہے اس لئے جب کبھی ان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ سکوں کا ذخیرہ کم ہو گیا ہے وہ اپنی طلائے خام کے ایک حصہ کو بلاصر فرمایا سود کے نقصان کے سکوں کی شکل میں منتقل کر سکتے ہیں اور چونکہ پوری قوم کے زر کی نبض پر ان کا ہاتھ رہتا ہے اور ان کو خام و صحت کے جانچنے پر کھنے اور ٹھیک وزن کرنے اور محفوظ رکھنے کے معقول ذرائع اور تدابیر پر دسترس حاصل ہے اس لئے وہ لوگ بھی جن کو سونے کی بڑی بڑی رقمیں رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اکثر بنکوں ہی سے تولنے۔ باندھنے اور محفوظ کر دینے کا کام لیا کرتے ہیں اس کو بنک بھی ایک قلیل اور مقررہ فیس کے عوض بخوشی منظور کر لیتا ہے پس یہ امر بالکل قدرتی اور سہولت کا موجب ہے کہ اس معاملہ میں بنک ہی وار الضرب کے نائب بنے رہیں۔ بنکوں کو بھی گواس سے غھوڑی بہت منفعت ہو جاتی ہے مگر اس کا پبلک پر کوئی بار نہیں پڑتا جس کفایت شعاری سے بنک اس کام کو انجام دیتا ہے وہی خود اس کا فیم البدل ہے۔ ورنہ اگر ہر شخص جس کے پاس کچھ اونس سونا موٹیک کے لئے وار الضرب کو لے دوڑے اور اس خفیف مقدار کی گداحت اور جانچنے اور کسے کا بار ملک پر ڈالنے کے علاوہ ٹکسال کے حسابات اور معاملات میں پچیدگیاں پیدا کرے تو ظاہر ہے کہ ملکی زر میں کوئی اصلاح ہو ہی نہیں سکتی۔

نقروی زر کی فراہمی | نقروی زر کی قلت اور عام افراد کے نقرہ کی تسلیک کے مطالبہ کے مفروضہ حق کے متعلق اب تک جو غلط فہمیاں قائم تھیں ان کے مد نظریہ صاف تبلا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نقروی سکوں کی فراہمی کا کیا انتظام ہے اور اس پر کیونکر عمل ہوتا ہے۔ ایسا تو کوئی قانون حکم، اور رولج نہیں ہے کہ جس کسی خانگی شخص کمپنی، یا مجلس کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہو کہ چاندی وار الضربیں

پیش کر کے اس کے عوض نقرئی سکوں کا مطالبہ کر سکے۔ یہ بات بالکل ہی مبالغہ اور وار الفرب کے ہاتھ میں ہے کہ وہ بنظر ضروریات عمومی اپنے صوابدید سے سکوں کے اقسام اور مقدار اجراء کا تعین کرے۔ قانون کی یہ موجودہ حالت بالکل درست ہے اس لئے کہ نقرئی سکے محض زر وضعی ہے اس کو مقررہ قیمت کے ساتھ نہ تو برآمد کر کے علیحدہ کیا جاسکتا ہے اور نہ گداخت سے پس اگر عام لوگوں کو یہ آزادی دیدی جائے کہ جس قدر سکے کی مقدار کا چاہیں مطالبہ کر سکیں تو اندیشہ ہے کہ تجارت کی گرم بازاری کے زمانہ میں ان کی بہتات ہو جائے اور جب دوسرے سال تجارت سست ہو ڈھیروں سکے لوگوں کے پاس بیکار پڑے رہیں۔

عملاً دیکھا جائے تو نقرئی سکوں کی فراہمی میں بھی بینک آف انگلینڈ ہی وار الفرب کی رہنمائی کرتا ہے نہ اس وجہ سے کہ اسکو کوئی خاص اختیار یا مراعات اس بارے میں حاصل ہیں یا یہ کہ اس کے فرائض میں یہ بات داخل ہے بلکہ اس وجہ سے کہ چونکہ وہ تمام بینکوں ہی کا بینک نہیں بلکہ تمام سرشتہ جات گورنمنٹ کا بھی بینک ہے اس کو یہ اندازہ کرنے کے بہت اچھے مواقع حاصل ہیں کہ مزید سکوں کی ضرورت ہے یا نہیں۔ ضرورت کے وقت نہ صرف لندن کے تمام بینکر نقرئی سکے بینک آف انگلینڈ سے حاصل کرتے ہیں بالکل تمام سلطنت کے بینک بھی بالواسطہ یا بلا واسطہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں جب کسی صوبے میں نقرئی سکوں کی کمی واقع ہو جاتی ہے تو مقامی بینک کے ذخیرے کی کمی سے اس کا پتہ چل جاتا ہے اور وہ اپنے ذخیرے کی پابجائی یا تو بینک آف انگلینڈ کی قریب ترین شاخ سے کر لیتا ہے یا لندن کے ناٹوں سے جو بینک آف انگلینڈ ہی سے اس کی رسد لیتے ہیں۔ کبھی تو بعض مقامات پر ساہوکاروں کے پاس نقرئی سکوں کے ذخیرے کے ڈھیر جمع ہونے لگتے ہیں اور ممکن ہے کہ کسی بڑے شہر کے بینکوں کا تاجروں۔ قصابوں۔ کھالوں۔ مویشی فروخت کرنے والوں یا دوسرے ایسے ہوپاریوں سے کفایت ہو جو نقرئی سکوں کی بڑی بڑی مقداریں بینک میں جمع کراتے ہیں اور کہیں تو دوسرے بینکوں پر کارخانہ داروں کا تقسیم اجرت کے لئے نقرئی سکوں کی بڑی مقداروں کا مطالبہ ہو اور ان کی بڑی قلت محسوس ہونے لگے اس لئے یہ بات عام ہو گئی ہے کہ

مقامی بینک آپس میں حسب ضرورت غیر ضروری سکون کی خرید و فروخت کر کے آرٹ وقت ایک دوسرے کی مدد کر لیتے ہیں۔ اگر اس طریقہ سے بھی نقدی سکون کی غیر ضروری مقدار میں کوئی کمی نہ پیدا ہو تو بینک آف انگلینڈ یا اس کی کسی شاخ میں یہ رقم واپس کر دی جاسکتی ہے مگر چونکہ فی الاصل بینک مذکور خواہ مخواہ نقدی سکون کی بڑی بڑی رقمیں قبول کرنے یا فراہم کرنے پر مجبور نہیں ہے اس لئے وہ جو حکم اور اپنی محنت کا معاوضہ یا بیع شلنگ فی صد پونڈ یا کچھ کم زیادہ وصول کر لیتا ہے اس فیس کے معاوضے میں ریل کے مصارف حمل و نقل خود بینک برداشت کرتا ہے بکھوٹے اور گھٹیا سکون کو جانچ کر چن لیتا ہے اور ان کو دوبارہ تسلیک کرنے کے لئے لکسال کو روانہ کر دیتا ہے۔ غرض ہر طرح وہ دار الضرب کی نیابت کیا کرتا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ بینک کے ہاتھوں میں اس قدر کاروبار ہونے کی وجہ سے اس کا وہ صیغہ جو نقدی سکون کی اجرائی اور وصولی کا انتظام کیا کرتا ہے ٹھیک طور سے یہ اندازہ کرنے کے قابل ہے کہ نقدی سکون کی مزید رسید کی کب ضرورت ہوگی قبل اس کے کہ ذخیرہ بالکل گھٹ جائے لکسال کو اطلاع دی جاتی ہے اور عموماً ہتم دار الضرب کو خام دھات بغرض تسلیک خریدنے کے لئے بینک بطور پیشگی رقم بھی دیدیتا ہے اس انتظام کی وجہ سے یہ تقریباً ناممکن ہے کہ کرنسی میں کمی واقع ہو جائے اور لکسال کو اس کا علم نہ ہو۔ دو تین سال قبل تک یکایک طلب کی صورت میں جو دار الضرب کا فی رسد مہیا نہیں کر سکتی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ گورنمنٹ نے ملک کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے لحاظ سے مناسب اور موزوں کلیں مہیا نہیں کی تھیں۔ لیکن اب موجودہ انتظام جیسا کہ ہونا چاہئے بالکل مکمل معلوم ہوتا ہے بشرطیکہ دار الضرب کو از سر نو تعمیر کیا جائے اور انتظام ایسا ہو کہ تجارت کے آثار چرٹاؤ سے سبب کبھی یکایک طلب زیادہ ہو جائے رسد بھی ہر وقت اور کافی ہو سکے۔

شاہی دار الضرب انگلستان کے نظام زر فلزی کا تذکرہ کرتے ہوئے ہم اس خواہش کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ دارالعوام اور گورنمنٹ کو چاہئے کہ شاہی دار الضرب کو از سر نو تعمیر کرنے میں کوئی تاخیر نہ گوارا نہ کریں۔ دار الضرب کے موجودہ کارخانے اپنے بانیوں کے لئے باعث فخر و ناز تھے

مگر یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ گذشتہ پچاس ساٹھ سال کے عرصے میں کلوں کے بنانے اور کارخانہ جات کو اصول کفایت شعاری پر قائم کرنے اور چلانے میں بہت کچھ ترقی ہو گئی ہے۔ ایک ایسی دھماکہ بنانے والی کمپنی کے متعلق ہم کیا رائے قائم کریں گے جو اس زمانہ میں آرک رائیٹ کی بنائی ہوئی کلوں اور چرخوں کا استعمال کرے یا گرتیاں ایسے آنجنوں سے چلانا چاہے جو بوتلن اور واٹ کے زمانہ کے کارخانہ سمو جو کے تیار کردہ ہوں ۱ ہمارے قومی تسلیک کا تو اب تک بوتلن اور واٹ ہی کے قائم کئے ہوئے شنگیوں پر دار و مدار ہے حالانکہ کئی بہتر اور سہولت بخش سکے ساز مشینوں کی غیر کلوں اور نوآبادیوں کی ٹکسالوں میں اختراع ہو چکی ہے۔

دارالضرب کی موجودہ کارگاہیں سلطنت برطانیہ کا نوکیا ذکر ہے ملک متحدہ ہی کی دولت اور روز افزوں صنعت و حرفت کی وجہ سے جو طلب ہے اس کی فراہمی کے لئے ہی کافی نہیں۔ چند سال قبل تک تو تجارت کی گرم بازاری کے موقعوں پر جس عجلت سے تقریبی سکوں کی ضرورت ہوتی تھی ٹکسال اون کی اتنی جلد تسلیک نہ کر سکتی تھی علاوہ ازیں جب ایک دھات کے سکے بن رہے ہوں تو دوسرے سکوں کے مطالبہ کی پابجائی کا کوئی ذریعہ ہی نہ تھا۔ کانسہ کے سکے تو بالعموم برمنگھم کے شنگیوں سے تیار کرائے جاتے تھے اور جو سکے ٹکسال میں بنے بھی تھے وہ نہایت ادنیٰ اور ملکی ساخت کے ہوتے یہاں تک کہ چاندی کے غیر منقوش سکے بھی تو بعض اوقات برمنگھم ہی سے منگوائے جاتے ہیں۔ برطانوی ٹکسال تو ایسی ہونی چاہئے جو اپنی قوم کی اعلیٰ مہارت اور دولت کے شایان شان ہو اس لئے غیر اہم اور خفیف موانعات کی بنا پر اس ضروری اصلاح میں کوئی تعویذ گوارا نہ کرنی چاہئے۔ ضرورت تو اس بات کی متقاضی ہے کہ ٹکسال کی کارگاہیں از سر نو تعمیر

کی جائیں ورنہ بغیر اس کے کوئی اصلاح ممکن نہیں اور جب تعمیر از سر نو کرنا ہی ہے تو ماڈرل کی وسیع اور قیمتی جائے کو چھوڑ دینے اور کسی قریب تر مقام پر ٹکسال کے تعمیر کرنے میں بڑی سہولت اور کفایت ہوگی۔ مسٹری سید کی رائے اس مضمون پر بڑی وقعت سے دیکھ جانے کے قابل ہے۔

گیارھواں باب

زر کسری

چھوٹی قیمتوں کے سکوں کے لئے (جن کو انگریزی میں "پنس" اور فرانسیسی میں "مانی ڈائمنٹ" کہتے ہیں) کسی موزوں ترین دھات کا انتخاب ایک ایسا مسئلہ زر ہے جس کو اب تک مشکل سے نشئی بخش طور پر حل شدہ سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ تو لاری ہے کہ کسری سکے کی قدر تقریباً سکے کی قدر کا ٹھیک دسواں حصہ ہو مگر بد قسمتی سے اس وقت کوئی دھات ایسی نہیں ہے جو لمبا ظ قدر چاندی کے ٹھیک پانچواں حصہ ہو۔ البتہ رومن زمانہ میں جبکہ سونا چاندی کی بہ نسبت وہ چند بیش قدر اور چاندی تانبے سے دس گنی قدر میں زیادہ تھی زر کے لئے ایک مکمل نظام اعشاریہ کا قائم کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔ اس مسئلہ کو اور واضح کرنے کے لئے میں نے ایک تختہ مرتب کیا ہے جس میں خاص خاص تجارتی دھاتوں کے اوزان متساوی القدر بتلائے گئے ہیں۔ بعض کے توضیح زخائے بھی شکل سے دستیاب ہوتے ہیں۔ اور قیمت بھی چونکہ اکثر و بیشتر ہر ایک کی ساخت اور تیاری پر منحصر ہو اکر تی ہے اس لئے بازاریوں کی تبدیلیوں کی وجہ سے اعداد مندرجہ ذیل میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ اس تختہ میں سونا کا کوئی قرار دیا گیا ہے اور سونا چاندی دونوں مستند خوبی کے فرض کئے گئے ہیں۔

خاص دھاتوں کے اوزان بلحاظ قدر

۹۴۲	ٹین	۱	سونہ
۱۶۹۶	تانبہ	$۳ \frac{۱}{۲}$	پلاٹنم
۶۳۶۰	سیسہ	۷	الومینم
۱۵۹۰۰	آہن تختہ	۱۶	چاندی
۵۰۸۸۰	آہن خام	۷۱	نکل

یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ جب دھاتوں کی اس طرح تجارتی ساداتوں کے لحاظ سے ترتیب دی جاتی ہے تو ایک بالکل اقلیدسی سلسلہ پیدا ہوتا ہے جس کی نسبت عام ترین کاعدہ ہے۔ چاندی البتہ اس سے مستثنیٰ ہے اور نکل و ٹین کے مابین کسی چیز کی کمی معلوم ہوتی ہے اور چونکہ ٹین بھی قابل تسکین دھات نہیں ہے اس لئے نکل اور تانبے کے درمیان ایک وسیع وقفہ دکھائی دیتا ہے۔ چاندی و تانبے کے درمیان تو اس سے بھی زیادہ وقفہ ہے۔ چاندی بالکل چونکہ تانبے کی بہ نسبت سوچند زیادہ ذی قدر ہے اس لئے تانبے کے ٹیس میں منسوب قیمت کا صرف ایک حصہ ہی شریک کیا جاتا ہے ورنہ ٹیس بہت جیم اور وزن دار بنانے پڑیں گے۔ ۹۷ گرام میں جب بولٹن دواٹ کی دار الضرب سے تانبے کے نئے سکوں کی اجرائی ہوئی تو فی ٹیس ایک اونس اور ڈوپائی کی شرح سے ٹھیک مستند وزن کے سکے بنائے گئے تھے مگر اس میں ایک دو گونہ وقت تھی کیونکہ دراصل سولہ ٹیس کا وزن اور ڈوپائی کا ایک پونڈ ہوتا تھا۔ اگر اب بھی شرح رکھی جاتی تو موجودہ کالسیہ کی کرنسی سے سوچند وزن دار سکے لوگوں کو جیب میں لئے پھرنایا کرتا۔ علاوہ ازیں تانبے کی قیمت میں اضافہ ہو جانے کی وجہ سے بولٹن کے ٹیس کی قدر بطور خام دھات بہ نسبت سکے کی قدر کے زیادہ رہی اس لئے باوجود نفیس نقش و نگار کے ان پیسوں کا

دھات کی طور پر ہی استعمال ہوتا رہا۔

پہلا اور سب سے زیادہ بدیہی طریقہ اصلاح کا یہی تھا کہ پیش کا وزن کم کر کے اسکو بالکل زرو وضعی بنا دیا جائے چنانچہ بولٹن وورٹ کے پنیوں کے ۳۳ م گرین کے وزن میں ایک ثلث کی ٹمکی کر کے وکٹوریہ کی پرانی پنیاں بنائی جانے لگی کانسہ کی پینی کا وزن تو اور زیادہ ہلکا ہے جو دراصل ۸، ۱۵ م گرین ہونا چاہئے تھا۔

لیکن زرو وضعی کے وزن کو یکایک اور زیادہ مقدار میں گھٹا دینے سے دو دقتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ اندیشہ ہے کہ لوگ اس خیال سے کہ سکے ناجائز طور پر اس قدر ہلکے کئے گئے ہیں قبول کر نیسے انکار کر دیں جیسا کہ ۱۹۱۷ء میں فرانس کی انقلابی حکومت کے بنائے ہوئے تاجے کے نئے پانچ اور دس سنٹم کے سکوں کا دجن کے سابقہ وزن میں نصف کی کمی کر دی گئی تھی (حشر ہوا۔ اور جن کو واپس لیکر گورنمنٹ وزن سابق پر از سر نو مسکوک کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ اس قسم کے ہلکے یعنی ایک گرام فی سنٹم کے وزن کے سکے نپولین سوم کے عہد تک جاری نہ ہو سکے۔ بہتر تو یہ ہے کہ اول لوگوں کو ہلکے وضعی سکوں کے قبول کرنے پر آمادہ اور تیار کیا جائے اور پھر تخفیف بتدریج اور متوسط مقداروں میں عمل میں لائی جائے۔

دوسری دقت یہ ہے کہ اگر دھات آسانی سے ڈھلنے اور مسکوک ہونے والے ہو اور منقوشات کو عرصہ تک عمدہ حالت میں برقرار نہ رکھ سکے اور تسلیک میں تھوڑے بہت نفع کی گنجائش بھی ہو تو جہلazon کو اس سے بڑی تر غیب و تحریص ہوگی۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ تاجے کی انگریزی تسلیک میں کوئی ایسی بات ہوتی ہے مگر خاصہ پیرس ہی میں فابریک سنٹ آنوئی میں گورنمنٹ کی آنکھوں کے سامنے ہی بڑی بڑی مقداروں میں جعلی سونپلائے جاتے ہیں۔

عمدہ سے عمدہ حالت میں بھی خالص تاجے کا سکہ کچھ یونہی سانبتا ہے چونکہ اس میں کافی سختی نہیں ہوتی اس لئے خشک بہت جلد مسخ ہو جاتی ہے۔ ماسوا اس کے نمناک ہوا کے اثر سے اس پر رنگ کی جوتہ جیتی ہے وہ بد نما۔ غلیظ اور بدبودار ہونے کے علاوہ زہر آلود بھی ہے۔

اب ہم ان مختلف ترکیبوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے تانبے کے سکوں کے بجائے کسی زیادہ سہولت بخش کرنسی کے قیام کی کوشش کی گئی ہے۔
بلن کے سکے اپنی اور دوپنی کے سکے اگر ”زرمائی“ کی طرح مستند چاندی کے بنائے جائیں تو استعمال کے لئے بہت ہلکے اور چھوٹے ہوں گے

کیونکہ ان کا وزن علی الترتیب $\frac{1}{4}$ اور ساڑھے چودہ گرین سے زیادہ نہ ہوگا۔ تین پین کے سکے بھی جن کا وزن ۱۷.۵ گرین ہوتا ہے اور جن کی انگلستان میں بڑی کثرت ہے خاطر خواہ بڑے نہیں ہیں۔ انگلستان میں تو ایک عرصہ وراز سے پرانی مستند ترکیب یعنی ۹۲۵ حصہ فی ہزار سے کم خوبی والی چاندی کی تسلیک ہی نہیں ہوئی لیکن یورپ کے اکثر ملکوں میں چھوٹے نقری سکے چاندی اور تانبے کے ایک بہت ادنیٰ مرکب سے جن کو ”بلن“ کہتے ہیں بنائے گئے ہیں۔ فرانس میں بھی ایسے سکے جن میں جزو ترکیبی کے پانچ حصوں کے ساتھ ایک حصہ چاندی کا ہوا کرتا تھا کسی قدر رائج تھے مگر یہ سب بھولی کہ ان کو واپس لے لیا گیا ہے۔ ناروے میں ابکل چھوٹے سکے کچھ تو نیم انگلنگ اور اسکلنگ پر جس کی قیمت تقریباً ہاف پنی کے برابر ہے مثل ہیں مگر زیادہ تر دو تین چار اسکلنگ کے سکے ہوا کرتے ہیں۔ ان کو ایسی بلن سے تیار کیا جاتا ہے جس میں ایک حصہ چاندی کو تانبے کے تین حصوں کے ساتھ ترکیب دیتے ہیں۔ میں نے اوون کالج کے کیمیاوی دارالتجربہ میں ان کا خود تجزیہ کروا کر دیکھا ہے جسامت ان کی بالکل موزوں اور مناسب ہوتی ہے اور چونکہ اکثر نئے جاری کئے ہوئے ہیں اس لئے صاف اور تھکے بھی معلوم ہوتے ہیں۔ اسٹریا میں بھی اب تک بلن کی تسلیک کی جاتی ہے۔

ان ریاستوں میں جو اب موجودہ سلطنت جرمنی میں ضم ہو گئی ہیں بلن کے سکے سب سے زیادہ رائج رہے ہیں جن میں زیادہ تر تین چار اور چھ کروڑوں کے سکے ہوتے۔ تھے کیونکہ نام نہاد شیدائیں ان کے سکے اجوا سے واپس کرائے جا چکے ہیں۔ ان نقری سکوں کا مرکب ایک جزو چاندی اور تین چار یا زیادہ حصہ تانبے کی آمیزش سے تیار کرتے ہیں۔ تسلیک کے وقت شکوے سے گزرنے کے قبل اس مرکب پر سے تانبہ دھوا جاتا ہے تاکہ بالائی سطح پر خالص چاندی کی ایک تہ نمایاں

ہے۔ اس عمل کو کلرنگ ”یعنی“ اُجالنا“ کہتے ہیں جس کی وجہ سے سکہ نئی حالت میں چمکدار دیکھائی دیتا ہے اور پلن میں روانی آتی ہے لیکن کچھ دنوں کے بعد ہی چاندی کی یہ بالائی تہ غائب ہو جاتی ہے اور سکہ بہت بد نما نظر آنے لگتا ہے۔ پلن کے سکوں میں ایک اور عیب یہ ہے کہ اس میں ایک بہت بڑی قسم کے میل کے جینے کا خاصہ ہوتا ہے جس کا چند سال قبل کے سیاہان جو مینی کو بنجوبلی تجربہ ہوا ہو گا جھلساؤں کے لئے بھی اس میں بڑی آسانی ہے اسی سبب سے اور بعض دوسری مقول وجہ کی بنا پر پلن کو اختیار کرنے کی رائے نہیں دی جاسکتی۔

مشترک سکہ | بیان کیا جاتا ہے کہ فرانس کے بادشاہ اعظم سنٹ لوئی نے سا بیوں کی تنخواہ کے لئے چھوٹے سکوں کی بڑی ضرورت محسوس کر کے نوادراٹھارہ گرین کے ٹکڑے تقریبی تار سے کاٹ کر تیار کروائے تھے اور ان کو مہمور پارچہ چرم میں جڑوا کر ایک اور دو ڈانچم کے سکوں کے طور پر جاری کیا تھا۔ اس میں چاندی تو قدر کے لئے رکھی گئی تھی اور چمڑے کا ٹکڑا تقریبی تار کی حفاظت اور دستہ کا کام دیتا تھا۔ حال میں بھی ایسے سکہ جات مشترک جن کے بیچ میں چاندی اور ارد گردتا ہے کا حلقہ تھا اسی اصول پر بنائے گئے تھے۔ ایسے نمونہ کی پینی شکل میں بھی اچھی معلوم ہوتی ہے اور جسامت بھی موزوں ہے مگر اس کے استعمال پر بہت سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں ایک تو تسلیک ہے مصارف زیادہ ہوں گے دوسرے یہ اتنی مکمل اور مضبوط نہ بن سکیں گی کہ تقریبی ٹکڑا مکمل کر اس سے کبھی علیحدہ نہ ہونا محال نہ ہو تا محال کی یک جہی بھی ایسے برقی کیمیاوی عمل کا موجب ہو گی جس سے تاننا مکمل جائے گا۔ ماسوا اس کے جھلساؤں اصلی ٹکڑا نکال کر ملٹیں ٹکڑا جاوین تو گرفت بہت مشکل سے ہو سکے گی۔ سنہ ۱۸۷۰ء میں نپولین اول نے بھی فرانس میں اس قسم کے سکے بنوائے تھے مگر ان کا اجرا نہ ہوا۔ اسی قسم کی بنیاں جن کے بیچ میں تاننا اور اطراف پٹیل تھا انگلستان میں بھی چلی ہیں۔ ٹین کے پیس۔ ہاف پیس اور فارونگ بھی جن کے بیچ میں مرکز پر تاننا ہے کی گنڈی جڑی ہوئی تھی عرصہ تک۔ مستعمل ہوتے رہے ہیں اولہا قدیم سکوں کے ذخائر کی الماریوں میں اکثر دیکھنے میں آتے ہیں۔

کانسہ کا سکھ۔ اقبل تاریخ کے زمانوں میں بھی لوگ یہ جانتے تھے کہ تانبہ میں
الکڑی کی تھوڑی مقدار شریک کر دی جائے تو اس میں خاصی مٹی
پیدا ہو جاتی ہے۔ اس ترکیب سے جو کانسہ بنتا تھا اس سے بھی قدیم قومیں واقف
تھیں۔ فرانس کی انقلابی حکومت کے قبضہ میں جب کوئی گر جا گھر آ جاتے تو وہ ہاتھوں
کو کھلا کر ان کی وحاشات سے سکے بنالیا کرتی تھی جن کا نام اسی مناسبت سے
”سوز ڈی کلاک“ پڑ گیا تھا۔ یہ خالص مسی سکوں سے بھی عمدہ ہوتے تھے۔
مرحوم شہنشاہ فرانس نے تو ۱۸۰۳ء میں ان پرانے سکوں کو از سر نو مسکوک کرانے کا
انتظام کیا اور یہ جدید تسکیک نہایت کامیابی کے ساتھ عمل میں آئی۔ بڑی حیرت ہے کہ
اس سے قبل کسی جدید گورنمنٹ کے خیال میں بھی نہ آیا کہ ذیلی سکوں کے لئے ایک
موزوں اور عمدہ قسم کے کانسے کو اختیار کرنا چاہئے۔ علاوہ ان دو سو ملین سکوں کی
مقدار کے جو بعد ضرب کرائے گئے ۱۸۵۳ء و ۱۸۶۷ء کے مابین دو ملین اسٹیلنگ
کی قیمت کے آٹھ سو ملین سکے جن کا وزن گیارہ ملین کیلو گرام تھا مسکوک کئے گئے۔
تقریباً یہ لحاظ سے یہ تجربہ نہایت کامیاب ثابت ہوا۔ پانچ اور دس سینٹم کے
سکے جو اکل فرانس میں رائج ہیں جن کے نقش و نگار کسی قدر دبے ہوئے مگر بالکل صاف
اور نمایاں ہوتے ہیں ایک عمدہ تسکیک کا نمونہ ہیں۔ لوگوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ
قبول کیا حالانکہ ان کا وزن فی سنٹم ایک گرام یعنی اُس پرانے سو کے وزن سے
بڑھ کر نہ تھا جس کو انقلاب کے زمانہ میں لوگ مطلقاً قبول نہ کرتے تھے۔ اور بڑی
بات تو یہ ہے کہ یہ سکے زیادہ دیر پا بھی ہوئے ہیں۔

انھیں جس کانسے سے بنایا جاتا ہے وہ ۹۵ حصے تانبے۔ چار حصے ہیں۔
اور ایک حصہ جست سے تیار ہوتا ہے گو یہ مرکب تانبے سے بہت زیادہ سخت
ہے مگر اتنا لوچدار اور نقش پذیر ہوتا ہے کہ بھپے کا نقش اچھی طرح قبول کر لیتا ہے
اور دیر تک قائم بھی رکھتا ہے۔ چونکہ طاقتور شکنجے کے بغیر اس کی تسکیک ہو نہیں سکتی
اس لئے تلبیس بھی تقریباً ناممکن ہو جاتی ہے۔ کھلی ہوا اور سردی میں ڈال رکھنے سے
اس پر مشکل کوئی اثر ہوتا ہے البتہ صرف ایک ”قدرتی“ کا پراکسائیڈ کی لمکی سی سیاہ تہ
جمتی ہے جس سے نقش کے گھسے ہوئے حصے ابھرتے ہیں اور سکوں کی خوبصورتی

برٹہ جاتی ہے۔

اب تو ممالک متحدہ، انگلستان، اٹلی، اور سویڈن میں بھی کانسے کی تسلیک ہو گئی ہے اور بالکل قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ کانسے تانبے کی جگہ لے لیا چنانچہ جرمن گورنمنٹ آجکل ایک فنک کے سکوں کے لئے کانسہ ہی استعمال کر رہی ہے۔

سلطنت متحدہ کی قدیم تانبے کی تسلیک کے عوض دس پندرہ سال کے پہلے پینس ہاف پینس اور فارونگ کی تسلیک کا ایک نہایت

کانسہ کا انگریزی سک

نفس اور سہولت بخش سلسلہ ٹھیک اسی کانسے سے بنایا جانے لگا تھا

جس سے فرانسیسی سینٹم بنائے جاتے ہیں۔ یہ انگریزی سکے گوفرانسیسی سکوں کی طرح مکمل اور عمدہ نہیں تاہم تھوڑے اور زیادہ دیر پا ضرور ہیں۔ ان میں اگر کوئی بات قابل اعتراض رہ گئی ہے تو وہ اسی قدر ہے کہ وہ پرانے سستی سکوں کی یہ نسبت اگرچہ کم وزن اور جسامت میں کم ہیں لیکن اب بھی کچھ بڑے اور بھاری ہی ہیں۔ چونکہ پرانے سستی سکے اب بالکل واپس لے لئے گئے ہیں۔ اور نئے سکوں میں سے بہت کم تلف یا گم ہوئے ہیں اس لئے انگلستان کے زرکاری کی مقدار کا ہم ٹھیک اندازہ کر سکتے ہیں۔ ۱۸۶۱ء سے ۱۸۶۲ء تک جس مقدار کا اجرا ہوا ہے وہ درج ذیل ہے :-

قسم سک	وزن ٹن میں	تعداد سک	قدر سوڈ اسٹرلنگ پونڈ میں
بینی	۱۵۹۵	۱۶۰۴۱۹۰۰۰	۸۲ ۱۰۰ پونڈ
ہاف پینیاں	۹۱۸	۱۶۴۵۰۵۰۰۰	۱۹ ۳۲۷ پونڈ
فارونگ	۱۴۹	۵۳۵۹۴۰۰۰	۲۶ ۵۵ پونڈ
جملہ	۲۶۵۲	۳۸۸۵۱۸۰۰۰	۱۰۸ ۶۲۷ پونڈ

بشمول اس قلیل مقدار کے جو ۱۸۶۱ء کے قبل کی اجرا شدہ ہے ۱۸۶۳ء تک

کانسہ کی کل اجرائی کی مقدار گیارہ لاکھ تریالیس ہزار چھ سو تین پونڈ ہوتی ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ انگلستان میں چھوٹے سکوں کی مقدار چار ہزار چلن میں ہیں بہت فراش کے بہت کم ہے جہاں کم از کم ایک ہزار ملین کے دجن میں زیادہ تر پانچ اور دس سینٹم کے ہیں) زیر استعمال ہیں۔ (اس طرح جہاں انگلستان۔ اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے باشندوں کو فی نفر $\frac{1}{2}$ ۲۸ پیس کافی ہوتے ہیں۔ فرانس میں بالا و وسطیٰ نفس ایک فرانک (۶۰) سینٹم یعنی پندرہ پیس بلجیم میں دو فرانک ۲۶ سینٹم یعنی $\frac{1}{2}$ ۲۱ پیس، اٹلی میں تین فرانک دس سینٹم یعنی $\frac{1}{4}$ ۲۹ پیس موجود ہیں۔

اوزان زر | یہ ایک عجیب بات ہے کہ مختلف اقسام زر کے اوزان میں

سے اگر مملکت متحدہ کے زر کاغذی کا اندازہ چالیس ملین، اور سکے جات طلائی سوا ملین اور سکے نقرئی پندرہ ملین اور کانسے کے سکوں کا اندازہ بمعاظ تعداد مندرجہ بالا کیا جائے تو ان کے اوزان حسب ذیل پائے جائیں گے:-

۱۶ ٹن	زر کاغذی
۸۶ ٹن	زر طلائی
۱۶۷ ٹن	زر نقرئی
۲۶۵۲ ٹن	زر کانسہ

۲۴ اونس

جملہ

اس طرح اعلیٰ ترین ذمی قدر جزو زر و وزن میں سب سے بھاری کیوں ہے اس کی کوئی معقول وجہ نہیں بتلائی جاسکتی۔ اثر اس کا یہ ہوتا ہے کہ چلر فروشوں اور اور بالخصوص شراب بیچنے والوں اور کرایہ پر گاڑی چلانے والوں یا ناشران اخبارات کے ہاں پیسوں کا بڑا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ لندن کے لوہہ کشوں کے ہاں متفرق دوکانوں سے کانسہ کے سکوں کا اتنا بڑا ذخیرہ اکٹھا جمع ہو گیا کہ دارالضرب کو بالآخر بجائے مزید تسلیک کرنے کے ان کھالوں ہی سے کانسہ کے سکے خرید لینے کا بندوبست کرنا پڑا۔ بڑے بڑے شہروں میں بھی پیس کے ذخائر کو

بغیر وقت اور نقصان کے منتشر کرنے کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ یہ ذخیرے ہر وقت ایسی گرنیوں اور کارخانوں کو جہاں اجرت کی تقسیم ہوا کرتی ہے روانہ کرنے جاتے ہیں۔ مہاجن تو قانونی حد یعنی ایک شلنگ سے زیادہ قیمت کے کانسہ کے سکے قبول ہی نہیں کرتے اور عوام الناس بھی دو تین پنس سے زیادہ کے چلر نہیں لیتے۔ یہ امر قابل دریافت ہے کہ آیا زر کسری کے اس طور پر ذخیرہ ہو جانے کے میلان کا علاج مکمل یا کسی اور مرکب کے (جن کی شاید آئندہ اختراع ہو) زیادہ ٹیک اوٹفیس سکوں کو اختیار کرنے سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔ فرانس میں یہ محسوس کیا گیا ہے کہ یہ نسبت "بل مثل" (مرکب دھات) اور تانبے کے پرانے سکوں کے جن کا بعض مقامات پر ذخیرہ ہو جایا کرتا تھا کانسہ کے سکے زیادہ سہولت سے عام ملین میں رہتے ہیں۔ گوتا تانبے کی پرانی پنیوں کی یہ نسبت کانسہ کے موجودہ پنس بہت عام ہیں تاہم اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ عسدرگی میں یہ اوج کمال پر پہنچ گئے ہیں۔ ان کے وزن کو اگر بقدر نصف اور گھٹا دیا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ اور بھی زیادہ سہولت بخش ہو جائیں گے۔

مرکب دھاتیں

نیکل - نیکلینز - الوئیم وغیرہ

ذیلی سکوں کی ساخت کے لئے نیکل کے استعمال کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اگر اس کی طلب و رسد کی حالت زیادہ پائدار اور قابل اعتبار ہوتی تو ہم کو کسی اور بہتر شے کے تلاش کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی اگرچہ تانبے اور نیکل کا جو مرکب تیار کیا جاتا ہے بہت سخت ہے اور شکل سے مسکوک ہوتا ہے مگر نقش اس پر بہت اچھا بیٹھتا ہے اور غالباً زیادہ پائدار بھی ہوتا ہے۔ نیز ان میں التباس کا امکان بھی بہت کم ہے علاوہ ازیں اس کے عجیب اور بے مثل رنگ کی وجہ سے بھی زر نقدی و طلائی سے ان کو ہمیز کرنے میں کوئی وقت نہیں ہوتی۔ مگر ہم

آجکل علم فلزات کی ترقیوں کی بدولت نیت نئی دھاتوں اور مرکبوں سے آشنا ہوتے جا رہے ہیں اور یہ بالکل قرن قیاس ہے کہ بالآخر زر کسری کے واسطے کوئی نیا مادہ دریافت ہو جائے گا۔ ڈاکٹر پرسی تو کھل کی روز افزوں قیمت کے مد نظر ٹینگیز کے استعمال کی رائے دیتے ہیں کیونکہ اس کے مرکبات کی بھی تقریباً ہی خاصیت ہے اور پیداوار بھی زیادہ افراط سے ہوتی ہے۔

ڈاکٹر کلینسن ویکم زر کی ساخت کے لئے الوئیم کے استعمال کی تجویز پر دیتے ہیں۔ اس کے آزمائشی سکے جن پر "۱۸۷۲" منقوش ہے ضرب ہو چکے ہیں جس کا نمونہ دار الضرب پیرس کی نمائش گاہ میں موجود ہے۔ الوئیم کا ایک مخصوص سفید نیلگوں رنگ ہوتا ہے مگر بڑی خوبی اس کی قلیل کثافت انسانی سے متذکرہ بالا آزمائشی سکے کا قطر جس کا ایک نمونہ انگریزی ٹکمال کے کیمیائی ماہر مسٹر رابرٹ نے مجھے عنایت کیا ہے دو سنتی میٹر یا ۰.۰۰۹ اینچ ہے یعنی یہ چھ پنس کے سکے سے کسی قدر چوڑا اور دبیز ہے لیکن بایں ہمہ وزن ایک گرام یعنی ۱/۱۰ اگرین سے زیادہ نہیں۔ اگر ہمارے پنس اور ہاف پنیاں بھی اسی طرح سبک اور سہولت بخش ہوتیں تو ہم کو ان کی بڑی مقدار بھی جیب میں لے کر پھرنا بار نہ ہوتا مگر اس نئی دھات کی قیمت اور پیداوار کی بے اطمینانی ہی ایک ایسی قوت ہے جو اس کے عام استعمال میں مزاحم ہے دوسرے یہ بھی اطمینان نہیں کہ وہ کہاں تک دیر پا ہوگی۔ لیکن خالص الوئیم اگر بالضرر تسلیک کے لئے غیر موزوں ہی ثابت ہو تو اس کے بعض مرکبات سے کام لیا جاسکتا ہے چنانچہ دار الضرب کے سابق مہتمم مسٹر گراہم نے ایک سے دس سنت کے آزمائشی سکے اس کے مرکب سے بنائے تھے جس کو "کانسہ الوئیم" کا نام دیا گیا تھا۔ میری رائے میں فولاد بھی زر کسری کے لئے ایک بہترین مادہ ہوگا بشرطیکہ اس کو رنگ آلود ہونے سے بچایا جاسکے۔ گو اس کی تسلیک ذرا وقت طلب ہے لیکن مسکوک ہو جانے کے بعد سکے ایسے سخت اور مضبوط ہوں گے کہ ان کا اتلاؤں تقریباً ناممکن ہو گا اور ارزانی کی وجہ سے تھوڑے صرفہ میں اس کی پیداوار میں بڑی بڑی مقداریں حاصل ہو سکیں گی۔ ماسوا اس کے چونکہ جلسازدوں کو اس سے کوئی فائدہ کی توقع نہیں اس لئے تقلیب کا امکان بھی باقی نہ رہے گا۔ اور ان

سکوں کی قدر غلری بھی چنداں قابل لحاظ نہیں رہتی اور جہاں تھلنگ اور چھ پنس کے سکوں کی مثال ہی غالباً زیادہ سہولت بخش ہوگی۔ سر جان ہرشل نے اپنی فریکل جاگرفی میں جس کو ان سائیکلو پیڈیا ریٹائیگا کے فقرہ ۲۸۹ ص ۳۰ سے نقل کر کے شائع کر دیا گیا ہے) لکھتے ہیں کہ فولاد میں اگر تھوڑی بھل کی آمیزش کر دی جائے تو رنگ نہیں لگتا۔ کم از کم شہابی لوہے میں تو اس آمیزش کا بھی اثر ہوتا ہے بہتر ہے کہ ایسے مرکب کی ٹھیک طور پر آزمائش اور تجربہ کر لیا جائے۔ بقول سٹر رابرٹس چاندی بھی لوہے اور فولاد کے ساتھ اچھی طرح مرکب ہوتی ہے اور ایسے مرکبات کو تسلیک کے لئے تجویز بھی کیا گیا ہے۔ چاندی، تانبے اور جہت کے مرکب کی سونز رلینڈ میں جہاں اس سے پانچ دس بیس سینٹم کے سکے بنائے جاتے ہیں خوب آزمائش ہو چکی ہے۔ جہاں تو ان سکوں کی سہولت بخش ہے مگر رنگ ان کا کچھ یوں ہی سا ہلکا سفید وردی مائل ہوتا ہے۔ میرے علم میں تو کسی اور ملک نے اس مرکب کو اختیار نہیں کیا ہے اور چاندی کا اس میں شریک کرنا کچھ سودمند بھی نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس رنگ کے مرکب کا چاندی کی آمیزش کے بغیر بھی تیار کرنا غالباً کوئی مشکل کی بات نہیں۔ علم سکے سازی کی یہ بڑی بد قسمتی ہے کہ اس کا مطالعہ سرکاری محکموں کے ملازمین ہی کی حد تک بالاتر اہم محدود ہو گیا ہے۔ آئے دن جو تر قیاں صفت و معرفت کی دوسری شاخوں میں جہاں وسیع اور آزاد مقابلہ کا موقع حاصل ہے ہوتی رہتی ہیں۔ ور کی ساخت میں ان کی شکل سے توقع کی جاسکتی ہے یہاں اول تو کسی نئی قسم کے سکے کی آزمائش کا موقع ہی مشکل سے ملتا ہے اور پھر ملک متحدہ کے عیسی بڑی کمپنیوں میں تو تجربے ہو بھی نہیں سکتے۔ البتہ انگلستان کی محکمات کو جس سے نوآبادیات اور مقبوضات کے سکوں کی فراہمی تعلق ہے ایسی تجویزوں کی آزمائش کا نہایت عمدہ موقع حاصل ہے۔ اور اس سے نوآبادیات بھی کچھ زیادہ زیر بار نہ ہوں گی کیوں کہ حکومت انگریزی چند سو یا چند ہزار پونڈ کے چھوٹے سکے کو نوآبادی کے لئے مسکوک کر کے یہ وعدہ کر سکتی ہے کہ اگر چند سال کے استعمال کے بعد وہ ناموزوں ثابت ہوں تو گورنمنٹ اپنے صرفے سے انہیں واپس لے لیں گی۔

بارھواں باب

نزاع معیارات

جب سے کلیفورنیا اور آسٹریلیا کی بڑی دریافت سے طلا کی وجہ سے چاندی اور دوسرے اشیاء کے تعلق سے جو سونے کی قدر میں ہل چل مچنے لگی ہے اس مسئلہ پر مسلسل اور پیہم بحث ہوتی رہی ہے کہ بالآخر قدر کا معیار کیا ہونا چاہئے معیار نقرہ کی قدیم تجویز کی حمایت میں رہی اور دوسری پارٹی طلائی اور ڈبل معیار کی طرف داری کرتی رہی انگلستان چونکہ عرصہ دراز سے معیار طلا پر عمل پیرا ہے۔ اس لئے ان مباحث میں ہم نے چنداں دلچسپی نہیں لی مگر فرانس بلجیم جرمنی سوئٹزرلینڈ اٹلی و ہالینڈ کے ماہرین معاشیات نے اس مسئلہ پر وہ خامہ فرسائی کی ہے کہ دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں ۱۸۶۹ء کے بعد سے جو تغیرات یورپ کی کرنسیوں میں واقع ہوئے ہیں وہ اپنے نوعیت میں بہت وسیع ہیں اور بعض قوموں نے تو ایک مرتبہ نہیں بلکہ بار بار اپنی پالیسی بدلی ہے ہالینڈ نے تو سنہ ۱۸۵۷ء میں اس اندیشہ سے کہ سونے کے قدر میں بڑا زوال آنے والا ہے چاندی کو بطور واحد معیار قدر اختیار کر لیا اور بہت خسارہ برداشت کیا اور عجب نہیں جو پھر اس کو خواہ جرمنی کی طرح بطور واحد زرقانونی یا نقرے کے پہلو بہ پہلو معدود تسکیک کے لئے جیسا کہ بلجیم اور دوسرے فرانسیسی خلفائے زر کے ہاں موجود ہے۔ طلائی معیار کو اختیار کرتے ہیں انھیں مصائب اور خسارے کا سامنا کرنا پڑے۔

سوتے اور چاندی میں سے کسی ایک کو بہ نظر فوائد ترجیح دیکر بطور پیمانہ قدر اختیار کرنے کا سلسلہ لاک کے زمانے سے لیکر لارڈ لیورپول کے عہد تک انگلستان کے ریاضی مصنفین میں اکثر زیر بحث رہا ہے۔ لاک اور دوسرے قدیم مصنفین نے تو چاندی کی تائید کی تھی مگر لارڈ لیورپول نے قطعی تصفیہ کر دیا کہ انگریزی پالیسی معیار طلا کی جانبدار ہونی چاہئے چنانچہ اب رائے کاغذی میلان اسی جانب ہے چنانچہ اکثر ملکوں نے چاندی کے بجائے سونے ہی کو اختیار کر لیا ہے اور ہالینڈ کی مثال سے سبق لیکر پھر کسی ملک نے نقرہ کو معیار طلا بنانے کی جرأت نہیں کی حتیٰ کہ آسٹریا نے بھی جواب تک معیار نقرہ کا علم بردار سمجھا جاتا ہے دس اور بیس فرانک کے طلائی سکے جن پر چار اور آٹھ گلدن کی عبارت بھی تھی ہے مسکوک کر کے تبدیلی کی جانب قدم بڑھا لیا ہے۔

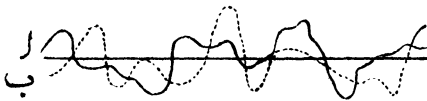
(دو گونہ) چاندی کے اکہرے معیار سے چونکہ تمام یورپ عملاً دست بردار ہو چکا ہے اس لئے اب آخری زمانہ میں معرکہ آرائی صرف دو ہرے معیار کے ان دو فریقوں کے درمیان ہوتی رہی

ہے جن میں سے ایک تو فرانس اور مغربی یورپ کی کانفرنس زر کے شرکاء کی پارٹی ہے اور دوسری وہ جو ایک ایسے دو گونہ معیار طلا کی حامی ہے جس کے ساتھ ساتھ نقرہ کی ذیلی تسلیک اور نظام انگریزی کے ماٹرن جھوٹی قدر کے سکے جاری ہوں اس کے فوائد اوتوسکی۔ کوریل۔ سہوکل۔ سید۔ لیون۔ پرنس اسمتھ اور دوسرے مصنفین نے نہایت قابلیت کے ساتھ بتلائے ہیں اور طلائی معیار کے حامیوں میں شیولینز ڈی پیر و ہیرکس۔ فریراربن۔ لواسور۔ فیرنزارگ اور جگلر وغیرہ کے معیار طلا کے چند مشہور اور سربراہان ہیں اس مسئلہ پر بہت مبسوط اور جامع کتابیں لکھی گئی ہیں جو عام پڑھنے والوں کے لئے خشک اور دلچسپی سے خالی ہیں اس لئے یہاں ہم خاص خاص مباحث کا صرف ضروری خلاصہ درج کر دیتے ہیں۔

سب سے اول اوتوسکی نے نظام معیار دو گونہ کے عمل کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کو بطور نظریہ بالکل صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ انگریزی مصنفین کا یہ اعتراض کہ اس نظام سے ہم کو بجائے ایک کے اب دو نوں دھاتوں کے

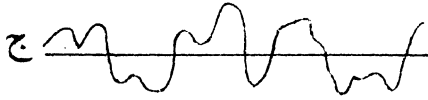
انہٹائی اتار چڑھاؤ کا سامنا کرنا پڑے گا میری رائے میں اس امر غلط نہیں پر یہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جب سونا اور چاندی ہر دو غیر محدود مقداروں کے لئے زر قانونی ہوں تو ادائیگوں میں لوگ اس دھات کو ترجیح دیں گے جس کی قدر (پہا) اور (۱) کی مقررہ نسبت سے بڑھ گئی ہو مستند چاندی کی قیمت جب کہ ٹھیک پانچ شلنگ ۱۳ پینس فی اونس ہو اسی زمانے میں قرضوں کی ادائی میں سونے یا چاندی کے استعمال کی ترجیح کا سوال فرانس میں ناقابل لحاظ ہو گا اور لندن کے بازار میں پچھلے تیس سال کی مدت میں صرف چند ہی بار یہ قیمت دیکھی گئی ہے اس لئے اس پر زور دیا جاتا ہے کہ ڈبل میار فی تحقیقت دو گونہ نہیں ہے بلکہ صرف چاندی یا سونے کا متبادل میار (Alternative Standard) ہے یعنی جب چاندی کی قیمت فی اونس پانچ شلنگ ۱۳ پینس سے کم ہو جاتی ہے تو میار تقری ہو جاتا ہے اور جب چاندی کی قیمت اس سے بڑھ جاتی ہے تو سونا بطور حقیقی پیمانہ قدر کے اس کی جگہ لے لیتا ہے۔

اس مدت تک تو بیشک انگریزی ماہرین معاشیات کی بحث درست ہے لیکن اول تو یہ لازمی نہیں کہ اشیاء کی قیمتیں دونوں دھاتوں کے انتہائی اتار چڑھاؤ کے تابع ہو کریں جیسا کہ بہت سے مصنفین بے سوچے سمجھے اس پر زور دیتے ہیں کیونکہ قیمتیں صرف اسی ایک دھات کی رفتار کے تابع ہوتی ہیں جو قدر میں مقررہ نسبت قانونی پہ ۱۵ اور ایک سے گر گئی ہو جیسا کہ نقشہ ذیل سے واضح ہو سکتا ہے۔

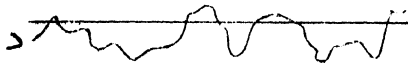


خط آلف اگر سونے کی قدر کے اتار چڑھاؤ کو کسی تیسری شے مثلاً تانبے کے تعلق سے ظاہر کرے اور اسی کی مطابقت سے خط ب سے مراد چاندی کے اتار چڑھاؤ کی ہو تو ان دونوں کی بالائی نشست کو لے لینے سے ذیل کا خط ج

دونوں دھاتوں کے انتہائی اتار چڑھاؤ کو ظاہر کرے گا۔



اس پر ملحوظ رکھنا چاہئے کہ قدر کا معیار ہمیشہ اس دھات کے تابع ہوتا ہے جس کی قدر گنتی ہے اس لئے ذیل کا خط دہی اصلی نقش معیار قدر کی اختلاف پذیری کا ہے گو اس خط میں اتار چڑھاؤ بہ نسبت سونے یا چاندی کے خطوط کے زیادہ پائے جاتے ہیں لیکن یہاں اتار چڑھاؤ اتنے زیادہ وسیع نہیں ہیں اور یہی بات سب سے زیادہ اہم اور قابل لحاظ ہے۔



عمل توازن | انگریزی مصنفین کی غلطی اسی پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ذرا غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ اولو سکی اور کورسیل سینویل اس بات پر زور دینے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ فرانسیسی قانون زر میں مساو سنہ کا یا بالفاظ دیگر مساوات و توازن قائم کرنے والا عمل کارگر رہتا ہے اور سونے و چاندی کی قدر کو نسبتاً زیادہ مستقل رکھتا ہے اگر چاندی بہ مقابلہ طلا ایک اور سڑھے پندرہ گنست ہے زیادہ ذی قدر ہو جائے تو ان ممالک میں جہاں دو معیاری نظام ہے سونا برآمد کر دینے کی جانب فوراً میلان پیدا ہو جاتا ہے تاکہ اس کے ملوک اور قانونی مساوات سے تقرری سکوں میں مستقل ہو جانے کے بعد پھر اس کی درآمد کر لجائے یہ صرف نظریہ ہی نہیں بلکہ فرانس میں عملاً ایسا ہوتا بھی رہا ہے چنانچہ زر خاص جو قسطنطنیہ میں محض نقرہ پر مشتمل تھا سنہ ۱۸۶۷ء میں تقریباً بالکل سونے کا ہو گیا۔ فرانس نے ارزاں شدہ دھات کو تو بڑی مقداروں میں مضمم کر لیا اور گراں دھات اگل دی جس سے یقیناً سونے کی قدر معمولی سے زیادہ گھٹنے اور چاندی کی قدر بڑھنے نہ پائی ہوگی

یہ ظاہر ہے کہ اگر سونا یہ تعلق نقرہ قدر میں بڑھ جائے تو یہ عمل برعکس ہو جاتا ہے یعنی سونا ہضم کر لیا جائے گا اور چاندی اگل دی جائے گی۔ بس یہ بلا شک و شبہ ثابت ہے کہ ہر وقت معیار قدر یا تو سونا ہوتا ہے یا چاندی یعنی دونوں میں سے کوئی ایک ہوتا ہے مگر دونوں نہیں ہوتے اور چونکہ ایک دھات دوسری کی جگہ لینے کیلئے ہمیشہ موجود رہتی ہے اس لئے کسی دھات میں جو معمولاً اتار چڑھاؤ ہوا کرتا ہے اب وہ ہونے نہیں پاتا۔ گو یہ تعلق دیگر اشیاء دونوں دھاتوں کی قدر کی کمی بیشی اس سے رک نہیں سکتی تاہم بجائے اس کے کہ ہر دھات صرف اپنے اثرات سے متاثر ہوتی رہے اس عمل سے طلب و رسد کی کمی بیشی زیادہ وسیع قصبہ پر پھیل کر معتدل ہو جاتی ہے۔

مثال کے لئے پانی کے دو ایسے ذخائر کو لیجئے جن کی طلب و رسد بالکل آزاد ہو اگر ان دونوں کو باہم ملائے والا کوئی نل نہ ہو تو ہر دو ذخائر میں پانی کی سطح اپنی اپنی طلب و رسد کے لحاظ سے گھٹتی بڑھتی رہے گی لیکن اگر دونوں ذخیروں کو ایک نل کے ذریعے سے ملا دیا جائے تو رسد و طلب کی کمی بیشی کا اثر دونوں ذخیروں کے پورے رقبے پر منقسم ہو جائے گا اور دونوں میں سطح آب ہمیشہ برابر اور معتدل رہے گی چنانچہ اس وقت مغربی یورپ میں سونا اور چاندی جو چلن ہیں ہے اس کی مثال ٹھیک ان ذخائر آب کی سی ہے جن کو باہم ملانے والا نل، جرمن سال یا زوہم کا وہ قانون ہے جس سے ایک دھات میں دوسری دھات کی جگہ غیر محدود مقداروں میں بطور زر قانونی استعمال کئے جانے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔

دو معیاری قانون کے اثرات کو نظر انداز کرنے اور ٹھیکہ۔
نقرہ کا تسکیک سے نقرہ کو خارج کر دینے کے خطرات سے اولوں کی نے
سے اخراج یورپ کو نہایت موثر پیرایہ میں آگاہ کر دیا ہے جرمنی نے

معیار طلا اختیار کر کے سونے کی طلب میں بہت افتادہ کر دیا ہے اور ساتھ ساتھ نقرہ کی بڑی بڑی مقداریں بازار میں ڈھکیل رہی ہے اور عجیب نہیں جائے گا کہ ڈنمارک۔ سویڈن ناروے بھی اسی کی تقلید کریں اگر دوسرے ممالک بھی یکایک

زرطلائی اختیار کرنے کا ہتھیار لیں تو نفاذ ہر ہے کہ یہ تعلق نقرہ سونے کی قدر بہت بڑھ جائے گی اور چاندی کی قدر میں بڑا زوال آجائے گا۔ اگر فرانس۔ اٹلی۔ بلجیئم۔ دومرے ممالک جو نظری طور پر دو معیاری طریق کے پیرو ہیں اپنے قوانین زر کو آزادی سے عمل کرنے دیں تو کم قدر چاندی میں قدر سونے کو نکال باہر کر دے گی تا آن کہ قدر کی تبدیلیاں پھر اعتدال پر نہ آجائیں۔ اولو سکی زور دیتا ہے کہ اگر اس عمل توازن کو روک دیں اور تسکیک سے نقرہ کو زیادہ مقداروں میں خارج ہونے دیں تو سونے کی قدر میں جو واحد معیار قدر ہو گا تباہ کن افزونی ہو گی اور تمام قرضہ جات خانگی و حکومتی یہ مشکل طلا ہی واجب الادا ہوں گے جس سے بار قرض بہت بڑھ جائے گا گذشتہ برس دو برس میں اولو سکی کی پیشین گوئیاں صحیح ہوتی نظر آتی ہیں چنانچہ چاندی کی قیمت جو کسی وقت ۶۲ پینس فی اونس تھی پونے اٹھاون پینس تک گر چکی ہے حالانکہ ابھی جرمنی کی تسکیک سے نقرہ کا پوری طرح اخراج نہیں ہوا اور سونے کی بڑی بڑی دریاختوں کا اثر بھی اس کی قیمت کو ساٹھ سے لے کر ساڑھے پانچھ پینس سے زیادہ نہ بڑھا سکا اور یہ بھی اُس وقت جبکہ دو معیاری نظام آزادی سے عمل کر رہا تھا۔ لیکن جیسا کہ ہم بتلائیں گے جب سے اس کو متخل کر دیا گیا ہے محض ایک گورنمنٹ کی تسکیک کے اثرات ہی قیمتوں میں ہل چل پیدا کرنے کے لئے کافی ہیں۔

پس اولو سکی کا قول جس کی واقعات سے بھی ایک حد تک تصدیق ہو چکی ہے بطور نظریہ بالکل صحیح ہے مگر یہ تسلیم کرنے کے باوجود میں اپنے اُسی رائے پر قائم ہوں جو میں نے اولو سکی کے استفسار پر ۱۸۶۶ء میں ظاہر کی تھی اور جس کا ایک جزو ملی آراشے بی ارجانت کے صفحہ ۶۷ پر شائع ہو چکا ہے۔

یہ ایک بالکل صحیح درجہ کا سوال ہے اور ٹھیک معلومات کی عدم موجودگی میں بالکل غمہ متیقین ہے اگر تمام کرہ ارض کی قومیں یکا یک ایک دم نقرہ کو تسکیک سے خارج کر دیں اور زرطلائی کے طلبکار ہوں تو سونے کی قدر میں ایک انقلاب ناگزیر ہو گا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اولو سکی نے اس حقیقت کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے کہ اقوام یورپ صرف ایک جزو ہیں تمام دنیا کی آبادی کا بڑا حصہ تو

وہ لاکھوں کروڑوں کی آبادی ہے جو ہندوستان چین اور دوسرے گرم ممالک مشرقی میں بستے ہیں وہ تو سب فقرہ ہی کا زراستعمال کرتے ہیں اور اس کا کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ یکایک ان کی عادات میں انقلاب ہو جائے گا چنانچہ انگلستان کی گورنمنٹ نے اپنے ہندوستانی مقبوضات میں زرطلائی کو رائج کرنے کی بار بار کوشش کی ہے مگر کامیابی نہیں ہوئی وہاں جو کچھ طلائی زر آجکل اجرا میں موجود ہے وہ کل زر فلزی کے دسویں حصہ سے بھی زیادہ نہیں جو جرمنی سے چالیس پچاس ملین اسٹرلنگ کی چاندی کے مکمل آنے سے چند سال تک اس کی قیمت گھٹ جائے لیکن رفتہ رفتہ مشرقی ممالک میں اس کی کھپت ہو جائے گی جہاں دو تین ہزار برس سے مسلسل بیش قدر وصاتوں کی فراہمی ہوتی رہی ہے۔ دوسری قوموں نے بھی اگر کچھ بد دیگرے فقرہ کو تسلیک سے خارج کر دیا تب بھی مشرقی ملکوں میں جتنی چاندی دیکھتے ہضم ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ یہ عمل بہت جلد جلد نہ ہو کرے۔

سونا جو چاندی کی جگہ لینے کے لئے درکار ہو گا اس کی قلت کا بھی بظاہر کوئی خطرہ نہیں معلوم ہوتا اور طلائی معیار کو اختیار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ طلائی سکوں کی تسلیک میں بھی خواہ مخواہ زیادتی ہو کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ناروے، اٹلی، اسکاٹ لینڈ وغیرہ کی طرح بعض ممالک کا زرخا ص تمام وکمال زر کاغذی پرنٹل ہوا اور فرانس و جرمنی کی طرح دوسرے ممالک میں چک اور چکوتی کے طریقے جن کا بھی ہم ذکر کریں گے رفتہ رفتہ رواج پاتے جائیں جن سے ایک بڑی حد تک زر فلزی کے استعمال میں کمی ہو جاتی ہے۔ طلائی معدنوں کی موجودہ پیداوار کی مقدار اب بھی بہت زیادہ ہے اور اس اندیشہ کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے کہ آئندہ نیوگنی، جنوبی افریقہ امریکہ اور دیگر اطاع عالم کی دریا فتوں سے اس میں کوئی اضافہ نہ ہو گا۔

الغرض دونوں بیش قدر وصاتوں کی طلب اور رسد کی مقدار میں متعدد اسباب و حالات اور تبدیلیوں یا قانونی تصفیوں پر جن کی اس وقت پیشین گوئی نہیں کی جا سکتی منحصر ہوں گی، جرمنی کی اصلاح زر سے چاندی کی قیمت نہر گھٹ گیا ہے لیکن کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اس میں اور زیادہ زوال ہو گا رہی یہ بات کہ

سونے کی قوت خرید میں کوئی بڑا اضافہ ہو گا ایک بالکل رجائیہ مسئلہ ہے یہ سب اٹکل پچھ قیاسات ہیں اور اس کے سوا کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ میری رائے میں تو اب اس میں مزید اضافہ کا کوئی خطرہ نہیں ہے سلسلہ سے سونے کی قدر گھٹتی ہی جا رہی ہے اور بڑھی ہوئی طلب بھی اس زوال کی رفتار کو سست کرنے یا زیادہ سے زیادہ روک دینے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتی۔

دوہرے معیار کے طریق کو برقرار رکھنے کی ضرورت تو خیر ایک توقع پذیری کا مسئلہ ہے لیکن اس کی دو قسمیں مشتتبہ اور بالکل تقنینی ہیں۔ البتہ جب تک اس کے عمل کا نتیجہ پرانے تقرری ایکو کے

وزندار سکون کی جگہ نیولین ہاٹ نیولین اور پانچ فرانکی عمدہ سکون کی تسکین کی شکل میں ظاہر ہوتا رہا کوئی شکایت نہیں تھی۔ اور فرانسیسی اپنے نظام توازن کے عمل کے مدافع رہے لیکن ایک دو سال کے قبل جب یہ معلوم ہوا کہ بھاری تقرری سکے پھر واپس آتے جا رہے ہیں اور عجب نہیں چو طلائی سکے دوسرے ملکوں کا چلتی زر بن جائیں اس مسئلہ نے ایک بالکل جداگانہ شکل اختیار کر لی الغرض فرانسیسی لوگوں میں طلا کے استعمال کرنے کی عداوت ڈالی گئی ہے اب وہ ہرگز ایسے زر کو استعمال کرنا پسند نہ کریں گے جو ساڑھے پندرہ گنا زیادہ وزندار ہو علاوہ ازیں اس تبدیلی سے پوری قوم خسارہ میں آجائے گی کیونکہ ان کے قرضے تو ایک گھٹیا دعوات کی شکل میں وصول ہوں گے اور منافع کا بڑا حصہ صرافوں مہاجروں اور خام دعوات کے بیویاریوں کو مل جائے گا جن کے لئے قانون جبریل سال یا دوہم نے ایک منفعت بخش تجارت زر کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ اُن مالک کے مدبروں نے جو اب تک دو معیاری طریق پر قائم ہیں یہ محسوس کر لیا ہو گا کہ اس نظام کو اختیار کرنے کی جانب دوسرے قوموں کا بالکل رجحان نہیں ہے پس اگر صرف فرانسیسی ایک بڑے متوازن پنڈ و لم (ٹکن) زر کا فرض انجام دیتا رہے تو مشکلات اور مصارف تو صرف اسی کے حصہ میں آئیں گے اور بیش قدر دھاتوں کی قدر کے استمداد سے جو فوائد حاصل ہوں ان میں دوسری قومیں فرانس کے ساتھ برابر کی حصہ دار ہوں گی۔ کانفرنس زر کے بانیوں کا غشا اور بین الاقوامی زر کے موٹیدین کی

غرض تو ہرگز اس طور پر اور اس حد تک اپنے مفاد کا قربان کرنا نہیں تھی اس لئے انھوں نے مجبور ہو کر ڈبل معیار ہی سے کنارہ کشی کر لی چنانچہ جب چاندی کے پانچ فرانکی سکوں کو بڑی مقدار میں تسلیک کرنے کا پھر میلان ظاہر ہوا تو فرانسیسی حکومت نے اس کی تسلیک ایک سخت موقوف کر دی اس کے بعد سے فرانس بلجیم، اٹلی اور سویزر لینڈ کے مابین سال بہ سال یہ معاہدہ ہوتا رہا کہ ہر ملک کو اپنی آبادی کے لحاظ سے تقریبی ایکو کی ایک مقررہ تعداد مسکوک کرنی چاہیے دو فرانکی اور چاندی کے دیگر چھوٹے وضعی سکوں کے تعلق اگرچہ ان کے مابین پہلے ہی سے ایک سمجھوتہ تھا لیکن ایکو کی تسلیک کو جو نظریہ مستند سکے اور غیر محدود مقداروں کے لئے زرقانونی تھے یونہی غیر محدود چھوڑ دیا گیا تسلیک کی اس حد بندی کا نتیجہ اور غایت یہ ہے کہ دو معیاری نظام کے عمل کو بالکل بے اثر کر دیا جائے نقرہ کی تسلیک چونکہ محدود مقداروں میں ہوتی ہے اس لئے وہ سونے کو نکال باہر کر کے اس کا جانشین نہیں ہو سکتا اور پانچ فرانکی سکے جو بلحاظ قیمت ایک فرانکی پانچ سکوں سے بڑھ کر ہیں نپولین کے چوتھائی بھی نہیں اور مجھے جہاں تک علم ہے وہ غیر محدود رقموں کے لئے زرقانونی تو ہیں مگر وہ غیر محدود مقدار میں دستیاب نہیں ہوتے۔ اس لئے علماء ان کی حیثیت زرقانونی سے نہ بڑھ سکی غرض اس طرح بغیر کسی قانونی تبدیلی کے فرانس اور دیگر ممالک، میناق زرنے دو گونہ معیار سے کنارہ کشی کر کے ایک ایسا معیار اختیار کیا ہے جو انگلستان اور جرمنی کے قانونی زرقانونی سے بالکل ممیز ہو سکتا ہے۔ فرانس میں ۱۸۸۰ء سے تانبے اور کانسے کا زرق صرف چار فرانک ۹۹ سنت کی حد تک زرقانونی تھا اور جس وقت سے کہ چاندی کے چھوٹے سکوں کی خوبی کم کر دی گئی ان کا استعمال بھی خالص دو سو صد میں پچاس فرانک اور خزانہ عامہ کی ادائیگوں کے لئے ایک سو فرانک کی حد تک بطور زرقانونی محدود ہو گیا البتہ تقریبی ایکو ہی ایک کڑی ہے جو فرانس کو دو گونہ معیار سے ملائے ہوئے ہے مگر یہ کڑی بھی کمزور اور شکستہ ہوتی جا رہی ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس طرح مغربی یورپ کے زرق میں جو تبدیلیاں

ہو رہی ہیں وہ تقریباً وہی ہیں جن کے ذریعے سے ممالک متحدہ ممالک امریکہ نے
 دو معیاری نظام سے پیچھا چھڑایا ہے ۱۸۵۳ء تک ایگل اور اس کے کسے آئی سکوں
 کے ساتھ ساتھ اس ملک کی ٹکسال کا نقری ڈالر بھی غیر محدود مقدار کے لئے سکے
 مستند اور زر قانونی سمجھا جاتا تھا۔ اور قانونی نسبت سونے چاندی کے اوزان
 کی بجائے فرانسیسی ۱۵:۱ کی نسبت کے ۱۶:۱ تھی۔ اس طرح چونکہ امریکہ میں ہر
 قانونی ادائیگی کے لئے نسبت زیادہ مقدار چاندی کی ورکار ہوتی تھی قدرۃً اس غرض کیلئے
 سونے ہی کو ترجیح دی جاتی اور چاندی کو برآمد کر دیا جاتا تھا۔ اس صورت حال کی اصلاح
 کے لئے واشنگٹن کی گورنمنٹ نے ہاف ڈالر اور دوسرے چھوٹے نقری سکوں کو
 زر وضعی قرار دیا ڈالر کو مستند وزن ہی کا باقی رہا مگر تسلیک ان کی کم کیا بلکہ تقریباً
 مسدود ہی کر دی گئی غیر نقد پذیر زر کاغذی کی کثرت نے زر فلزی کے مسئلہ کو
 چندے چیز التوا میں ڈال رکھا مگر ممالک متحدہ کی مجلس قانون ساز نے یکم اپریل
 ۱۸۷۳ء کو قانون تسلیک نافذ کر ہی دیا جس کے رو سے صرف طلائی ڈالر تنہا
 اکائی قدر قرار پایا اور نئے تجارتی ڈالر ہاف ڈالر اور ذیلی سکے ہر ادائی میں صرف پانچ ڈالر
 کی حد تک زر قانونی سمجھے جانے لگے اس طرح ڈبل معیار جو پہلے کم از کم ہائے نام
 موجود تھا اب بالکل ترک کر دیا گیا اور ممالک متحدہ بھی ان ملکوں کی فہرست میں
 شامل ہو گئے جنہوں نے واحد معیار طلا اختیار کر لیا ہے۔ بڑی بڑی اقوام کے نظام زر
 میں جو تبدیلیاں حال ہی میں وقوع پذیر ہوئی ہیں ان پر ایک نظر ڈالنے سے
 معلوم ہوتا ہے کہ سونے کو چنانہ قدر اور تہنا ذریعہ تبادلہ کی حیثیت سے اختیار
 کرنے کی جانب ایک یقینی میلان پیدا ہوتا جا رہا ہے اور برطانیہ عظمیٰ آئر لینڈ،
 نوابا بیت اسٹریلیا نیوزی لینڈ و افریقہ اور سلطنت برطانیہ کے دوسرے
 چھوٹے مقبوضات میں اب تو اسی نظام کو اختیار کر لیا گیا ہے اور رینگال
 ترکی اور جنوبی امریکہ کی بعض ریاستوں مثلاً چلی برازیل وغیرہ میں بھی نظام کچھ عرصے تک
 قائم تھا۔ حال ہی میں قانون کے ذریعہ سلطنت جرمنی میں اور نیز ریاستہائے اسکانڈینویا
 یعنی ڈنمارک ناروے اور سویڈن میں جہاں تک ایک زر طلائی اور سونے کو زر کی قیمت
 کے خاص زر قانونی کے ضرب کرنے کا تعلق ہے اس کو اختیار کر لیا گیا ہے

جاپان نے بھی اب یورپی اقوام کی تقلید کر لی، اور بیس، دس، پانچ، دو، اور ایک، پین کے سب سے جاری کر دیئے۔ یہ پین امریکن طبعی ڈالر سے قدر میں صرف تین فی ہل کم ہے۔ نیا زر کسری جاپان کا پچاس پیسہ پین اور پانچ پین کے نفروسی سکوں پر مشتمل ہو گا اور سن بمنزلہ سینٹم ہو گا جس کی خوبی یہ ہو کر گئی۔

فرانس، اٹلی اور بلجیم میں ڈبل معیار بادی النظر اب تک قائم ہے۔ اسپین، یونان اور رومانیہ نے بھی حال ہی میں فرانس کی نقل کر کے اپنے نظام کی اصلاح کر لی ہے جس کو میری رائے میں معیار دو گونہ بھی کہنا چاہئے۔ نئی دنیا میں بھی پیرو ایکویڈلا، اور غرناطہ جدید اسی نظام پر عمل کرتے ہیں۔

کچھ برس پہلے تک براعظم یورپ کے ایک بڑے حصے کے متعلق کہا جاسکتا تھا کہ وہاں واحد معیار نقرہ کا نظام قائم ہے جس کے ساتھ اگر طلائی سکے رائج رہے بھی ہوں تو محض زر تجارتی کی حیثیت سے جن کی قیمت بڑھتی گھٹتی رہتی تھی جرمنی کا تمام ملک شمالی اور جنوبی بشمول آسٹریا و روس اور ریاستہائے اسکانڈینیویا کی جماعت میں شامل تھے مگر ان تبدیلیوں کی وجہ سے جن کا ہم اوپر ذکر کرتے ہیں اب صرف آسٹریا اور روس ہی ایسے ملک ہیں جو یورپ میں معیار نقرہ کے نظام کی حکم کھلا نیابت کر رہے ہیں۔ آسٹریا نے بھی فرانس کے دس اور بیس فرانکی طلائی سکوں کے مائل آٹھ اور چار فلورن کے سکے ضرب کرنا شروع کر دیا ہے چنانچہ اس شاہی فرمان میں جو دنیا سے ۱۲ جولائی ۱۸۷۳ء کو صادر ہوا یہ حکم دیا گیا ہے کہ فرانسیسی بلجیم، اٹالین، اور سوئٹزر لینڈ والے میں دس اور پانچ فرانکی طلائی سکے مملکت آسٹریا و ہنگری میں ممالک غیر کے میں طلائی فرانک یا آٹھ طلائی فلورن کے عوض بطور زر بین الاقوامی قبول کئے جائیں بریٹم معیار نقرہ دنیا کے ایک بڑے حصہ پر اب بھی عملی طور پر ہندوستان، چین، کوچن، جاپان، جزائر شرق الہند و حصص افریقہ، جزائر مغرب الہند و وسط امریکہ اور میکسیکو کی وسیع آبادیوں میں یا تو ہندوستان کی طرح روپیہ یا چین کی طرح سیانسی سکہ یا دوسرے ممالک میں بطور تقری ڈالر چاندی ہی کا علاج ہے۔

غرض معیار طلا نے بڑی ترقی کی ہے اور یقین ہے کہ اور ترقی پائے گا۔ ممالک متحدہ امریکہ بھی جب دھات کی ادائیگوں پر عود کریں گے تو ضرور سونا ہی اختیار کیا جائے گا اور کناد ا بھی جس کا زرشکل سے کسی جماعت متذکرہ بالا میں شمار ہو سکتا ہے امریکہ ہی کے نقش قدم پر چلے گا۔ لاطینی قومیں البتہ جنھوں نے ایک مرتبہ ان کو قطعاً ترک کر دیا ہے غالباً پھر اس پر عود نہ کریں گی اور آسٹریا بھی ان کا ساتھ دے گا۔ روس کے زرمیں بھی کسی تبدیلی کی شکل سے توجع کی جاسکتی ہے گویہ قابل ذکر ہے کہ فن لینڈ میں جو سلطنت روسیہ میں بلحاظ ذکاوت و اعلیٰ تعلیم ایک میسر خطہ ہے گورنمنٹ نے فرانک کے نظام اور اس کی ذیلی عشری تقسیموں کو قطعاً داخل کر لیا ہے اور چونکہ فن لینڈ کے مارک یا ریلے روپل کا وزن اور قدر فرانک لیرا اور پیسٹا کے بالکل مساوی ہے اس لئے ایک بڑی حد تک گویا آئندہ آنے والی بین الاقوامی ٹیکہ کی جانب قدم بڑھایا گیا ہے۔ ہندوستان چین اور بالعموم گرم ممالک کے غریب جاہل اور قدامت پسند اقوام میں اس قسم کی تبدیلیاں دشوار ہیں اس لئے جیسا کہ میں محسوس کرتا ہوں ہم ایک وسیع اور عمیق اقتیاز پر پہنچے ہیں اور وہ یہ ہے کہ تمدن اور اعلیٰ ترقی یافتہ مغربی یورپ و شمالی امریکہ اور نیز اسٹریٹیشیا کی ترقی پذیر قومیں اور درجہ دوم کی بعض بہتر ریاستیں مثلاً مصر برازیل اور جاپان سب طلائی معیار اختیار کر لیں گی برخلاف اس کے تقریبی معیار غالباً ایک زمانہ دراز تک تمام سلطنت روس اور وسیع براعظم ایشیا کے اکثر ممالک اور افریقہ کے بعض قطعات اور غالباً سیکسکو میں قائم رہ جائے گا۔ ان غیر اہم اور شتبہ قوموں کے نظر انداز کرنے پر بھی تمام دنیا کے مقابلے میں جو بالآخر طلائی معیار اختیار کر لے گی ایشیا اور روس ضرور مد مقابل رہیں گے۔ انجام اگر یہی ہوا تو کوئی تاسف کی بات بھی نہیں۔



تیرھواں باب

تسلک کی فنی معلومات

اس باب میں ہم زرفلز کی ساخت اور اس کی تنظیم کے متعلق چند عام امور سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ زر کے ابتدائی اصول نہایت سیدھے سادے ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ پوری سہولت کے فراہم ہونے سے قبل بیسیوں چھوٹی چھوٹی باتوں پر غور کرنا پڑتا ہے۔ استعمال کے لئے دھاتوں کا انتخاب کرنے اور ان کو مشترک کر کے ایک نظام کی ترکیب دینے اور اس کے اجراء کے قواعد و ضوابط مرتب کرنے کے مسائل سے ہم پہلے بحث کر چکے ہیں۔ اس فصل میں اور آنے والے باب میں ہم غور کریں گے کہ تسلک کے بہترین مرکب میں کیا کیا خصوصیات ہونی چاہئیں، سکوں کے لئے زیادہ سہولت بخش حسامت کون سی ہوگی۔ بڑی بڑی رقموں کے شمار کرنے کا سہل ترین طریقہ کیا ہو سکتا ہے۔ کرنسی کے قیام کے مصارف، زر بین الاقوامی کے چلن کے فوائد اور نقصانات کیا ہیں، واحد اکائی مستند کے انتخاب میں کیا دشواریاں لاحق ہیں، اکائی کے اضعاف اور ذیلی اضعاف کا بہترین سلسلہ کونسا ہو سکتا ہے وغیرہ مگر اس کتاب میں زیادہ سے زیادہ اسی قدر ہو سکتا ہے کہ ان پچھیدہ جزئی مسائل کا ایک خاکہ پیش کر دیا جائے جن پر کرنسی میں کچھ بھی تغیر کرنے کے قبل غور کر لینا نہایت ضروری ہوتا ہے۔

کھوٹ یا میل

قدیم برائنٹ، جدید اسٹرن ڈکٹ (جس میں ۹۸۶ حصہ فی ہزار سونا ہوتا ہے) نیلز کا چھ ڈکٹی سک (جس میں ۹۹۶ حصہ سونا ہوتا ہے) اور ڈکٹی کا سکین جو تقریباً بالکل خالص سونے کا یعنی ۹۹۹ کی خوبی کا ہے اور اسی قسم کے دوسرے خالص سونے کے سکے جو زمانہ سابق و حال میں بنائے گئے ہیں مگر سکے جو دراصل زیر استعمال رہتے ہیں یا تو چاندی اور سونے سے مرکب ہوتے ہیں یا سونے اور تانبے سے یا ان تینوں دھاتوں کو ملا کر سکے ڈھالے جاتے ہیں سونا اور چاندی نرم دھاتیں ہیں۔ اگر وہ خالص حالت میں معدنوں سے دستیاب ہوں بھی تو ان کے ساتھ تانبے کی آمیزش کرنا ضروری ہوتا ہے کیوں کہ اس سے سختی پیدا ہو جاتی ہے اور سکے جلد گھس نہیں سکتے۔ مسئلہ ہمیشہ زیر بحث رہا، کہ آمیزش میں تانبا کس نسبت سے شریک کیا جائے اور اس کا تصفیہ اور تعین جزاً فنی وجوہ پر اور جزاً تاریخی روایات کے مد نظر کیا گیا۔

انگلستان میں کھوٹ کی ٹھیک مقدار کا تعین مستعملہ اوزان کے نظام پر کیا گیا ہے۔ چاندی کو بارہ اونس کے ٹرائے پونڈ سے وزن کیا کرتے تھے جس میں گیارہ اونس خالص چاندی کے اٹھارہ پنی ویٹ تانبے کے ہوتے۔ یہ تناسب جس کو ۱۳۵۰ء میں بھی انگلستان کا قدیم اور مستند معیار کہا جاتا تھا باوجود عارضی گھٹوتوں کے اب تک بدستور قائم رکھا گیا ہے اور ۱۹۲۵ء کے تناسب کے بالکل مطابق ہے۔ سونے کو چونکہ کرٹ کے عجیب قدیم وزن سے تولتے تھے ڈکٹ کا وزن ایک پوند کے پچوں کے وزن سے قریب کیا گیا تھا، سونے کی اکائی کا وزن ۴۴ کرٹ تھا جس میں ۲۲ حصے طلائی خالص کے اور دوسرے میل کے ہوتے تھے۔ یہ نسبت جو صدیوں سے رائج ہے اعشاریہ اعداد میں ۹۱۶۶۶/۱ سے ظاہر کی جاسکتی ہے۔

مختلف ممالک میں کسی نہ کسی وقت جو معیار خرابی اختیار کیا گیا ہے وہ بالکل جدا جدا رہا ہے۔ چاندی صرف دوسو حصے یا بعض اوقات ڈیڑھ سو حصے فی ہزار کی مسکوک ہوئی ہے اور سونا سات سو پچاس یا سات سو حصے فی ہزار کا اور ان حدوں سے لیکر تقریباً خالص دھات تک کے سکوں کے نمونے

موجود ہیں مگر اس زمانے میں جس مدارج خوبی سے بحث کرنے کی ضرورت ہے وہ نو سو اور ۸۳۵ حصہ فی ہزار کے ہیں جن کو بین الاقوامی زر کے لئے بالعموم اختیار کرنے کی رائے دی گئی ہے۔ کچھ برس پہلے جرمن گورنمنٹ نے ایک ایسا مستند جرمن کروں تیار کرنے کا ارادہ کیا تھا جس میں دس گرام طلائے خالص اور ایک گرام کاسیل جو یعنی درجہ خوبی ۱۱ یا ۹.۹۵۰۹ ہوتا۔ بظاہر اس تجویز میں کوئی فائدہ تو نہیں تھا۔ اچھا ہی ہوا جو اس کا خیال چھوڑ دیا گیا اور موجودہ جرمن تکنیک کو ترجیح دی گئی جس کی خوبی سونے اور چاندی ہر دو کے لئے ۹۰۰ حصہ فی ہزار ہے۔ اعشاریہ کے اسی سادہ تناسب کو فرانسیسیوں نے عہد انقلاب میں اختیار کیا تھا۔ اب ان تمام ملکوں میں جو ۱۸۶۵ء کے یٹاق زر کے شریک تھے اور اسپین یونان اور دوسرے ممالک میں بھی جنھوں نے کم و بیش فرانسیسی نظام کی تقلید کی ہے اس کی اشاعت ہو گئی ہے۔ ممالک متحدہ تو ایک عرصہ ہوا اس کو اختیار کر چکے تھے۔ مگر اب ریاست ہائے اسکندینیویا میں بھی یہ شروع ہو گیا ہے۔ چونکہ جرمن گورنمنٹ نے بھی اسی پر عمل کرنے کا تہیہ کر لیا ہے اس لئے خوبی کا یہ تناسب اعشاریہ سوائے انگلستان اور چند انگریزی نوآبادیات اور روس و بنگال و ترکی وغیرہ کے جو انگریزی زر کی تقلید میں ۹۱۶ و ۹۶ کی خوبی پر تکنیک کیا کرتے ہیں تمام ترقی یافتہ ممالک میں قائم ہو چکا ہے۔

ایکیمیائی ترکیب اور ساخت کے اعتبار سے خوبی کا ٹھیک درجہ چنداں اہم نہیں ہے۔ ۱۱ اور ۹ میں صرف ۱/۱۰ ہی کا تو فرق ہے اور گو ہیجٹ کے تجربوں کے متعلق اکثر کہا گیا ہے کہ ان سے ہمارا معیار خوبی فرانسیسی معیار سے بہتر ثابت ہو چکا ہے لیکن فرق اس قدر خفیف اور شائبہ ہے کہ اس سے ترجیح کی کوئی خاص وجہ ظاہر نہیں ہوتی چنانچہ دارالفنبر کے سابق ہتھم مسٹر گراسم نو سو کے معیار کو سونے اور چاندی ہر دو کے لئے منظور کرنے کے لئے بالکل آمادہ تھے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم تبدیلی کی ضرورت محسوس کریں تو سوائے تعصب اور برا نے رواج کی پابندی کے اور کوئی بات اس کو اختیار کرنے میں مانع نہیں ہو سکتی۔ مگر اس بارے میں اور اس قسم کے

دوسرے معاملات میں مختلف قوموں کا اتحاد عمل ضروری ہے۔ فرانسیسی ماہرین معاشیات تو خوبی کے مسئلے پر بہت زور دیتے ہیں مگر میری رائے میں خوبی کا ٹھیک درجہ ایک ثانوی اہمیت کا سوال ہے۔ اگر ہم ساورن پے کی خوبی کا بنانے لگیں تو وزن ۴۲۷ و ۲۳۷ گرین کی بجائے ۵۵۵ و ۲۵۵ گرین کر دینا پڑے گا اور سننے پرانے سکوں کا خلط ملط تنکوں کے موجودہ طریقہ شمار بالوزن کو بالکل بیکار کر دے گا۔ اس لئے ہم کو سونے کی خوبی میں یقیناً کوئی تبدیلی اس وقت تک نہ کرنی چاہئے جب تک کہ جو زر کی کوئی بڑی اور وسیع اصلاح نہ کریں۔ دوسری طرف مجھے تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوئی کہ فوراً پے خوبی کے تقری کے ضرب کرنے کی وارنٹریپ کو کیوں اجازت نہ دیدی جائے۔ اس سے سکوں کی دہانت میں ضرور تھوڑا اضافہ ہو جائے گا جو چھوٹے سکوں کے لئے مفید اور ضروری بھی ہے۔

جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں فرض ۸۳۳ کی خوبی کو اس غرض سے اختیار کیا تھا کہ دو فرنگی اور دوسرے چھوٹے سکوں کی جسامت شکل یا وزن میں تبدیلی کے بغیر ان کے زر وضعی بنا دیا جاسکے۔ اس مرکب میں جو خوش رنگ اور اچھی طرح قابل تسلیک ہے کو اب نقص نہیں پایا جاتا مگر انگریزی حکومت بجائے ۹۲۲ کی موجودہ خوبی کے جو نقرہ کی تسلیک کا تناسب ہے غالباً اس کو اختیار نہیں کرے گی اس لئے اس سے زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پچھلے زمانے میں ملائی سکوں کے مرکب میں ایک جز چاندی کا بھی رہا کرتا تھا جو تھوڑی بہت مقدار میں جہاں جہاں ملکی سونا براہِ مروتا ہے سونے کے ساتھ ملی ہوئی پائی جاتی ہے۔ گنی اور اسٹریلیا کی ساورنوں کا پیلا رنگ چاندی کے مرکب ہی کی وجہ سے تو ہے مگر سونا صاف کرنے والوں نے جو تھوڑے فائدہ کے ساتھ چاندی کو آسانی الگ کر سکتے ہیں اب ایسے چاندی ملے ہوئے سونے کے سکے چن چن کر نکال لئے ہیں۔ مہورن کی نئی نکال کے مرٹیف۔ بی نے ایک عجیب ترکیب نکالی ہے جس سے آسانی ایسی ملے گی جو جاتی ہے۔ صرف بھی کچھ زیادہ نہیں ہوتا اور کام بھی سہجی رہی ہو جاتا ہے۔ یعنی چاندی ملے ہوئے سونے کو کلر کلورائیڈ سیاس کی ایک رو اس میں چھوڑ دی جاتی ہے۔ چاندی سونے سے جدا ہو کر کلورائیڈ

ساتھ علمبرہ ہو جاتی ہے جس کے ڈٹے بنا لئے جاتے ہیں۔ اس پہلے ترکیب سے ایک اور فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سونے سے دوسرے قسم کا پیل بھی چھٹ جاتا ہے اور لوہے پیدا ہو کر اس میں اچھی طرح مسکوک ہونے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ غرض ہتھمات ٹکسال کو ظلال کی پھونکھاری کی وجہ سے جو وقت محسوس ہوتی تھی اس طرح رفع ہو گئی ہے۔ اس ترکیب کی تفصیلی کیفیت جس پر انگلستان، امریکہ، آسٹریلیا، نازوے اور دوسرے ملکوں میں عمل کیا جاتا ہے۔ انگریزی وارا انٹریب کے ناب ہتھم کی پہلی سالانہ رپورٹ کے صفحہ ۹۳ یا دوسری رپورٹ کے صفحہ ۳۳ بائینٹ آفس کے خاص نوٹ سے جو اس کے متعلق شایع ہوا ہے معلوم ہو سکتی ہے۔

سکوں کی جسامت سکوں کی جسامت کے ابتدائی اور انتہائی حدود کے متعلق جن کے مابین کسی پسندیدہ محیط کو اختیار کرنا چاہئے۔ چندان اختلاف

یا شبہ نہیں ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ سکہ اتنا چھوٹا نہ ہو کہ باسانی کھوجاے یا اٹھانے کے لئے ٹپونے کی نوبت آئے۔ بادی النظر قاعدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ انگھوٹے اور شہادت کی انگلی کے سروں کے مٹانے سے جو حلقہ بنتا ہے وہ سکہ سے پوری طرح بچھپ جائے۔ اگر چیکہ مردوں۔ عورتوں اور بچوں میں اس محیط کا دور مختلف ہوتا ہے اگر بڑے سے بڑا حلقہ بھی تصور کر لیا جائے تو کوئی قباحت نہیں اس معیار سے انگریزی تین پنس کے تقری سکے میں مجھے یہ عیب معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت چھوٹا ہے۔ سویڈن کا۔ ڈس اور می امریکہ کا طلائی ڈالر پوپ کے قدیم ایک سکواڈ کے سکے بھی اس اعتبار سے بہت چھوٹے اور تکلیف دہ ہیں۔ زیادہ سے زیادہ چھوٹے چھوٹے سکے جن کا وجود درگزر کے قابل ہے فرانس کے طلائی پانچ فرانک، انگریزی چار پنس کناڈا کے پانچ سنٹ یا جرمنی کے نئے بیس فنگ کے تقری سکے کے مماثل ہو سکتے ہیں۔

قطر کی طرح سکوں کی دبازت بھی ایک قابل لحاظ شے ہے۔ ممالک متحدہ کی ٹکسال سے جو سکے جاری ہوتے ہیں اگر چیکہ اعتدال سے کچھ زیادہ ہونے ہیں اور بعض سکوں کی شکل میں بھد اپن آگیا ہے۔ مگر میں اسی وجہ سے ان کو استعمال کے لئے زیادہ سہولت بخش تصور کرتا ہوں۔ فرانس والے اس کے برخلاف

دوسری ہفتہ پر چلے گئے ہیں وہاں پانچ فرانک کا طلائی سکہ بہت پتلا ہے اور قطر بھی ۱۵، ملی میٹر سے کم نہیں حالانکہ امریکن ڈالر جو نسبتاً زیادہ ذی قدر ہے قطر میں تیرہ ملی میٹر سے کچھ ہی زیادہ ہے۔

سکون کی جسامت کی انتہائی وسعت کا تعین غالباً تسکیک کی مخصوص عملی وقتوں کے مد نظر کیا جاتا ہے سب سے بڑا سکہ جس کا چلن بہت وسیع ہے غالباً میریا تھریسا کا ڈالر ہے جس کا قطر ۱۷، ۱ انچ یا ۴۱ ملی میٹر سے کم نہیں ہے ڈالر کی دوسری زیادہ مشہور قسمیں نسبتاً چھوٹی جسامت کی ہیں مثلاً ۱۸۵۸ء کا اسپینی ڈالر جو ۳۷ ملی میٹر ہے اور ۱۸۸۸ء کا امریکن ڈالر اور ۱۸۷۸ء کا اسپینی ڈالر یا ۱۸۷۲ء کا میکسیکو کا ڈالر جن کے قطر ۲۷ سے لیکر ۳۸ ملی میٹر تک ہیں۔ ڈالروں کے اوسط قطر کا میں نے جو اندازہ کیا ہے وہ ۳۸ (۳۸) ملی میٹر یعنی تقریباً ڈیڑھ انچ ہوتا ہے۔ امریکہ والے اپنے بڑے طلائی سکون میں غیر معمولی دبازت رکھتے ہیں چنانچہ مد ڈبل اینگل کا قطر جس کی قدر چار پونڈ سے بھی زیادہ ہے (۳۴) ملی میٹر یعنی ۱ ۱/۲ انچ سے زیادہ نہیں ہوتا۔ برخلاف اس کے آسٹریا کے خوشنما چاروٹ کے سکے کو دیکھئے اس کا قطر ڈبل اینگل سے بھی بڑا ہے حالانکہ اس میں سونا، ڈبل اینگل کی مقدار کا نصف بھی نہیں ہوتا۔

سکہ کی فرسودگی | سکون میں استعمال سے جو فرسودگی پیدا ہو جاتی ہے اب اس کی طرف بھی کچھ توجہ کرنی چاہئے۔ جیسا کہ ہم نے دسویں باب میں بیان کیا ہے طلائی سکون میں اس وجہ سے جو گھٹاوت پیدا ہو جاتی ہے وہ نہایت اہم ہے کیونکہ اس سے زر کی قدر میں بھی کمی پیدا ہوتی ہے۔ سکہ چونکہ ہمیشہ دست بدست منتقل ہوتے رہتے ہیں اس لئے دھلت کی وجہ مقدار گھٹس جاتی ہے وہ ایک ہی قسم کے سکون میں ہر سال کی گردش کے بعد تقریباً برابر ہوگی البتہ نقصان مدت استعمال کی مناسبت سے کم یا زیادہ ہوگا۔ انگریزی قانون کی مدد سے متاثرہ اسی وقت تک زر قانونی رہتا ہے جب تک کہ اس کا وزن ۱۲۲ گریں یا اس سے بڑھ کر ہو۔ اس وزن میں اور پورے مستند وزن میں جو ۴۷، ۷ گریں کا تفاوت ہے وہی جائز گھٹاوت کی انتہائی حد ہے۔ میں نے اپنے تجربوں پر

سے (جن کا ذکر اس مضمون میں ہوا ہے) جو نومبر ۱۸۶۵ء میں لندن کی انجمن اعداد و شمار میں پڑھا گیا اور جنرل آف دی سٹائٹسٹکل سوسائٹی ڈسمبر ۱۸۶۸ء جلد ۳۱ ص ۲۶ پر طبع ہوا ہے) ساورن کی اوسط سالانہ گھٹوت کا اندازہ ۴۳.۰۰ و گریں یا ۰.۰۰۲۶ گرام کیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بالعموم ساورن قانونی حد فرسودگی کو پہنچنے بغیر تقریباً اٹھارہ سال سے زیادہ چلن میں نہیں رہ سکتا جو ساورن کی قانونی عمر تصور کی جاسکتی ہے۔ ڈاکٹر فار نے بعض اور وجوہ کی بنا پر جن کو میں نے اپنے نتیجے کے وقت نظر انداز کر دیا تھا اس عمر قانونی کا تعین پندرہ سال کیا ہے۔ برخلاف اس کے مسٹریڈ کی رائے ہے کہ ساورن کی عمر قانونی بیس سال تصور ہونی چاہئے۔ مختلف ملکوں کے زر کا مقابلہ کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرسودگی کی رفتار کا انحصار کچھ تو گردش زر کے استعمال اور تیزی پر ہوتا ہے اور کچھ سکوں کی نوعیت اور جسامت پر۔ چنانچہ فیروز شاہ نے سوئزر لینڈ میں جو تحقیق کی ہے اس کے لحاظ سے میں فرنگی سکے کی اوسط فرسودگی ہر سال (۲۰۰) ملین ہوتی ہے۔ لیکن دس اور پانچ فرنگی طلائی سکوں کی فرسودگی جو علی الترتیب (۴۳۰) ملین اور (۹۲۰) ملین ہے اس مناسبت سے نہیں ہوتی میں نے بھی انگریزی سکوں کے جو اوزان کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ساورن اوسطاً ایک سال کے چلن میں (۳۵۰) ملین گھٹتا ہے اور ہاف ساورن کا نقصان (۱۱۲۰) ملین سے کم نہیں ہوتا یعنی سالانہ ۱۱ فی صد کی کمی ہوتی ہے۔ چونکہ انگریزی سکے وزن میں نیپولین اور ہاف نیپولین سے بھاری ہیں اس لئے ان میں نسبتہ کم نقصان ہونا چاہئے تھا مگر مسٹریڈ فیروز شاہ ۱۱ کے انگریزی مرکب کی نرمی کو نقصان کی اس زیادتی کا باعث قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ کہ اس وجہ سے بھی گھٹوت میں کچھ اضافہ ہو سکتا ہے لیکن عجب نہیں جو انگلستان میں سکوں کی گردش کی بڑھی ہوئی تیزی بھی اتنے بڑے تفاوت کی ذمہ دار ہو۔

غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ سکے کی فرسودگی کی شرح ایک ٹری حد تک اس کی جسامت پر منحصر ہوتی ہے چنانچہ انگریزی کراون، فرایسی تقریاً ٹیکو، اور امریکن ڈبل ایگل کی قسم کے بڑے سکے استعمال میں نسبتہ کم گھٹتے ہیں اس لئے کہ

سکے کی سطح میں بہ لحاظ تناسب اتنا اضافہ نہیں ہوتا جتنا کہ اس کے وزن کے اضافے کے لحاظ سے ہونا چاہئے اسی لئے مختلف تقری ڈالروں کا ادنیٰ درجہ فرسودگی ہی مشرق میں ان کی مقبولیت کا سبب ہے برخلاف اس کے چھوٹے تقری سکوں میں فرسودگی زیادہ ہے چنانچہ ان تجربوں کے لحاظ سے جو کمکالی میں ۳۳ لکھ لیں گئے ہاف کراون کی سالانہ گھٹوت فی صد وشلنگ کی چھ پینس اور شلنگ کی فی صد چارشلنگ اور چھ پنی کی سات شلنگ چھ پینس یا اعداد اعشاریہ میں علی الترتیب ۱۲۵ و ۱۰۰ و ۲۰۰ و ۳۰۵ و ۴۰۵ قرار پاتی ہے بظاہر یہ کچھ زیادہ نہیں لیکن چند برسوں کے بعد ضرور قابل لحاظ ہو جاتی ہے جیسا کہ چھ پنی کے گھٹیا سکوں کی حالت سے ظاہر ہے پرانے تقری سکوں کو بھی جب کمکالی میں گلا یا گیا تو معلوم ہوا کہ وزن میں بالا وسط ۱۶ فیصد کی کمی ہوئی تھی لیکن مکررتسلیک کرنے سے جو فائدہ ہوا وہ اسی نقصان کی پابجائی کے لئے کافی سے زیادہ تھا اور ۱۹۹۰ء میں جو انگریزی تقری سکے چلن میں تھے ان کے وزن کا کمکالی میں امتحان کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کراون میں گھٹوت ۳۳ و ۳۴ فی صد اور ہاف کراون شلنگ اور چھ پنی میں اس کی مقدار علی الترتیب ۹۰ و ۹۰ و ۶۰ و ۲۴ و ۲۸ و ۳۸ فی صد تک پہنچ گئی تھی۔ جنوبی جرمنی میں بھی جو تقری سکوں کی واپسی عمل میں آئی ہے اس سے ظاہر ہوا کہ ان کے وزن کی کمی بیس فیصد سے کم نہ تھی۔

استعمال سے طلائی سکوں میں جو نقصان پیدا ہوتا ہے اس کو کم کرنے کی ایک تدبیر یہ ہے کہ بڑے پیمانے کے سکے جاری کئے جائیں جیسے کہ امریکہ میں ایگل اور ڈبل ایگل ہیں ڈبل ایگل کا ہوا یک خوشنما تنغے کی وضع کا سکے ہوتا تھا بہت زیادہ چلن تھا۔ اگلے زمانے میں بھی بڑی قسم کے بہت سے طلائی سکے مثلاً کارلنو، دو براون، ڈبلون، کوڈر، ڈبل پیٹول، ڈبل رائڈر وغیرہ رائج تھے لیکن ایک اسم اعراض ڈبل ایگل، سو فرمکی، اور پانچ پونڈی سکوں پر یہ وارد ہوتا ہے کہ ان میں مجلسازی کی بڑی گنجائش ہے ان میں چھوٹے چھوٹے سوراخ کر کے پھر ٹھوک کر برابر کر دینا بہت آسان ہے بڑے سکوں میں سوہن، کھچنی (Cylinder) مخروط اور متعادلان کیمیائی (Chemical) re-agents کا استعمال نسبت زیادہ محفوظ اور سہل بھی ہے چنانچہ بعض صورتوں میں

ڈبل ایگل کو دو چینی ٹکلیوں میں کاٹ کر دعائے نکال لی گئی اور وزن کی پابجائی کے لئے پلانٹ شامل کر کے اُن کو پھر جوڑ دیا گیا۔ گو یہ صحیح ہے کہ اس مجلسازی جو مصارف اور محنت درکار ہوتی ہے وہ کسی دیانتداری کے کام میں نسبتاً زیادہ منفعت بخش ہو سکتی ہے لیکن ممالک متحدہ کی محکمان کے نظماً کی رپورٹ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایسی مجلسازی سے ان لوگوں کا کچھ نہ کچھ فائدہ ہو رہی جاتا ہے۔ اس کے سبب اب کے لئے اب یہ تجویز ہوئی ہے کہ ڈبل ایگل کی دیانت کو کم کر دے اس کی شکل کنٹوری دار بنائی جائے مگر کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ اتنے بڑے سکے کا اجرا ہی موقوف کر دیا جائے جیسا کہ انگلستان اور فرانس میں ہو چکا ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سوارن پولین ہاف ایگل اور ایسی جسامت کے دوسرے طلائی سکے ایسی ناجائز دست اندازی سے محفوظ رہتے ہیں اور ایسے نقری سکوں کو بھی اس طرح گھٹیا بنانے کی چنداں کوشش نہیں ہوتی۔

فروغ دی کو حتی الامکان گھٹانا مقصود ہو تو یہ ضروری ہے کہ سکوں کے حرف اور نقش خواہ بادشاہ کی شبیہ ہو یا دوسری اور کوئی صورت گوصاف اور نمایاں ہوں مگر ان میں ابھار زیادہ نہ ہو۔ اس نکتہ نظر سے اور نیز دیگر پہلوؤں سے انگریزی فلورن پر جو صاف اور چٹا نقش بنایا گیا ہے پُرانے کروان ہاف گروان اور سٹلنگ کے گول گول اور ابھرتے ہوئے نقش و نگار سے بدرجہا بہتر ہے۔

ٹھپوں کی تیاری میں فرانسیسی محکمال نے بہت کامیابی حاصل کی ہے اور طلائی نقروی اور کانسی کے تمام سکے جو ان ٹھپوں سے بنائے جاتے ہیں ان پر دبے ہوئے لیکن نہایت نفیس نقش و نگار ہوتے ہیں۔ غالباً سب سے بہتر اور خوشنما سکہ جو میری نظر سے گزرا ہے۔ نیابیس فرکی طلائی سکہ ہے یہ سکہ ۱۸۷۱ء میں ہنگری کے لئے ضرب کرایا گیا تھا۔ اس کے ٹھپے کی کنڈیدگی نہایت نفیس اور بے مثل ہے۔ پانچ اسپیشی ڈالر اور اوربیس کروتر کے نئے اسکندنیو میں طلائی سکے بھی اس اعتبار سے بہت عمدہ تیار ہوئے ہیں۔

سکوں کا شمار اسکو کی بڑی بڑی مقداروں کا عدد سے ایک ایک کر کے کرنے کے طریقے لگنا نہ صرف طول اہل اور تنصیع اوقات کا باعث ہے

بلکہ صحت شمار کے اعتبار سے غیر معتبر بھی۔ اس کام کو آسان کرنے کے لئے کئی طریقے نکالے گئے ہیں۔ دار الضرب۔ بنک آف انگلینڈ اور دوسرے اداروں میں جہاں بڑی بڑی رقموں کے معاملے ہوتے ہیں ”شمار تختیوں“ سے کام لیتے ہیں جن کا ہندوستان کے تاجر اور صرافوں میں بھی یقیناً ایک زمانے سے استعمال ہے یہ تختے سادہ اور سطح کشٹیاں ہوتی ہیں جن میں سینکڑوں خانے قطار در قطار اس طرح کے بنے ہوئے ہوتے ہیں کہ ہر خانے میں ایک ہسکہ پوری طرح جکڑ بیٹھ سکتا ہے۔ ترکیب شمار یہ ہے کہ ہر قسم کے سکے تختوں سے ان تختوں پر پھیلا دیئے جاتے ہیں اور تختوں کو ہلایا جاتا ہے تاکہ تقریباً سب خانے پُر ہو جائیں۔ اگر کچھ خالی رہ جائیں تو ان کو ہاتھ سے پر کر دیا جاتا ہے۔ اب ان خانوں میں جو تعداد آجاتی ہے اس کے معلوم کرنے میں غلطی کا کوئی شائبہ نہیں رہتا ساتھ ہی ساتھ سکوں کی جانچ بھی ہوتی جاتی ہے اور کھوٹے، اجنبی، اور کم قدر سکے نکال لئے جاتے ہیں اور اس طرح صحیح شمار کر لینے کے بعد ان کو تحصیلوں میں بھر کر رکھ لیا جاتا ہے۔

انگریزی ٹیکوں میں چیکوں کی ٹھنڈائی اور رقومات کی داو و ستد میں طلائی سکوں کی بڑی بڑی مقداروں کو بڑی محنت کے ساتھ گننا پڑتا ہے اس کے لئے ترازو کا استعمال ہوتا ہے۔ پانچ، دس، بیس، تیس، پچاس سو، دوسو، تین سو، ساورن کے اوزان کے باٹ بنا کر رکھ لئے جاتے ہیں ہر رقم کو جو پانچ کی مقسوم الیہ ہو اس طریقے سے فوراً بلا کسی غلطی کے چند ہی لمحوں میں شمار کر لینا وقت طلب نہیں رہتا۔ بشرطیکہ سکے بہت پرانے اور فرسودہ نہ ہو گئے ہوں۔ گھٹیا وزن کی وجہ سے بھی بڑی بڑی رقموں میں ایک آدھ ساورن سے زیادہ کی غلطی کا امکان نہیں ہے۔ لیکن ہاں ساورنوں کے شمار میں اس طریقے پر کسی طرح بھروسہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ سکے نہایت ہلکے ہو جاتے ہیں۔ غرض وزن کی یہ بے اعتباری بھی منجملہ ان چند مشکلات کے ہے جو ہماری قدیم طلائی تسکیم کی ناقص حالت سے پیدا ہوتی ہیں۔

ہاٹ سا وزن ہی نہیں بلکہ اور قسم کے سکے بھی جو آپس میں بالا و وسط ہوزن ہوں ترازو کے پلوں کی اگٹ پلٹ کے عمدہ طریقے سے مجلّت اور سہولت کے ساتھ شمار کر لئے جاتے ہیں یعنی سکوں کی کوئی تعداد مثلاً پچاس سکے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیں اور ان ہی کے ہوزن ایک اور مقدار بغیر شمار کے دوسرے پلڑے میں بھر دی جائے۔ پھر ان دو مساوی مقداروں کو ایک پلڑے میں جمع کر لیا جائے اور ان کے مجموعے کی ہم وزن مقدار دوسرے پلڑے میں بھر دی جائے اس الٹ بھیر کے بعد ان کو جمع کر دیا جائے تو دوسو سکوں کا شمار ہو جاتا ہے۔ ترازو کی گنجائش کے لحاظ سے اس عمل کو بار بار دہرانے سے بالاخر وزن کا ایک ایسا بڑا پیمانہ حاصل ہو جائے گا جس کے حساب سے بڑی بڑی مقداریں ٹلکتی چلی جائیں گی۔

جب ترازو اور شمار تختی یا ان دونوں میں سے ایک بھی ہمدست نہ ہو تو سکوں کی دس پندرہ یا بیس کی قطاریں برابر لگائی جاتی ہیں اگر تعداد میں کوئی کمی بیشی ہو تو ایک سرسری نظر سے یا ان ڈھیریوں کو ایک سطح تختے پر جما کر ایک سیدھی کارٹی ان کے بالائی سطح پر رکھ کر دیکھنے سے بلندی کے باہمی تفاوت سے غلطی آسانی معلوم ہو جاتی ہے۔

زر فلزی کے زر فلزی کے استعمال کی وجہ سے عام پبلک پر کسی نہ کسی طرح جو مصارف کا بار عائد ہوتا ہے اس کا حساب دلچسپی سے خالی نہیں۔ پہلے تانے اور کانٹے کے ذیلی سکوں ہی کو لیجئے۔ زر وضعی ہونے کی وجہ سے چونکہ گورنمنٹ ان کو

ملکے وزن پر بناتی ہے اس لئے سرکار کو اس سے تھوڑا بہت فائدہ ہو جاتا ہے۔ ٹھکانے میں چاندی یا پنج شلنگ فی مستند اس کی شرح سے خریدی جاتی ہے اور تقریبی سکوں کی اجرائی پبلک میں پنج شلنگ چھ پنس کے حساب سے ہوتی ہے۔ اس طرح گویا اجرا شدہ سکوں کی منسوب قیمت کا نو فی صد گورنمنٹ عدد بطور نفع تسلیک کے لیا کرتی ہے۔ گذشتہ دس برس کے عرصے میں انگریزی دارالضرب سے (۵۴۶۲۸۰) پونڈ چاندی بالا و وسط مسکوک

ہوئی ہے جس کا منافع تسلیک سالانہ (۲۹۲۰۰) پونڈ ہوا ہو گا۔ لیکن اس کے برخلاف دارالضرب کو چاندی کے فرسودہ اور گھٹیا سکے بھی تو مشوبہ قیمت پر واپس لینے پڑتے ہیں ان کو از سر نو مسکوک کرنے میں جو نقصان عائد ہوتا ہے اس کی اوسط مقدار گزشتہ دس سال میں (۱۶۷۰۰) پونڈ ہوئی اس کو اگر منافع سے خارج کر دیا جائے تو (۳۲۵۰۰) پونڈ کی خالص بحیثیت نکلتی ہے بشرطیکہ ٹیکس کے بحال کی تنخواہیں نظر انداز کر دی جائیں۔ آج کل تو چاندی کی قیمت فی اونس چار شلنگ دس پینس سے بھی زیادہ نہیں ہے اس لئے (Seignorage) سکاٹ یعنی (حق تسلیک) گویا بارہ فیصد ہے اور اسی مناسبت سے منافع تسلیک بھی بڑھ گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اور نکتہ بھی قابل غور ہے یعنی "سکاٹ" کی رقم کو ہر سال محفوظ کر دیا جائے اور تیس سال کی مدت کے بعد جب فرسودہ سکوں کو واپس لینے کی ضرورت پڑے تو اس کے نقصان اور مصارف کی پابجائی محفوظ "سکاٹ" کے سود سے کر دی جا یا کرے۔ جب کہ ایک پونڈ کی رقم ۳۳ فی سو کی شرح سود مرکب سے تین سال میں ۲۰۶۱ پونڈ ہو جاتی ہے تو سکاٹ کا نو فیصد گویا ۲۳،۵ ہو جائے گا اور تقریبی سکوں کی اصلی ٹھوسٹ بالواسطہ ۱۶ فی صدی سے زیادہ نہیں ہوگی۔ اب اگر سکوں کی وہ قابل لحاظ تعداد جو گدگد اخت برآمدگی، غرقابی یا گم شدگی سے خارج ہو جاتی ہے یا ذخیرہ کر لی جاتی ہے نظر انداز کر دی جائے تب بھی موجودہ قواعد کی رو سے بحیثیت مجموعی نقرہ کی تسلیک منفعت بخش ہی تصور کی جاسکتی ہے۔

کافیے کے سکے کی اجرائی سے بھی جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے (۲۷۰۰۰۰) پونڈ نفع ہوا تھا جس میں آئندہ کسی وقت گھٹیا سکوں کی واپسی اور مکرر تسلیک کے ممکنہ مگر غیر یقینی مصارف کو وضع کرنا ہو گا۔

مصارف زر چار خاص مدت پر مشتمل ہیں (۱) اس سرمایہ کے سود کا نقصان جو تسلیک میں لگایا جاتا ہے (۲) ملائی سکوں کے فرسودہ ہوجانے سے جو نقصان عائد ہوتا ہے (۳) ٹیکس کے اخراجات (۴) سکوں کی گم شدگی ان میں سے آخری مدگی رقم تو بالکل غیر معلوم ہے مگر بقیہ ابواب کا اندازہ یہ ہے۔

فرض کرو کہ ملک کی تمام کرنسی تخمیناً (۸۴۰۰۰۰۰۰) ساورن اور (۳۲۰۰۰۰۰۰۰) ہاف ساورنوں پر مشتمل ہے جس کی مجموعی قدر (۱۰۰۰۰۰۰۰۰) اسٹرلنگ ہوتی ہے۔ چونکہ ہر ساورن ایک سال میں (۵۰۴۳) گریں گھس جاتا ہے اس لئے سالانہ کل تیس ہزار پونڈ کا نقصان عائد ہوتا ہے۔ ہاف ساورن (۵۰۶۹) گریں گھس کی شرح سے گھستا ہے اس لئے اس پر اٹھارہ ہزار پونڈ کا نقصان ہوتا ہے۔ یہ کچھ زیادہ نہیں ہے لیکن سرمایہ تسلیم کے سود کا نقصان البتہ بہت زیادہ ہے۔ زر وطنی کی کل مقدار وحات کی تخمینہ قدر حسب ذیل ہے۔

طلائی سکے جو گردش میں ہیں	۱۰۰ ملین
طلای خام جو بینک آف انگلینڈ میں موجود ہے	(۱۵) ملین
نقرئی سکے	(۱۵) ملین
کانسے کے سکے	(۱) ملین

۱۳۱ ملین

میزان

اس رقم کا سود $\frac{1}{4}$ فیصد کی شرح سے (۴۲۶۲۰۰۰) پونڈ سے کم نہیں ہوتا۔ ماسوا اس کے دار الضرب کے کمال وغیرہ پر (۴۲۰۰۰۰) پونڈ سالانہ کا خرچ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے زر فلزی کے تخمینہ اخراجات باواری یہ ہیں۔

(۱) سود کا نقصان	(۴۲۶۲۰۰۰) پونڈ
(۲) فرسودگی	(۴۸۰۰۰) پونڈ
(۳) ٹھکال کا خرچہ	(۴۲۰۰۰) پونڈ

جملہ (۴۳۵۲۰۰۰) پونڈ

اس میں سے وہ منافع وضع شدہ ہے جو نقرہ اور کانسے کی تسلیم میں دار الضرب کو بطور سکانہ کے ملتا ہے مگر یہ نفع بھی اس بالکل غیر معلومہ مقدار کا معاوضہ ہو جاتا ہے جو سکوں کے اتفاقہ گم ہو جانے سے عوام الناس پر عائد ہوتا ہے۔

چودھواں باب

بین الاقوامی زر

بین الاقوامی نظام زر کی ایک نہایت وسیع اسکیم کی جو تجویز ہوئی ہے اور اس کی پیشرفت میں جو مدارج طے کئے ہیں ان کا تذکرہ بلاشبہ مسئلہ زر کی ہر حالیہ تصنیف میں نہایت ضروری ہے۔ اگرچہ ابھی منزل مقصود کو سوں دور ہے اور جرمینی کے موجودہ طرز عمل سے اس بڑی تبدیلی ترقی میں بڑی رکاوٹ ہو رہی ہے تاہم نظامات زر کے رد و بدل اور مسائل زر کے مباحث میں ہم کو بالآخر ایک عام نظام زر کے شیوع کا خیال ذہن نشین رکھنا چاہئے۔ دنیا میں آج کو جنگ و جدل سے مفسر نہیں اور لڑائیاں ناگزیر ہیں تاہم قوموں کے باہمی تعلقات کی رفتہ رفتہ اصلاح ہو ہی جائے گی۔ آخر حق تصنیف تحویل بحرین، ضوابط اشارات بحری۔ عام قواعد ڈاک، اور مصائب جنگ کی تخفیف کے بین الاقوامی معاہدات موجود ہی ہیں۔ مدت ہوئی کہ قوموں نے الگ تھلگ رہنا اور صرف اپنی بھلائی اور ہمسایہ قوموں کی بدخواہی کے خیالات رکھنا چھوڑ دیا ہے۔ آزاد تجارت کی ترقی کے ساتھ ساتھ ریل، جہاز، تار برقی، ٹیلیگراف، اخبارات وغیرہ سے رسل و رسائل میں بھی ترقی ہوتی جا رہی ہے۔ کبھی نہ کبھی آخر وہ زمانہ آ ہی جائے گا جب بنی نوع انسان کی مختلف جماعتوں کے تمام اختلافات کو حتی الامکان مدد و م کرنے کی خواہش اور فکر ہونے لگے گی۔

سب سے اول ہم اون فوائد کا ذکر کرتے ہیں جو بین الاقوامی نظام زر سے حاصل ہو سکیں گے اور پھر سلسلہ بہ سلسلہ اس کے خرابیوں پر اور نیز مختلف نظام ہائے زر میں جو سہولتیں پیدا کی گئیں یا اس کی ترقی کے جو خاص تجویزیں پیش کی گئی ہیں ان کے محاسن اور معائب پر بھی نظر ڈالیں گے۔

بین الاقوامی زر کے کوتاہ نظر لوگ زر بین الاقوامی کی تمام تجاویز پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس مقصود میں اگر کامیابی ہو بھی جائے تو اس سے فوائد

صرف ان چند لوگوں کو سہولت ہو جائے گی جو دوسرے ملکوں میں سفر کرتے ہیں حالانکہ معترضین یہ نہیں سمجھتے کہ یہ تو ان فوائد میں جو زر کی عمومیّت سے حاصل ہونے والے ہیں سب سے ادنیٰ ایسے پہلے ہی دیکھ لیجئے کہ ایک عام پیمانہ قدر کے حوالے سے جو اعداد و شمار قیمتیں، اور حساب مرتب ہوا کریں گے ان کا بآسانی سمجھا جانا ہی کچھ کم خوبی کی بات نہیں ہے۔ آج کل ماہرین اعداد و شمار کو فرانک، پونڈ، ڈالر، تصیلر، میٹر، گز، ایلن، منڈرویل، کیلو گرام وغیرہ جیسے گونا گوں پیمانوں کے حوالے سے عام معلومات کے تحتہ جات کی ترتیب میں جو کچھ دقت ہوا کرتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ ایسی تحقیقات کی دشواریاں پہلے ہی کیا کم ہیں جو اعداد کی بڑی بڑی مقداروں کو ایک عام اکائی میں لانے کی دقت کا اور اضافہ کیا جائے۔ تاجروں اور کاروباری آدمیوں کے لئے بھی قسم قسم کے زر اور پیمانہ جات بڑی پیچیدگی کا باعث ہوتے ہیں اور بعض اقطاع ملک میں تو زر کی تھیک قدر ہی نہیں معلوم ہوتی ان ملکوں سے داد و ستد اور تجارت کی وہی لوگ جرات کر سکتے ہیں جن کو خاص مقامی حالات اور زر و پیمانہ جات سے پوری وقفیت ہے۔ نظامات زر کے اسی اختلاف اور تفاوت سے تبادلات خارجہ کے حسابات بھی چستان میں ہوئے ہیں وہی لوگ کچھ فائدے میں رہ جاتے ہیں جن کو اس قسم کے حسابات میں کچھ مہارت حاصل ہو گئی ہے۔

ایک سہولت یہ ہے کہ اگر ایک ملک کا سکہ دوسرے ملک کے چلن میں راست منتقل کر دیا جاسکے تو مبادلات خارجہ کے حسابوں کی چکوتی

ہدایت آسان اور عجلت سے ہو جایا کرے گی۔ دوسرا فائدہ بین الاقوامی زر کا یہ ہو گا کہ بیش قدر دھاتیں زیادہ تر سکوں ہی کی شکل میں رہیں گی ورنہ آجکل تو ایک ملک کے سکوں کو دوسرے ملک میں برآمد کر کے گداخت کر ڈالتے ہیں اور پھر کچھ نفع کے ساتھ از سر نو مسکوک کر لیتے ہیں گو انگریزی ساورن، امریکن انجل، فرانسیسی نیولین اور میکسیکن ڈالر وغیرہ کے جیسے سکوں کی فروخت صرف بنکوں ہی کے ذریعے سے ہو کر تھی ہے لیکن اگر سکوں کا نظام اکہرا رہے تو سونے چاندی کا تمام ذخیرہ مسکوک شکل ہی میں رہے گا اور ہر وقت چلن میں شامل کر دیا جاسکے گا۔ مصارف تسلیک کی تخفیف بھی بہت نہ سہی تھوڑی بچت کا ضرور موجب ہوگی لیکن اس سے بھی زیادہ اہم یہ ہے کہ موجودہ صورت حالات میں خام دھات کے بیویاریوں اور ان لوگوں کے لئے جو خام دھات کی حمل و نقل کی دشواریوں کے طفیل نفع کما لیا کرتے ہیں بہت کم موقع باقی رہے گا سیاحوں کو جو پریشانی اور نقصان سے نجات ملے گی وہ بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کیونکہ بین الاقوامی ذرائع رسل و رسائل کی ترقی کے ساتھ ساتھ سیاحوں کی تعداد بھی بڑھتی جائے گی اس لئے یہ ضروری ہے کہ تمام ممکن الوقوع وقتوں کو دور کر دیا جائے۔

بین الاقوامی زر کے اختیار کرنے کا ایک اور فائدہ جس پر بہت کم توجہ کی گئی وہ اصلاح ہے جو چھوٹی اور نیم متمدن ریاستوں میں خود بخود عمل میں آجائے گی بہت سے ملک دنیا میں اب بھی ایسے ہیں جہاں مختلف اور غیر مقررہ قدر کے سکوں کا خلط ملط ہے اور جب تک کہ بڑی بڑی قومیں مختلف نظامات پر تسلیک زر کرتی رہیں گی ان کے مختلف النوع سکے دوسری جگہ کے زر چلنی میں شامل ہو کر چھپیدگی بڑھاتے رہیں گے میکسیکو کا ڈالر ایک مدت تک علاقہ بین الاقوامی زر کی طرح رائج اور بڑی سہولت کا موجب رہا۔ اب بھی جہاں کہیں یہ ڈالر قدر کی اکائی سمجھا جاتا ہے تاجروں کو معاہدات میں کوئی غلط فہمی نہیں ہوتی۔ پس اگر تمام سربراہان وہ قومیں متحد ہو کر ایک عام سلسلہ اوزان و جسامت اختیار کر کے تسلیک شروع کریں تو ان ملکوں میں بھی جہاں کوئی قومی تسلیک نہیں ہے یہی سکے مروج ہو جائیں گے اور اصلاح کا اثر

دنیا کے دور دراز حصوں تک پہنچ جائے گا۔

بین الاقوامی زر کے تقاض اس میں شک نہیں کہ بین الاقوامی زر کی ترویج سے چند خرابیاں بھی پیدا ہوں گی مثلاً یہ امکان ہے کہ کوئی گورنمنٹ مقررہ معیار سے ادنیٰ خوبی کے سکوں کی تسلیک کرے اور

جب ایک مرتبہ ایسا زر عام ذخیرہ میں شامل ہو جائے تو قانون گریٹیم کے لحاظ سے اس کا اخراج دشوار ہو گا چنانچہ اس بارے میں فرانس کی ٹکسال ضرورت قابل الزام ہے اس کے طلائی سکے کو اگر اچھی طرح کس کر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ خوبی بجائے (۹۰۰) کے ۸۹۸ یا ۸۹۹ حصہ فی ہزار سے زیادہ نہیں یہ صحیح ہے کہ دو حصے ٹکسالی کھوٹ کے بھی ہوا کرتے ہیں اس لئے یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ یہ سکے قانونی حد سے باہر نہیں۔ تاہم ٹکسال کے افسروں نے کھوٹ کی رعایت سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے ٹکسال سے جو سکے نکلتے ہیں ان کی خوبی بالا وسط ٹھیک اور مستند ہونی چاہئے میل کے نام سے جو تفاوت قابل معافی سمجھا جاتا ہے وہ صرف اس لئے ہے کہ بعض سکوں کی ساخت میں اتفاقی غلطی سے جو نقص رہ جاتا ہے اس کی پابجائی ہو نہ کہ عمداً بالا وسط مستند معیار سے اتنا تفاوت پیدا کیا جائے۔

لیکن یہ یہ مشکل فرض کیا جاسکتا ہے کہ جو حکومتیں بین الاقوامی ذمہ داریوں کے تحت زر کا اجرا کرنے پر آمادہ ہوں وہ یوں ایک یا دو حصہ فی ہزار کا فائدہ حاصل کرنا چاہیں گی۔ پوری ٹکسالی اور ٹھیک مساوات پیدا کرنے کے لئے مناسب ہے کہ مختلف ٹکسالوں کے عہدہ دار اور پر ٹھٹھے والے آپس میں ملکر ایک عام مستند طریقہ اور ایک ہی قسم کی آزمائشی فہرست منتخب کر کے مقرر کر لیں۔ معاملات تسلیک میں ایک قوم کو دوسری قوم کی دیانتداری میں شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور تجربہ بھی اس کا مؤید ہے چنانچہ اسپن اور میکسکو کو اگرچہ مالی مسائل میں دیانتداری کا مکمل نمونہ نہیں خیال کیا جاتا تاہم ان کی ٹکسالوں نے اپنے تقری ڈالر کی تسلیک میں وزن اور خوبی کو اس دیانتداری کے ساتھ قائم رکھا ہے کہ یہ سکے دنیا کے اکثر حصوں میں گزشتہ

سوسال تک عدد ہی کے حساب سے بلاچوں و چرا قبول کئے جاتے تھے حتیٰ کہ انگلستان میں بھی ان کا چلن عام تھا۔

بین الاقوامی زر کے شیوع کا امکان اس امر واقعی سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ بہت سی قیمتوں کے سکے تقریباً کسی بین الاقوامی معاہدے کے غیر مالک میں بطور زر قانونی تسلیم کر لئے جاتے ہیں چنانچہ انگریزی ساورن نہ صرف برطانوی نوادیات و مقبوضات بلکہ پرتگال، مصر، برازیل اور غالیاء بعض اور ملکوں میں بھی مقبول ہے۔ اسی طرح پولین کا بھی اکثر مالک یورپ میں آزادی سے چلن رہا۔ ہالینڈ کے ڈکٹ کی تو قیر بھی عام تھی اور ڈالر کی بعض قسموں کے عام اور وسیع چلن کا تو ہم بار بار ذکر کر ہی چکے ہیں۔

نظامات زر کا تصادم بین الاقوامی زر کے قیام میں سب سے بڑی وقت اس امر واقعی سے پیدا ہوتی ہے کہ فرانس، انگلستان اور امریکہ و جرمنی کی طرح بعض دوسری بڑی بڑی قومیں اپنا اپنا جداگانہ

نظام زر رکھتی ہیں جن کو معقول یا غیر معقول وجوہ کی بنا پر وہ ترک کر دینے پر آمادہ نہیں۔ مگر ان میں کسی ایک میں بھی کوئی ایسی بڑی خوبی نہیں جس کی بنا پر وہ ایک بہترین نظام تصور کیا جاسکے۔ مگر ان نظامات میں قوت کا ایک توازن قائم ہے جس کی وجہ سے یکسانیت کے حصول میں بڑی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے۔

اول الذکر تینوں قومیں اپنے اپنے نظامات کی تائید میں بہت کچھ کہہ سکتی ہیں۔ مثلاً فرانسیسی نظام جس کی بنیاد فرانک پر قائم ہے نظام اعتباریہ کی ایک ممتاز تسکین ہے۔ علاوہ اس واقعہ کے کہ اسٹریا میں زر طلائی کی حد تک زر بین الاقوامی کے ساتھ ساتھ اور اسپین، یونان، اور بعض دوسری جمہوریتوں ریاستوں میں زر نقرئی کی حد تک بلا تعلق زر بین الاقوامی اس کو اختیار کر لیا گیا ہے اور یہ اعزاز بھی اس کو حاصل ہے کہ وہ بلجیم، سویڈن، لینڈ اور اٹلی میں زر بین الاقوامی تسلیم کیا جاتا ہے۔ انگریزوں کا بھی اس بات پر زور دینا حق بجانب ہے کہ گوبونڈ کی ذیلی تقسیم چنداں قابل تعریف نہیں تاہم اسٹریٹنگ پونڈ ہاتھ ایک عمدہ اکائی قدر ہے اور موجودہ زر طلائی کی اکائیوں میں سب سے بڑی ہے اس لئے

اقوام کی برہمتی ہوئی دولت کے مد نظر اس میں ایک کامل مدنیت موجود ہے گواس کو یورپ کے صرف ایک گوشہ یعنی پرتگال میں تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن یہ ذہن نشین رکھنے کی ضرورت ہے کہ تجارت اور تمدن کا مرکز رفتہ رفتہ لیکن نہایت تیزی کے ساتھ یورپ سے سرکرتا جا رہا ہے اور وہ دن دور نہیں جب کہ امریکہ، پالینیشیا اور نوآبادیات افریقہ جو شاہراہ ترقی پر سرعت کے ساتھ گام زن ہیں اپنی قوت کا سکھ جادیں یہ سب ریاستیں پونڈہی پر قائم ہیں اور برطانیہ کی وسیع عالمگیر تجارت اور جہاز رانی کی بدولت تمام دنیا کی منڈیاں اور بندرگاہیں سادرن سے روشناس ہو چکے ہیں۔

امریکن ڈالر کے حق میں بھی بہت کچھ کہا جاسکتا ہے اس کی بنیاد بھی نظام اعشاریہ پر ہے اور جیسا کہ آگے چل کر واضح کیا جائے گا اس کی تقسیم اصول اعشاریہ پر نہایت سہولت سے ہوتی ہے اس کی مصداق ان سکوں کی ہے جن کو دو تین صدیوں تک وسیع چلن میں رہنے کی وجہ سے حسابات کی اکائی کا درجہ حاصل ہو گیا ہو اس لئے آزمائش اور کامیابی خود اس کی خوبی کی بڑی دلیل ہے بڑی بات تو یہ ہے کہ وہ ایک ایسی قوم کا زمرہ مستحکم ہے جو جہاں تک عقل انسانی پیشین گوئی کر سکتی ہے، آئندہ چل کر سب سے زیادہ کثیر التعداد، دولت مند، اور قوی ہونے والی ہے۔ اس قوم نے جو ابتدا میں صرف انگلستان کی ایک بہترین نسل سے پیدا ہوئی تھی یورپ کی دوسری قوموں کا بھی بہترین عنصر جذب کر لیا ہے۔ خود ہی تقدیر سے دنیا کا سب سے زیادہ زرخیز براعظم اس کو عطا ہوا ہے اس لئے یقیناً زما آئندہ میں اس کو وہ اہمیت اور فوقیت حاصل ہوگی جس کا خود امریکہ کے باشندوں کو بھی پورا احساس نہیں ہے۔

زربین الاقوامی مغربی یورپ کی اقوام میں زربین الاقوامی کی بنا اور قیام میں جو طویل طویل مباحثے ہوئے۔ مجلسیں کانگریسیں اور انجمنیں کے معاہدات منعقد ہوئیں اور جو معاہدے اور سمجھوتے معرض وجود میں آئے ان کا اس مختصر سی کتاب میں خلاصہ بھی درج کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس کے متعلق جو مزید معلومات کا شوق رکھتے ہوں ان کو میں اسے دوں گا کہ وہ

مشہور و معروف انگریزی سٹریٹریک ہندوستان کے اس پمفلٹ کا مطالعہ کریں جس نے پہلے پہل انگلستان میں اس مسئلے کی اشاعت کی۔ نام اس پمفلٹ کا "تسلیم اعشاریہ" ہے اور غایت اس کی جیسا کہ خود مصنف نے عنوان کتاب پر لکھ دیا ہے یہ ہے کہ فرانس اور دوسرے ممالک کے زمین الاقوامی کے مسئلے میں تسلیم اعشاریہ انگلستان میں بھی فوراً رائج کی جائے۔ یہ کتاب ۱۸۶۶ء میں خانگی طور پر طبع کرائی گئی تھی۔ اس کے علاوہ سٹریٹریک کی کتاب الموسوم بہ "طلائے خام و مبادلات خارجہ" بھی ضرور قابل مطالعہ ہے اور جنرل ڈی اگناسٹ جو ان معلومات سے بہرہ ور ہے۔

۱۸۵۵ء میں فرانس میں ایک بین الاقوامی انجمن اس غرض سے قائم کی گئی تھی کہ پیمانہ جات، اوزان اور سکوں کے لئے ایک عام نظام اعشاریہ کا قیام واد عمل میں آئے اس کی انگریزی شاخ نے بھی بڑی سرگرمی اسے کام کیا۔ ۱۸۵۸ء میں ممالک متحدہ امریکہ نے مختلف کرنسیوں کو ایک دوسرے میں ضم کر دینے کی تجویز کی۔ ۱۸۶۱ء و ۱۸۶۳ء میں برکن اور لندن میں بین الاقوامی کانگریسیں ہوئیں۔ بالخصوص برکن میں اہم تجویزیں منظور کی گئیں جن پر ہم آگے چل کر غور کریں گے۔ لیکن صرف بلجیم، فرانس، سوئٹزرلینڈ اور اٹلی ہی میں یہ مسئلہ زیادہ نمود پرایا کیونکہ یہ ممالک ایک دوسرے سے بالکل قریب قریب واقع ہیں اور چونکہ نہ صرف فرانسیسی طلائی سکوں کو بلکہ نقروی سکوں کو بھی سرحد پار جانے سے روکنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے دسمبر ۱۸۶۵ء میں ان ممالک کے مابین بین الاقوامی زر کا ایک حقیقی سمجھوتہ ہو گیا۔

۱۸۶۵ء کی کانگریس زر کی رپورٹ ایک نہایت اہم دستاویز ہے۔ وہ ایک ایسے معیار طلائی کی سہولت کو واضح کرتی ہے جس کے ساتھ نقد اور کانسہ کی ذیلی تسلیم رکھی جائے اس میں تمام مستند سکوں کو ۹ کی عام خوبی پر اور تمام اوزان کو نظام اعشاریہ پر قائم کرنے کی رائے دی گئی۔ اور بالآخر ایک تیسری تجویز پیش کی گئی ہے جو زر موجودہ کی اکائیوں میں باہم گرا سادہ تعلق پیدا کر سکے۔ ۱۸۶۸ء میں جرمنی سے اعلان جنگ ہونے سے کچھ روز قبل حکومت فرانس نے

زیر سرپرستی بی بی بارو وزیر تجارت و میر خلیس کو نسل آف اسٹیٹ ایک اور اسپیشل کمیشن طلب کیا تاکہ معیار اور اس کے جو اثرات بین الاقوامی تسکیک پر ہوتے ہیں ان کے متعلق جتنے مسائل میں سبب کی بابت تمام پہلوؤں سے شہادت فراہم کی جائے۔ چنانچہ کمیشن کے رپورٹ (۳۷) گواہوں کے بیانات چوے اور اس تحقیقات کے نتائج سے جس کو حکومت فرانس نے وضع شدہ وں میں شایع کیا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گواہوں اور کشنوں کا غلبہ آرا اگر سے معیار طلبا کی تائید میں تھا۔

یہ ایک بالکلہ اتفاقی بات ہے کہ موجودہ زر خاص کی اکائیاں اب بھی فرانک کے اضافات کے قریب قریب برابر واقع ہوئی ہیں۔ مندرجہ ذیل نتیجے سے ان اکائیوں کی موجودہ باہمی قدر اور وہ اضافات واضح ہوں گے جن پر ان کو آئندہ بنانے کی رائے دی جاتی ہے۔

قدر موجودہ فرانک قدر موجودہ فرانک

فرانک	۱	۱
فلورن (آسٹریا تقریبی)	۲۰۴۷	۲ ½
ڈالر (امریکن ملائی)	۵۰۱۸	۵
پونڈ اسٹریلنگ	۲۰۵۲۲	۲۵

اب اگر فلورن کو صرف ۱۵۲۱ فی صد بڑھا دیا جائے اور ڈالر و پونڈ اسٹریلنگ کو علی الترتیب ۵۳ و ۸۰ فی صد کم کر دیا جائے تو ان میں ایک بہت سادہ نسبت قائم ہو جاتی ہے اور اس طرح ان مختلف نظامات زر میں بغیر کسی اہم تبدیلی کے ایک کی تعداد کو دوسرے کے حوالے سے آسانی سے ظاہر کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ ماسوا اس کے یہ سکے خود بخود بین الاقوامی رواج حاصل کر لیں گے۔ پونڈ اسٹریلنگ گویا فرانس میں ۵۴ فرانک کا اور امریکا میں پانچ ڈالر کا ہوگا اور امریکن ڈالر گویا فرانس کا ایک ہوگا اور انگلستان میں چار شلنگ کا سکے بن جائیگا۔ گو کانگریس نے سب کے واسطے ایک عام اکائی اختیار کرنے کی رائے دینی سے امتناع کیا لیکن اس امر پر زور دیا کہ جہاں مذکورہ صدر

چار اکائیوں میں سے کوئی بھی نہ ہو وہ ان میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیں اگر اس تجویز کو تمام اقوام نے مقبولیت اور آزادی خیالی سے قبول کر لیا ہوتا تو اب تک کسی بہترین اکائی کے انتخاب کی صورت نکل آئی ہوتی لیکن بد قسمتی ہے کہ جرمنی اور اسکندینیویا کی ہر دوریاستوں نے ۱۸۶۷ء سے ان اصول کے تحت کوئی تبدیلی پسند نہیں کی۔ مختلف اقسام زمین کو ایک بڑی حد تک یکسانیت تو پیدا ہو گئی لیکن بجائے بین الاقوامی ہونے کے اس کا میلان قومی فرقہ بندی کی جانب ہے۔ بریں ہم جیسا کہ مسٹر ہنڈرکس نے ”اکٹاسٹ“ کے اکثر مضامین میں واضح کیا ہے نئی تسکیکوں میں میٹرککل اور اعشاریہ نظامات سے یکسانیت اور تطابق کی بہت سی نئی اور اہم باتیں آگئی ہیں۔ اس کو بھی ایک ایک یقینی ترقی سمجھنا چاہئے۔

زرا انگریزی کا
نظام اعشاریہ میں
منتقل ہونا۔

جب سے کہ ۱۸۲۴ء میں لارڈ راسلی نے اسٹرنگ پونڈ کی دہلی تقسیم کو اصول اعشاریہ پر قائم کرنے کی تجویز پارلیمنٹ میں پیش کی انگلستان کے نظام زر کو از سر نو قائم کرنے کی مختلف تجاویز پر بہت کچھ رد و قدح اور بحث مباحثہ ہو چکا ہے مختلف

اسکیوں کے محاسن اس قدر برابر ہیں اور کسی ایک پر کار بند ہونا اتنا مشکل ہے کہ باوجود نصف صدی کے بحث مباحثہ کے بھی اب تک کوئی عملی نتیجہ برآمد نہ ہو چکا ان میں سے پونڈ اور مل کی اور پتی اور دس فرانک کی دو خاص تجویزیں ایسی ہیں جن سے یہاں بحث کرنا مفید ہو گا۔

پہلی تجویز اس حقیقت پر مبنی ہے کہ فارونگ تقریباً ہزارواں حصہ پونڈ کا ہے چونکہ ۹۶۰ فارونگ کا ایک پونڈ ہوتا ہے اس لئے فارونگ میں چار فیصد کی تبدیلی سے ایسا اقل زر اضافہ اعشاریہ حاصل ہو گا جس کو مل کے نام سے موسوم کریں گے اور پنی شل فرانسیسی ہاف مینی یا پانچ سینٹم کے پانچ مل کی چوکر لگی اور جیسا کہ بعض لوگوں نے تصور کیا ہے ۲۴ پنیس کی قدر کا ایک نیا سکہ بنانا پڑے گا جو پونڈ کے سوئٹل حصے کا قائم مقام ہو لیکن اس کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ فلورن ایک سو مل کا اور ہاف ساورن پانچ سو مل کا چوہری جائے گا۔ بڑی خوبی اس میں یہ ہے کہ پونڈ ہی صدر اکائی باقی رہتا ہے اور بعض دوسرے

مانوس سکے بھی قائم رہ جاتے ہیں۔ برخلاف اس کے جن امور پر زور دیا جاتا ہے یہ ہیں۔ اول یہ کہ اس میں سب سے زیادہ مانوس سکے یعنی شلنگ اور چھ پنس کے سکے مفقود ہو جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ابتدا کرنے کے لئے کل ایک بہت ضعف ہے یہ اعتراضات فی الواقع صحیح اور مبنی بر حقیقت نہیں ہیں کیونکہ شلنگ بطور ایک سکڑ رائج کے موجودہ وزن۔ قدر اور خوبی کا باقی رہ سکتا ہے گو باغراض حساب اس کو بجائے اڑتالیں فارونگ کے پچاس سو کا اور چھ پنس کو بجائے چوبیس فارونگ کے پچیس سو کا سکے تصور کیا جائے گا۔ یہ ذیلی تقسیم پھر بھی اس تقسیم سے زیادہ پیچیدہ نہیں ہے جو پچاس اور پچیس فنک۔ سینٹم۔ لارڈ۔ اور وغیرہ کی تقریباً متوازی اشکال میں نہایت کامیابی کے ساتھ جرمنی۔ اسکندینیویا یا فرانس کے حلفائے زر کی نئی مسکوکات میں عمل میں لائی گئی ہے۔ اب رہا یہ اعتراض کہ کل ایک بہت چھوٹا، ضعف ہے معلوم ہوتا ہے کہ مقروض اس امر واقعی کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں کہ کل چھوٹا ہونے پر بھی فرانسیسی نظام کے ابتدائی ضعف سے ڈھائی گنا اور جرمنی نظام کے ضعف سے پچاس گنا زیادہ بڑا ہو گا۔

دوسری اسکیم کو مرحوم پروفیسر گر آہم اور روس ولسن نے اپنی اس رپورٹ میں پیش کیا تھا جو انھوں نے علامۃ کی کانفرنس زر پر مرتب کی تھی یہ تجویز اس حقیقت پر مبنی ہے کہ دس فرانکی سکے آٹھ شلنگ سے صرف پون پنس کم ہے اور سو پنس سے صرف چار فی صد کا تفاوت ہے اس لئے فرانسیسی نظام سے یکسانیت کا نفع حاصل کرنے کے لئے صرف ایک دس فرانکی طلائی سکے ایسا جاری کرنا کافی ہو گا جو عارضی طور پر آٹھ شلنگ کے سکے وضعی کا کام دے سکے۔ بعد میں اگر پنس کو چار فیصد گھٹا دیا جائے اور شلنگ کی بجائے فرانک یا دس پنس کا سکے قائم کر دیا جائے تو ایک حقیقی نظام اعتبار یہ پیدا ہو جائے گا۔ اس اسکیم میں ایک بڑی غبی یہ ہے کہ اس میں پنس کے جیسے مقبول سکے کو تقریباً غیر متبدل شکل میں بدستور بدستوار رکھا جائے گا اور جیسی کہ اب تمام اغراض کے لئے اس کی حیثیت ہے وہ سب سے ادنیٰ زر حسابی بھی باقی رہے گا۔ مزید برآں یہ انتظام فرانسیسی نظام زر کے بھی بالکل

مطابق ہے لیکن ایک وقت یہ ہے کہ اس سے پونڈ کا ترک کرنا لازم آتا ہے، جو نئی مجوزہ اکائی کا ڈھائی گنا ہو جائے گا۔ موجودہ سکوں میں سے صرف فلورن پینی اور ہاف پینی ہی اس میں بہ آسانی قائم رہیں گے لیکن ان رقوم زر کو جو پونڈ میں ظاہر کی گئی ہوں اگر جدید کرنسی میں منتقل کرنا چاہو تو اس کو ڈھائی کے عدد سے ضرب دینے کی ضرورت ہوگی جس کو اکثر لوگ ایک وقت کا عمل سمجھیں گے۔

انگریزی زر کو جب نظام اعتبار یہ پر قائم کرنے کی تجویز کی گئی زمین الاقوامی کا چند اہل لحاظ نہیں رکھا گیا حتیٰ کہ اس کو نظر انداز ہی کر دیا گیا لیکن اب کچھ ایسی ترقیاں ہو گئی ہیں کہ ایک نئی اصلاح بغیر دوسری کا لحاظ کئے ممکن ہی نہیں کسی تبدیلی کا عمل میں لانا دشوار ہو گیا ہے۔ اور جزوی اصلاح کے لئے اتنی دشواریوں کا سامنا کرنا سستی حاصل ہے۔

امریکن ڈالر کو اگر پانچ فرانک پر قائم کیا جائے تو نہایت سہولت اور ایک بڑی اہمیت کے ساتھ زمین الاقوامی کی جانب پہلا زینہ طے ہو جاتا ہے۔ اور اسکے لئے ایک عمدہ موقع

امریکن ڈالر زمانہ
آئندہ میں

اس وجہ سے حاصل ہے کہ آج کل ممالک متحدہ کی کرنسی ایک اختلاف پذیر زر کاغذی پر مشتمل ہے۔ بلحاظ قدر کے گونا گوں اتار چڑھاؤ کے جن کا گذشتہ دس سال میں کافی تجربہ ہو چکا ہے اس کو ٹھیک قدیم معیار پر لانا تقویٰ بغیر ضروری ہے۔ اس حد تک قدر زر کی ہر تبدیلی خواہ وہ کم ہو یا زیادہ نقصان دہ ضرور ہے۔ اس وقت امریکن ڈالر میں ۲۵۶۸ گرین سونا ہے جس کی قیمت انگریزی زر میں ۳۱۶، ۴۹۰ پنس ہوتی ہے۔ اور جب سونے کا نرخ ۱۱۱ ہوتا ہے تو کاغذی ڈالر کی قیمت دس فی صد کم یعنی ۴۸۴، ۳۸۴ پنس ہوتی ہے حالانکہ فرانسیسی ڈالر یا پانچ فرانکی طلائی سکے کا وزن ۲۷۰۸۹ گرین اور قیمت ۴۵۰، ۴۵۰ پنس ہے اس لئے یقیناً یہ ضروری ہے کہ نئے فلزی ڈالر کو ٹھیک فرانسیسی ڈالر کے وزن پر بنایا جائے اور تا آنکہ زر کاغذی اس سکے کے مساوی قیمت نہ ہو جائے تمام رقوم کی ادائی زر فلزی میں کرنا ہی فائدہ بخش ہے اب جہاں تک ان معاہدات کا جو زر کاغذی کے حوالے سے مرتب ہوئے ہوں یا قیمت ہائے جاریہ اور مصارف کا تعلق ہے اس تبدیلی سے کوئی نقص معاہدہ

واقع نہیں ہوتا اس کے برخلاف اگر زر کا غنڈی کو کافی طور سے گھٹا کر پرانے ڈالر کے متساوی قیمت بنایا جائے تو زیادہ تبدیلی اور نقص معاہدہ کی نوبت آتی ہے۔ لیکن اگر ڈالر ہی کے وزن کو کم کر دیا جائے تو تمام معاہدات طلا کا عدم ہو جائیں اور تاقتیکہ ان میں ترمیم کی پہلے ہی سے شرائط نہ رکھی گئی ہوں حکومت ممالک متحدہ - ریلوے کمپنیوں - اور نیز دوسری جماعتوں کے ان تمسکات کی جن کا سکوں کی شکل میں ادا کیا جانا مقرر ہو تیغ کرنی پڑے گی، لیکن اگر یہ قرار دیدیا جائے کہ پرانے ڈالروں کے ہر سیکڑے کے عوض ۱۰۳ نئے ڈالر لے اور دیشے جائیں تو پھر کوئی دقت باقی نہیں رہتی۔

اس میں شک نہیں کہ اگر حکومت امریکہ ۱۹۳۳ء کی کانگریس کی پیشکرد تجاویز پر عمل پیرا ہو جائے تو اس سے اوزان و پیمانہ جات اور زر کے نظام اعشاریہ کو پائے ثبات حاصل ہو جائے گا۔ اور یہ بھی بالکل قرین قیاس ہے کہ خود ڈالر ہی آئندہ عمومی اکائی بن جائے اور چونکہ وہ اب بھی دنیا کے بہت سے حصوں میں زر کی اکائی ہے اس لئے اس کو عمومی اکائی بننے کا ہر طرح حق حاصل ہے۔ امریکہ کا زر طلائی اگر فرانسیسی ایکو کے مماثل ہو جائے تو وہ یورپ اور ان تمام ملکوں میں جہاں فرانسیسی نیولین اب تک چلتا رہا رہے چلن کے قابل ہو جائے گا۔

ایک انگریز کا کسی ایسی تبدیلی کی رائے دینا جس سے اسٹرلنگ پونڈ کو زر ہوتی ہے باوادی النظر ملکی ہوا خواہی کے خلاف معلوم ہو گا۔ لیکن مجھے تو مختلف تجاویز اتحاد و یکسانی زر میں ایک بھی ایسی نہیں دکھائی دیتی جس کو دوسری پر ترجیح دی جاسکے۔ آخری نتیجہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو میں تو جہاں تک ہو سکے فرانسیسی امریکن نظامات زر کا انضمام دیکھنے کا آرزو مند ہوں۔ اور ان وجوہ کی بنا پر جن کا میں آگے چلکر ذکر کر دوں گا ڈالر سے بہتر کوئی اکائی نہیں ہو سکتی بشرطیکہ اس کو عام طور پر اختیار کرنے کا موقع ملے اس کی مخالفت محض تو ہی مقصد کا اظہار ہے۔ عام طور پر اس کو اختیار نہ بھی کیا جائے لیکن اگر صرف برطانیہ عظمیٰ، فرانس، اور امریکہ ایک ایسے زر طلائی کی تسکین پر متفق ہو جائیں جو وزن اور خوبی میں یکساں ہو اور جو بلا کسی لحاظ کے بطور سادرن - پانچ ڈالر - یا پچیس فرانک کے سیکے کی طرح چل سکے تو

یہ خود ترقی کی جانب ایک زبردست پیشقدمی ہے۔

جرمنی کے زر کی اصلاح
سلطنت جرمنی میں جہاں نظام زر میں اب تک بڑا خلط ملط اور پیچیدگیاں تھیں اب عہدہ نظام زر رائج ہو گیا ہے چند برسوں کے بعد جرمنی کے باشندوں کو مشکل سے اس کا احساس ہو گا کہ

انہوں نے ایک مدت و راز تک ایک ایسے نظام زر کو برداشت کیا ہے جس میں ایک دو کیا تین تین چار چار قسم کے سکے بلا کسی حساب اور اصول کے خلط ملط ہو گئے تھے۔ نیا نظام زر بہت سی باتوں کے لحاظ سے بالکل خاطر خواہ ہے۔ پُرانے اور رتوی میار نقرہ کی جگہ طلا کو بطور معیار قدر و واحد زر خاص اور غیر محدود زر قانونی کی حیثیت سے منتخب کر لیا گیا ہے حساب کی اکائی اب مارک ہے جس میں $\frac{1}{100}$ کی جوبی کا 100 ، 100 گرین سونا اور قدر تقریباً پونے بارہ پنس کے مساوی ہوتی ہے اور زر خاص میں مارک کا سکہ ہے جس میں 100 ، 100 گرام خالص سونے کی مقدار اور مجموعی وزن 100 ، 100 گرین یا 100 ، 100 گرام ہے۔ اس کے علاوہ ایک دس مارک کا سکہ بھی ہے جو زر خاص کا نصف ہے۔ تاہم یہ بیکل۔ اور چاندی کے ذیلی سکے بھی زر مرکب یا نظام انگریزی کی بنیاد پر جاری کئے گئے ہیں یعنی ان کی حیثیت زر وطنی کی سی ہے۔ ”سکانہ“ یعنی حق تسکیک جو جرمنی کے نئے نقری سکوں پر لی جاتی ہے 100 ، 100 فی صد یعنی فرانس و انگلستان کے سکانہ سے زیادہ ہے جہاں اس کی مقدار علی الترتیب 100 اور 100 ، 100 فی صد سے زیادہ نہیں ہوتی۔ آرزو مند ان ترقی اس پر جتنا افسوس کریں بجا ہے کہ نئے مارک کا وزن مقرر کرتے وقت حکومت جرمنی نے عہد فرانسسی نظام کی مماثلت اور تطابق سے گریز کیا ہے۔ خالص سونے کی مقدار ساورن میں 100 ، 100 گرام ہے اور مجوزہ 100 فرانک کے سکے میں 100 ، 100 گرام ہوگی لیکن بس مارک کا سکہ 100 ، 100 گرام کا بنا یا گیا۔ اس مخصوص وزن کو منتخب کرنے کی معقولیت میں صرف ایک ہی بات قابل لحاظ ہے اور وہ یہ ہے کہ تین مارک ایک تھیک کے تقریباً مساوی ہوتے ہیں لیکن ریاست ہائے جرمنی کی تسکیک اس قدر گونا گوں تھی کہ کسی ایک نظام کے اختیار کر لینے کا پورا موقع تھا۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اتنی بڑی اصلاح اور

بین الاقوامی تسکیک کے اختیار کرنے میں محض یہ افسیدی کا فرق کوئی ناقابل ارتفاع موافقات سے تھا۔

نظامات زر کسری | قدر کی اکائی کے انتخاب کر لینے کے بعد اس کی ذیلی تقسیم کے لئے تین متقابل طریقوں پر غور ہو سکتا ہے۔ (۱) ثنائی

(Biary) (۲) اثناعشری (Duodecimal) (۳) اعشاریہ (Decimal)

ادارہ دو بانی کے اوزان جس میں پونڈ سولہ اونس کا ہے پہلے نظام پر ٹھیک اترتے ہیں۔ ہمارے نظام زر میں بھی اس کا آزادی سے استعمال ہوا ہے کیونکہ ساورن کو ہاف ساورن کراون اور ہاف کراون میں اور شلنگ کو چھ پنس اور تین پنس کے سکوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور پنس کو ہاف پنس اور نارنگ میں اس کے ساتھ ساتھ ہمارے زر میں (Dus decimal) اثناعشری طریقے کی بھی جھلک

پائی جاتی ہے جس کے لحاظ سے شلنگ کے بارہ پنس ہیں اور تہائی حصہ یعنی گروٹ جواب تک رائج ہے یا چار پنس کا سکے جس کا چلن موقوف ہو گیا معرض وجود میں آئے۔ تقسیم ذیلی کے ہر نظام میں کچھ نہ کچھ مخصوص خوبیاں موجود ہیں اس لئے قدرتا

ان میں ایک نوع کا باہمی مقابلہ ہے اور اسی لئے ازمنہ قدیم سے ان کے مابین زور آزمائی ہوتی چلی آئی ہے۔ قدیم اٹلی میں کوہ اپنائٹ کے جنوب تک اثناعشری نظام کا دور دورہ رہا اور شمال میں نظام اعشاریہ کا سکے رواں تھا۔ اور صقلیہ میں ان

ہردو کا غلط پایا جاتا تھا۔ لیکن ملک چین میں نہایت قدیم زمانے سے جس کا صحیح تمیز شکل ہے نظام اعشاریہ رائج ہے۔ انگلستان میں بھی زمانہ وراز سے اثناعشری اور ثنائی (Biary) نظامات تقسیم رائج رہے ہیں۔ میری رائے میں تو یہ سب تسلیم

کریں گے کہ ثنائی (Binary) نظام میں ایک ساوگی اور فطرتی پن ہے کیونکہ اس کا اقل ترین جزوضری اکائی سے بڑا ہی ہوتا ہے اثناعشری نظام کے فوائد بھی تین ہیں کیونکہ اس میں تقسیم متعدد اجزائے (aliquot) میں ہو سکتی ہے اور اس میں

دو کا جزوضری دو بار اور اس سے بالاتر جزوضری یعنی تین ایک بار آتا ہے اس طرح شلنگ کی تقسیم دو چھ پنوں، تین چار پنوں، اور چار تین پنوں اور چھ دو پنوں میں ہو جاتی ہے۔

نظام اعشاریہ میں سادگی ہی کم نہیں بلکہ بعض حیثیتوں سے سہولت بھی کم ہے کیونکہ دس کے عدد میں صرف دو ہی اجزاء اُسے ضربی یعنی دو اور پانچ ایسے ہوتے ہیں جو اکائی سے بڑے ہیں اور یہ پانچ کا جزو ضربی بھی نسبتاً اس نظام میں زیادہ پیچیدگی اختیار کر لیتا ہے مگر اس میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ایہ ہمارے حساب اور اعداد و شمار کے نظامات کے بالکل مطابق ہوتا ہے۔ اگر مسئلہ انتخاب پر ہم کو اختیار ہوتا تو گو یہ غالباً بہترین نظام کی حیثیت سے منتخب ہونے کے قابل تصور نہ کیا جاتا تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ بنی نوع انسان کے گھبراہٹیں جو انگلیوں پر گنتی کرنے کی قدیم سے عادت چلی آرہی ہے شمار اعشاریہ ایک موزوں اور راسخ عادت ہو گئی ہے مگر انتخاب کی آزادی کہاں! ناگزیر کو قبول کرنا ہی پڑتا ہے اور چونکہ ہمارے تمام حسابی معاملات طریق اعشاریہ پر مرتب ہوتے ہیں اس میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ تعلیم اور تحریر کے استعمال میں جیسے جیسے ترقی ہوتی جائے گی تبدیلی ہمارے تمام اوزان پیمانہ جات اور سکوں کو اسی نظام کے مطابق دھالنا آسان ہو جائے گا۔

ایک بالکل مکمل اور خاص نظام اعشاریہ میں تو سو اے ۱۰۰۰، ۱۰۰، ۱۰، ۱ اور ۱/۱۰، ۱/۱۰۰، ۱/۱۰۰۰، ۱/۱۰۰۰۰ کی قسم کے اعشاریہ مقسوم الیہ اور اجزاء ضربی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور ایک اکائی سے دوسری اکائی تک پہنچنے کے لئے ایک سے دس تک گنتے میں جو دشواری ہوتی ہے اس سے نظام اعشاریہ کی تقسیم کی پابندی کی جو سختی ہونی چاہئے تھی باقی نہیں رہتی۔ برعکس اس کے فزائیسی نظام میں مقسوم الیہ کے نصف اور دُونے کو درمیانی اعداد کے سکوں سے ظاہر کر سکتے ہیں اس لئے اس میں سلسلہ اس طور پر قائم ہوتا ہے ۱۰، ۲، ۵، ۱۰، ۲۰، ۵۰، ۱۰۰، ۲۰۰، ۵۰۰ وغیرہ امریکہ کی تسلیک اتنی سادہ اور سلسلہ وار نہیں ہے کیونکہ اس میں نصف اور پاد انگل نصف اور پاؤ ڈالر اور پچیس اور تین سنٹ کے سیکے بھی شامل ہوتے ہیں میری رائے میں تو امریکہ کی فکسالی نے ضرورت سے زیادہ قیمتوں کے سکے جاری کر کے ایک اور خامی پیدا کر دی ہے۔ بہر حال فزائیسی نظام ہی کو مرجع قرار دیتا ہوں۔

بین الاقوامی زر اس باب کو ہم ان چند وجوہ پر ریمارک کرنے کے بعد اکائی کا قطعی انتخاب

پیش کئے جاتے ہیں میں اُن کو چند اہمیت نہیں دیتا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ چون قوموں کی دولت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے طلا کی قدر بڑھتی جاتی ہے اس لئے ہم کو ایک اور بڑی اکائی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اسی وجہ سے پونڈ بنسبت فرانک کے قابل ترجیح سمجھا گیا چنانچہ اگر ہم فرانک کے حوالے سے حسابات مرتب کریں تو اعداد و بہ نسبت پونڈی حساب کے چھین گنا زیادہ ہوتے ہیں لیکن یہ بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ ایک ہی قسم کی اکائی تمام انتہائی اور مختلف رقوم کے اظہار کرنے کے لئے کسی طرح موزوں نہیں ہو سکتی ہم کو اکثر اس اصلی اکائی کے اجزاء کے ضربی یا منقسم البتہ سے بھی کام لینا پڑے گا۔ مثلاً ناپ ہی کو لیجئے جسامتوں کے لحاظ سے کبھی تو اونچ اور فٹ سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی فرانک میل اور محو رارض کے قطر سے۔ اسی طرح سے زر کی اکائی میں بھی تبدیلی ہوتی ہے مثلاً جب کسی مزدور کی ہفتہ وار اجرت کا ذکر ہو تو شنگ کی تعداد سے یا کسی منشی کی سالانہ تنخواہ کا حساب ہو تو پونڈ کی تعداد سے ظاہر کر سکتے ہیں۔ اگر کسی بڑے تاجر یا ساہوکار کی دولت کی بحث ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ اتنے ہزار پونڈ ہے۔ کسی سلطنت کے محاصل یا قومی خزانے کا معاملہ ہو تو صرف پونڈ کی بلینوں کا ذکر ہی کافی ہے۔ دیکھئے پر تنگال کی حسابی اکائی جس کو رائی کہتے ہیں قیمت میں آگوش پینی کے انیسویں حصے سے زیادہ نہیں ہوتی بلکہ میرے خیال میں اس سے کوئی چھوٹی اکائی ہے ہی نہیں لیکن وہاں بھی جب کبھی کسی بڑی اکائی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو ملیر (یعنی ہزار ریس) کو جس کی قیمت ساڑھے تین پینس ہوتی ہے اکائی بنا لیتے ہیں۔ اسی طرح ہندوستانی بھی روپیہ کی بڑی رقموں کا اظہار لاکھ اور کروڑ کی تعداد میں کرتے ہیں اور فرانسیسی اپنے قومی قرضے کی مقدار فرانک کے بلوڈ سے ظاہر کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ انگریز ملیر ڈ فرانک کا باآسانی انداز نہیں کر سکتے

مگر وہ لوگ جو فرانک کے حوالے سے حساب اور شمار کرنے کے عادی ہوتے ہیں ان کے لئے یہ اتنا ہی آسان ہے جتنا کہ ایک انگریز کے لئے لین پونڈ کا اندازہ۔ وزن کی اکائیوں کے لئے بھی یہی بحث منطبق ہوتی ہے۔ گو فرانس کے لوگ اوزان میں گرام یعنی ۳۳، ۵۵ اگرین جیسی قلیل اکائی کا استعمال کرتے ہیں لیکن وزن شدنی اشیاء کی جسامت کی مناسبت سے حسب ضرورت چھوٹی یا بڑی اکائیوں سے بھی کام لیا جاتا ہے یعنی جب گرام سے چھوٹی اکائی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو سنٹی گرام یا ملی گرام سے وزن کرتے ہیں اور بڑی اکائی کی ضرورت ہو تو دس گرام یا کیلو گرام کو اکائی بنا لیتے ہیں لہذا میری رائے میں آخری اکائی کا کوئی ٹھیک وزن مقرر کرنا بالکل غیر اہم اور نظر انداز کرنے کے قابل ہے۔

اب جہاں تک کہ اکائی کی ذیلی تقسیم کا تعلق ہے اس میں کئی باتیں زیادہ اہم اور غور کی محتاج ہیں یہ تو لازمی ہی ہے کہ تقسیم ذیلی بھی اعشاریہ پر مبنی ہو لیکن اس کی ترتیب بھی کچھ ایسی ہونی چاہئے کہ اس سب سے ادنیٰ جزو اس قلیل ترین رقم کے بالکل برابر ہو جو تجارتی کاروبار میں قابل لحاظ متصور ہو سکتی ہے مثال کے طور پر فرانک ہی کو لیجئے۔ اس کی تقسیم سو سنٹیئم پر ہوتی ہے اور سنٹیئم کی قدر پنس کے دسویں حصے سے بھی کم ہے۔ گو کانسے کی تسلیک کا پانچ فی صد حصہ ایک اور دو سنٹیئم کے سکوں کا بھی ہے مگر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مطلقاً حل نہیں۔ شاید نان بائی کی دوکان پر پھٹکل فروشی میں کبھی کبھی ان کالین دیں ہو جاتا ہو لیکن ان کو حسابات میں جگہ نہیں دی جاتی۔ اس لئے کہ فرانس میں محاسبین قلیل ترین رقم کو حسابات میں قابل اندراج تصور کرتا ہے وہ پانچ سنٹیئم اور اس کے بعد دس سنٹیئم کی رقم ہے جو ہارے پنس کے مساوی ہوتی ہے۔ ان کی وجہ سے چھوٹے حسابات میں بھی ایک طرح کی چھپیدگی ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اس قلیل ترین سکے ”سنگ سنٹیئم“ کا نام بھی عام معاملات میں لینا ناگوار اور دقت طلب سمجھا جاتا ہے اور باوجود اس کے کہ نظام اعشاریہ ملک فرانس میں تقریباً سو سال سے رائج ہے اس کو اب تک ”سو“ کے نام ہی سے موسوم کرتے ہیں۔ پرتگیزی ”رائی“ تو اس قدر چھوٹی اکائی ہے کہ اس کا کوئی سکے بھی نہیں بنایا گیا تاہم حسابات تجارت میں

اس کو جگہ مل جاتی ہے اور مالی حسابات میں فضول اور سچا طور پر ایک عدد کا اضافہ کرنے کا موجب بنی ہوئی ہے۔

انگلستان میں اقل ترین سکہ جو فی الاصل مستعمل بھی ہے فارونگ ہے۔ لیکن حسابات میں فارونگ تو کچھ نصف پینی پر بھی کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔ اس لئے پنی ہی گویا اقل ترین زر حسابی ہے۔ اور ڈاک خانوں اور سیونگ بنکوں کے قواعد داد و ستد میں پنی سے چھوٹی کوئی رقم تسلیم ہی نہیں کی جاتی لیکن پونڈ سے جس کا سٹواں حصہ ۴۴ پیس اور ہزارواں حصہ فارونگ کے برابر ہوتا ہے اور پیس کا باہمی تعلق کچھ بے ڈھنگ سا ہے۔ اگر ہمارے پونڈ سے نظام اعشاریہ تعلق کیا جائے تو ہم ایک تکلیف دہ قلیل سکہ کو ادنیٰ ترین زر حسابی یعنی ملی کی طور پر حسابات میں درج کرنے پر مجبور ہوں گے اور اسی وجہ سے پونڈ اور ملی کا مجوزہ نظام فرانک اور سینٹم کے نظام سے یقیناً بہتر ہو گا۔ مثلاً بارہ شلنگ چھ پیس کی رقم کو ۱۲۵۰ ملی کہہ سکتے ہیں لیکن آرمینسی میں ۲۵ فرانک فی پونڈ کی شرح سے اس کی مقدار ۱۵۰۶۲۵ ہو جائے گی اور اگر خاص اکائی دس فرانکی سکہ کی تصور کی جائے تو یہ رقم ۱۵۰۶۲۵ اکائیاں یا بالفاظ دیگر ۱۵۶ میڈیکل پنی ہوگی اور بہت سی صورتوں میں کسی رقم کو پیسوں میں ظاہر کرنے کے لئے بہ نسبت ملی یا سینٹم میں ظاہر کرنے کے کم اعداد درکار ہوں گے۔

اس نکتہ نظر سے امریکن نظام بالکل بے مثل ہے۔ ڈالر ایک سو سینٹ میں تقسیم ہوتا ہے اور ہر سینٹ کی قدر ہاف پنی کے برابر ہے۔ گو ہاف سینٹ کے سکہ بھی مسکوک ہوئے ہیں اور ان کا لین دین چکر خرید و فروخت میں ہو سکتا ہے لیکن ان کو ممبران حسابات میں درج کرنا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ پس مجھے سنٹ ہی وہ قلیل ترین رقم معلوم ہوتی ہے جو حسابات میں درج کئے جانے کے قابل ہے۔ اس طریقے سے رقوم کے حسابات میں ممکن الحصول سیاہی اور سہولت پیدا ہو جاتی ہے لیکن یہ سوال ضرور پیدا ہو گا کہ یہ قلیل ترین سکہ حسابی ہے ہی نہیں جس کے مقسوم البیہ دوسرے تمام سکے ہوں۔ اس کا بہترین جواب غالباً یہی ہے کہ اکائی کبھی سنٹ ہوگی۔ کبھی ڈالر اور کبھی ایکل۔ اور

انگریزی زر میں تو اس کی کوئی خصوصیت نہیں ہے کہ آیا پونڈ اکائی مقرر کیا جائے یا اس کے بیسویں حصے کو یا اچھڑ وین حصے کو یہ عزت بخشی جائے میں پھر زور دیتا ہوں کہ اکائی کی ٹھیک مقدار کا مسئلہ ایک بالکل غیر اہم چیز ہے۔ صرف اتنی بات ملحوظ خاطر رہنی چاہئے کہ خود اکائی یا اس کا کوئی جزو عشری اس اقل ترین رقم سے جس کو ہم حساب میں قابل شمار سمجھتے ہیں ٹھیک مطابق ہے یا نہیں اور اس لحاظ سے موجودہ سکوں میں ڈالر سب سے بہتر اکائی ہے لیکن اس میں یہی یہ گنجائش ہے کہ آیا ڈبل ڈالر یا دس فرانکی طلائی سکے جو آٹھ شلنگ یا سو پینس کے مساوی ہے زیادہ بہتر نہ ہو گا۔ اگر دولت اقوام میں انصاف ہوتا جائے اور سونے کی قدر گھٹتی جائے تو حسابات کے لئے سنٹ بھی ایک بہت چھوٹی رقم ہوگی اور پینی ہی سب سے عمدہ اکائی سمجھی جائے گی۔ اس طرح شاید بین الاقوامی زر کی اکائی کے لئے بالآخر پانچ اور دس فرانک کے سکوں میں قرعہ انتخاب ڈالنا پڑے گا۔ دس فرانکی سکے کی تائید میں کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک سب سے چھوٹا اور نہایت سہولت بخش طلائی سکے ہے جس کا جاری کرنا مناسب ہے کیونکہ دوسرے طلائی یا پانچ فرانکی سکے قطع نظر اس کے کہ بہت چھوٹے ہیں گھستے بھی زیادہ ہیں۔



پندرھواں باب

ذرائع مبادلہ

زر فلزی کے مسئلے پر اب تک کافی بحث ہو چکی ہے آئے اب ان ترکیبوں پر غور کریں جو کسی اعلیٰ تنظیم یافتہ قوم میں پیش قدمی و صحتوں کا مصرف کم کرنے یا سنگوں کے استعمال سے بچنے کے لئے قدرتا خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں۔ جب کسی زر کے معقول اور مفید ہونے کا لوگوں کو اطمینان ہو جاتا ہے تو وہ یہ بھی معلوم کر لیتے ہیں کہ اس نے ذریعہ مبادلہ کی طرح استعمال کئے بغیر بھی کام چل سکتا ہے چنانچہ کاروبار پھر اسی طریقے پر عود کرتا ہے جو بالکل بارثر سے مشابہ ہے غرض کاروبار کی ابتدا تبادلے سے شروع ہوتی ہے اور تبادلے ہی پر ختم ہوتی ہے لیکن جیسا کہ آگے چل کر واضح کیا جائے گا تبادلہ پہلے تبادلے سے بالکل مختلف ہوتا ہے گو خرید و فروخت بدستور نقروی و طلائی سنگوں کے حوالے ہی سے ہوتی ہے لیکن اس طرح اندازہ کر لینے کے بعد قنساوی القدر اشیاء اول بدل کر لی جاتی ہیں اس میں سونے چاندی کی ملکیت کا اگر کوئی دخل یا تعلق ہو بھی تو وہ صرف بہ شکل پروانہ جات ادائی یا بطور دستاویزات نیا بنی ہوتا ہے جس میں جب چاہیں سونے سے بدل سکتے ہیں مگر اس کی شاذ و نادر ہی ضرورت پڑتی ہے۔

تیسری فصل میں بتلادیا گیا ہے کہ زر اقلاد و اور اکثر چانگن مختلف فرائض

انجام دیتا ہے۔ کاروبار کی ساوہ حالت میں ایک ہی مادہ فلزی اگر وقت واحد میں ان تمام فرائض کی انجام دہی کرنے لگے تو کیا کچھ سہولت نہ ہوگی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایسا اتحاد اعمال ہی بہر حال بہترین انتظام ہے کیونکہ گوسونا دور چاندی ہی ہمیشہ عمومی نسب ہمارے قدر ہوتے ہیں مگر فی الحقیقت ایک یومی حد تک یہ دھاتیں اس اصلی ذریعہ مبادلہ کی حیثیت میں قائم نہیں رہتیں جس کی بیوپاریوں اور گاہکوں میں داد و ستد ہوتی رہتی ہے۔ اس کتاب کے کچھ پیوس باب میں زیادہ تفصیل سے بتلایا جائے گا کہ بڑی مدتوں کے لئے زر کو بطور معیار قدر استعمال کرنے کے بجائے تختہ معیار کو کتنی سہولت اور فوائد کے ساتھ کام میں لایا جاسکتا ہے۔

طریقہ ہائے مبادلہ کی تدبیر کی استعمال حتی الامکان کم سے کم مسئلہ مدارج طے کرنے پڑے ہیں۔ زر فلزی کے استعمال سے بچنے کے لئے جو مختلف

تدبیریں کی گئی ہیں وہ ان پانچ عنوانوں میں تقسیم ہو سکتی ہیں :-

۱۔ زرمستند کے عوض زرنیابتی کا استعمال -

۲۔ کتابی جمع و خرچ کا توسط -

۳۔ چک اور چکوتی کا انتظام -

۴۔ غیر ملکی سٹڈیوں کا مبادلہ -

۵۔ بین الاقوامی چکوتی -

زرنیابتی زر فلزی سے جیسا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں عمل مبادلہ میں بہت سہولت اور روانی پیدا ہو جاتی ہے لیکن زر طلائی و نقدی استعمال کرنے والی قوموں کو تجربے سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ چھوٹی قدر کے فلزی زر وضعی اور کاغذی و چرمی ٹکڑے جن کی قدر صرف برائے نام ہو بطور وثیقہ ملکیت زربسکوک دست بدست منتقل کئے جاسکتے ہیں۔ اول اول تو وہ چیز جو سونے چاندی اور تانبے کے زر کی جگہ مستعمل ہوتی ہے محض

نمائندہ حیثیت رکھتی ہے لیکن ایک قوم کو اس قسم کی کرنسی سے پوری طرح مانوس ہو جانے کے بعد یہ امکان محسوس ہوتا ہے کہ بیش قدر دھات کو جو ایسی کرنسی کی اصل بنیاد ہوتی ہے نظر انداز کر کے اس کے نائب یعنی بے قدر پارچہ ہائے چرم یا کاغذ کو بھی چلن میں برقرار رکھ سکتے ہیں۔ غرض اس طرح ایک عجیب چیز معرض وجود میں آتی ہے جس کو غیر نقد پذیر زر کا غدی کے نام سے موسوم کرتے ہیں لیکن ایسا ز صرف اسی ملک کے حدود میں چل سکتا ہے جہاں وہ قانوناً رائج ہوا ہے باہر اس کی وقعت ردی کے پُرزے سے بڑھ کر نہیں ہوتی۔ ان تاجروں کو جو بڑی بڑی بین الاقوامی معاملتیں کیا کرتے ہیں یہ بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اصل دھات کے توسط سے تجارت کرنے میں نہ صرف سود کا نقصان ہوتا ہے بلکہ اصل کے ضائع ہوجانے کا احتمال بھی ہے اس لئے بنڈیاں جو قرضوں کے وثیقے یا سٹیفکٹ ہوتے ہیں اور جن کا دست بدست زربانیاتی کی طرح لین دین ہوتا ہے صدیوں پہلے ایجاد ہوئیں۔ یہ اکثر اوقات متعدد اعمال مبادلہ کا کام دیتی ہیں حتیٰ کہ اب شاید ہی کبھی دھات کو منتقل کرنے کی نوبت آتی ہو۔

چیک اور نظام افریقہ تبادلوں کے واقعی استعمال سے بچنے کا ایک اور عمدہ طریقہ ہے جس میں مبادلے کی وقتوں میں سے کسی سے تصفیہ حسابات اور چار ہوتا نہیں پڑتا۔ ہمیشہ آپس میں خرید و فروخت اور لین دین کرنے والے محسوس کرتے ہیں کہ ہر خرید پر قیمت ادا کرنا اور پھر ہر فروخت پر اسے وصول کر لینا ایک مہمل سی بات ہے۔ اشیاء تبدیلہ کی قدر کا بحوالہ زرا اندازہ کرنے کے بعد جو کچھ فرق خرید و فروخت کے دامنوں میں ہو وہ نقد ادا کر دیا جائے تو کافی ہے۔ زائد از ضرورت زربانہ کی کو سا ہو کاروں یا ساروں کے پاس حفاظت کی غرض سے امانت رکھوا دینے کی عادت جب عام اور راسخ ہو گئی تو رفتہ رفتہ یہ معلوم ہوا کہ لوگوں کو زرا داکرنے کے بجائے اگر زر کی ادائیگی کا حکمنامہ یا چیک دیدیا جائے تو کام نکل جاتا ہے اور اگر دونوں کا لین دین ایک ہی سا ہو کار سے ہو تو اور بھی آسانی ہو جاتی ہے۔

ساموکار کے ہاں دونوں کے کھاتوں میں جمع خرچ کے ذریعے داد و باید گرفت کا تصفیہ ہو جاتا ہے اور مہاجر بھی اپنے باہمی حسابوں کا اسی طرح انتظام کر سکتے ہیں، چنانچہ اسی طرح انگلستان اور امریکہ میں رفتہ رفتہ ایک ایسا انتظام قائم ہو گیا ہے جس کی مدد سے اندرون ملک کے تمام کاروبار عمومی محض بھی کھاتوں کے جمع خرچ سے تصفیہ پاتے ہیں۔ اس کو نظام چیک و ڈیفیو حسابات کا نام دیا جاسکتا ہے۔

اس انتظام میں لندن قدرتی طور پر سلطنت متحدہ کا مالی مرکز بن گیا ہے۔ اور عجب نہیں جو بڑی بڑی بین الاقوامی سماعتوں کی حد تک یہ تمام دنیا کی ساموکاری کا بھی مرکز ہو جائے کیونکہ یہ نسبت دوسرے مقامات کے یہاں رقوم زر کا جمع کرنا۔ ترغیض حاصل کرنا یا ان کی ادائیگی کا بند و بست کرنا زیادہ موجب سہولت اور فائدہ مند پایا جاتا ہے۔ چنانچہ بینکوں کے مختلف اعمال کے اجتماع اور یکجائی کی وجہ سے لندن ایک عالمگیر چکیوتی گھر بننا جبار ہو گیا ہے۔ آکر مبادلہ کی ترقی کے یہی بعض خاص مدارج ہیں جن کو ہم کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں۔



سوٹھواں باب

زر نیابتی

چونکہ کچ کل کاغذ ہی کو بطور مادہ زر نیابتی اختیار کر لیا گیا ہے اس لئے زر فلزی کو ہم صرف زر کاغذی ہی سے میسر کرتے ہیں لیکن یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ کاغذ کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں اس غرض کے لئے استعمال کی گئی ہیں۔ ہم دراصل ایسے پورے اور مستند سکوں سے چل کر جن کی قدر متسوبہ اور قدر فلزی میں کوئی تفاوت نہ تھا کاغذ کے ایسے پرزوں تک پہنچے ہیں جو ردی اور ناکارہ ہونے پر بھی ہزاروں کیا لاکھوں اسٹرلنگ پونڈ کے تمام مقام ہیں۔

زر وضعی بھی جس کا ہم نے آٹھویں باب میں ذکر کیا ہے ایک طرح سے زر نیابتی ہی ہے کیوں کہ اس کی قدر کی بنیاد و حیات پر نہیں بلکہ زیادہ تر ان مستند سکوں پر ہوتی ہے جن کے عوض اس کا تبادلہ ہو سکتا ہے۔ وعدے اور معاہدے کا کاغذ و سیاہی ہی کے ذریعہ سے ظاہر کیا جانا لازمی نہیں اگر حیات پر چھٹے سے منقوش کر دیا جائے تو نسبت بہتر اور زیادہ دیر پا ہو گا۔

انگلستان کے بادشاہوں نے ملکہ الیزبتہ کے عہد تک زر وضعی کو کھینچا قسم کا زربجھ کر مسکوک کرنا منظور نہیں کیا اس لئے تاجروں نے پیس کے ذریعہ کی انجام دہی کے واسطے وضعی سکے خود بخود جاری کر لئے۔ پہلے پہلے تو یہ

سیسے اور لاش یعنی ایک قسم کی مرکب پتیلی وصحات کے اور کہتے ہیں کہ بعض اوقات چمڑے کے ٹکڑے ہوا کرتے تھے گذشتہ صدی میں پھر اسی قسم کے اور بالخصوص تانبے کے سکے جن پر برامیسری نوٹ کی عبارت درج رہتی تھی کثرت سے تیار کروا کر جاری کر کے گئے تھے چنانچہ ایک عمدہ ساخت کے سکے پر جو ۱۷۹۱ء میں سو تھامپٹن سے جاری ہوا تھا یہ عبارت درج تھی ”ہاف پینی برامیسری“ اس کی ادائیگی عندالمطالبہ ڈبلویو ٹیلہ ہارری موٹیو اینڈ کمپنی کے دفتر پر ہوئی ”۱۸۱۳ء میں سیسے کے کارخانہ فلنٹ سے جو مکہ نکلا اس پر یہ لکھا ہوا تھا۔“

”ایک پینی کا ٹوکن (زر وضعی) ہے۔ ایسے دو سو چالیس ٹوکنوں کے عوض ایک پونڈ کی نوٹ لینے کی“

ایسے برامیسری سکے جو وقتاً فوقتاً جاری ہوئے ہیں متعدد اور مختلف اقسام کے ہیں جن کا مطالعہ علم سکہ جات کی ایک دلچسپ اور اسٹیم شلخ ہے۔ ان کی تفصیلی کیفیت ایک مین کی کتاب ”تجار لندن کے وضعی سکے“ وغیرہ جیسی تصانیف سے معلوم ہو سکتی ہے تھوڑے دن ہوئے جب نیوساؤتھ ویلز میں چھوٹے سکوں کی قلت زیادہ محسوس ہوئے لگی تو چند تاجروں نے چاندی اور کانسے کے ٹوکن جاری کر لئے۔ ان کا شمار تک چلن رہا لیکن پھر روک دیا گیا۔

بعد ازاں زرمسند اور زر وضعی کے فرق سے بخوبی واقف تھے چنانچہ ایسی ڈبلیون کا زراجمی غالباً مسند زرقا نوئی تھا۔ اس کی قدر کچھ ایسی زیادہ نہ تھی لیکن ضمانت بہت بڑی تھی۔ برخلاف اس کے بارنٹین کا زراجمی نیابتی زر وضعی تھا۔ آنے والی فصل میں آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ بنک نوٹوں کی نوعیت کے سبھی اکثر قدیم قومیں استعمال کیا کرتی تھیں۔

زر نیابتی کی ابتدائی قدیم قومیں زر کاغذی سے بالکل ناواقف تھیں کیونکہ ان کے زمانے میں کاغذ کا وجود ہی نہ تھا لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے سرگزشت کہ ہم جن اصول پر بنک نوٹوں کا بطور زرنیابتی استعمال کرتے ہیں وہ ان پر کاربند

نہ تھیں۔ اس مضمون کے بعض پہلوؤں دشمنی میں آچکے ہیں اور ہم ہرنارڈاؤس کے ایک تازہ مضمون نے جو جرنل ڈی اکنا سٹ کی ۳۳ ویں جلد کے صفحات ۵۳ تا ۷۲ پر طبع ہوا ہے بہت سے اختلافات کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ معاملات زریں قدما ہم خننا سمجھتے ہیں اس سے کہیں زیادہ ہشیار تھے۔

ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ جانوروں کی کھالیں سب سے پہلا ذریعہ مبادلہ رہی ہیں۔ زرنیا بتی کی پہلی شکل بھی چھوٹے پارچے ہائے چرم ہی تھے جن پر انعموم سرکاری مہر کا نقش ثبت رہتا تھا۔ اس کے متعلق اشاریہ ہرنارڈاؤس وغیرہ کا یہ قیاس نہایت درست اور معقول معلوم ہوتا ہے کہ کاروبار میں چرم اور سمور جب تکلیف دہ اور گراں بار معلوم ہونے لگے تو جیسے انگریزی مایکے کے قرضوں کا کئی صدیوں تک شگاف کردہ ٹیکسوں یا شمار سے حساب رکھا جاتا تھا اسی طرح قدما نے بھی چرم و سمور کے ٹکڑے کاٹ کر بطور نشان ملکیت دست بدست منتقل کرنا شروع کیا ہوگا۔ ملکیت کا اطمینان ان ٹکڑوں کو اسی جگہ رکھ کر ملا کر دیکھنے سے ہو جاتا تھا جس سے وہ قطع کئے گئے تھے۔ قوم جب ان چمڑے کی تختیوں کے لین دین سے اچھی طرح مایوس ہو گئی ہوگی تو کچھ دنوں کے بعد ان کی نیابتی حیثیت بھی نظر انداز ہو گئی ہوگی اور یہی ہمارے زر کاغذی کی کیفیت ہے۔ گورنمنٹ یا چمڑے کے قابضین نے مسلسل سمور اور کھالیں اڑالی ہوں گی اور بچارے عام لوگ چمڑے کے ٹکڑے استعمال کرنے لگے چنانچہ روس میں بھی جو زرچرمی ایک عرصے تک رائج رہا ہے اس کی بالکل یہی سرگذشت ہے۔

کہتے ہیں کہ روم میں بھی نو ما کے عہد سے بیشتر زرچرمی رائج تھا لیکن یہ روایت ضعیف ہے اور تحقیق و شواہد اس میں شک نہیں کہ قراطیڈینوں کے ہاں چرمی زرنیا بتی ضرور موجود تھا چنانچہ ایس شنیر سقر اعظمی بیان کرتا ہے کہ وہ چمڑے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو مہور کر کے ایک غیر معلوم شے کے گاہے پر مڑھ کر استعمال کرتے تھے۔ ہمایہ تو میں چونکہ اس عجیب غریب قسم کے زر کو قبول نہ کرتی تھیں اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قدیم برائے نام تھی۔

چین میں البتہ زر کاغذی کا استعمال زمانہ قدیم میں بہت کچھ ترقی کر گیا تھا
 خنانچہ حضرت مسیح سے سو سال پیشتر ایک بادشاہ نے اپنی جنگوں کے لئے جس
 ترکیب سے سرمایہ حاصل کیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ اس زمانے میں چوڑی زر
 کے وضعی استعمال سے اچھی طرح واقف تھے۔ اس بادشاہ نے پہلے تو سفید
 پتروں کے چمڑے سے زر وضعی بنالیا اور پھر جتنے پتروں اس رنگ کے دستیاب
 ہو سکے سب کو ایک مرغزار میں جمع کرا لینے کے بعد فرمان جاری کر دیا کہ او کوئی
 اس قسم کا پتروں نہ پالے۔ اس طرح ان خاص چمڑوں کی مانو پکی (اجارہ) (جوبنک
 آف انگلینڈ کے آبی نقش والے کاغذ کے اجارے کی یاد دلاتی ہے) حاصل کر کے
 ان ٹکڑوں کو ایک بڑی شہر پر بطور زر رائج کیا۔

تیسرے صدی کے وسط میں مارکو پولو نے مملکت چین میں ایک عجیب
 ساخت کے زر کاغذی کا چلن دیکھا تھا۔ یہ کسی درخت کی اندرونی چھال کو ٹھوک کر
 اور گھڑ کر کاغذ سا بنالیا جاتا تھا اس کے مربع ٹکڑے کاٹ لئے جاتے اور ان پر
 بڑی قاعدگی کے ساتھ نمبر اور دستخط کر دی جاتی تھی۔ یہ ٹکڑے زر کا قانونی تھے اور
 مختلف قدر کے ہوا کرتے تھے جو کوئی ان کو قبول کرنے سے انکار کرتا اس کو
 سزائے موت دی جاتی جیسا کہ بھی متوجہ نہ رائے موت تھے۔ ایک اور بیلیج
 نے جس نے جو دھو بی صدی میں چین کا سفر کیا ہے وہاں کے رائج الوقت زر
 کاغذی کے متعلق اسی قسم کا حال بیان کرتا ہے اور یہ بھی لکھتا ہے کہ جب یہ
 نوٹیں بوسیدہ اور پارینہ ہو جاتیں تو معاوضے میں نئی نوٹیں بلا مزید صرفے کے مل سکتی
 تھیں۔ بعد کے زمانوں میں اس مسئلے کی طویل اور غیر متحقق تاریخ کا کھوج لگانا
 چنداں ضروری نہیں۔ اس کے متعلق برتارڈا کس کی تصنیف یا کوریل سینویل کے
 اس مضمون میں بہت سی معلومات مل سکیں گی جو اس نے پولیٹیکل اکانمیکس کی لغت
 میں زر کاغذی کے عنوان کے تحت لکھا ہے۔ یہاں صرف یہ کہہ دینا کافی ہے
 کہ زر کاغذی کی سرگزشت بھی ایسی ہی ہے جیسی اکثر غیر نقد پذیر کرنسیوں کی ہوا
 کی ہے۔

مقلیہ خاندان چین کے عہد میں زر کاغذی کے اجرا کی اس قدر برہنات ہوئی کہ

اس سے بڑی اتھری اور خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ خاندان منگ نے بھی اس کا سلسلہ جاری رکھا اور وہ کثرت ہوئی کہ طلائی اور نقروی زر کا استعمال ممنوع قرار دینا پڑا۔ کہتے ہیں کہ زر کا غدی کی قدر اتنی گھٹ گئی تھی کہ ایک دعائی کاش کے بدلے ایک ہزار کاغذی کاش ملتے تھے۔ جس سے سان و آئنگلو کی کاغذی کرنسی کی موجودہ حالت کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ بالآخر پندرہویں صدی میں اس کرنسی کا تباہ کن خاتمہ ہو گیا۔

ایشیا کی دوسری قوموں میں ایرانی اور تاتاری بھی زر کا غدی کا استعمال جانتے تھے چنانچہ سر جان مینڈول جنھوں نے چودھویں صدی میں لک تاتار کا سفر کیا ہے ان فوائد کا جو خان عظیم کو زر کاغذی کی بدولت حاصل ہونے لگے ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:-

”یہ شہنشاہ بے غل و غش خرچ کر سکتا ہے کیونکہ زر سوائے چرم منقوش اور کاغذ کے پرزوں کے اور کچھ نہیں اور چاہئے جتنا صرف کرے بادشاہ کی گروہ سے کچھ نہیں جاتا۔ جس طرح وہاں کے قاعدے قانون گوناگوں اور عجیب و غریب قسم کے ہیں اس طرح یہ پرزے بھی کم یا زیادہ اور مختلف قیمتوں کے ہوتے ہیں۔ جب یہ پرزے ایک عرصے تک استعمال ہونے کے بعد بوسیدہ ہونے لگتے ہیں تو لوگ ان کو بادشاہ کے خزانے پر بے جا کر بدل لیتے ہیں اور پھر وہی تمام اضلاع اور صوبوں میں پھیل جاتے ہیں۔ چونکہ وہاں سونے یا چاندی کا کوئی زر ہی نہیں ہے اس لئے شان نہایت کثیر مقداروں میں زر کاغذی خرچ کر کے بڑا ظلم کرتا ہے اور بھی بہت سے بادشاہوں شہنشاہوں اور نیز جمہوری حکومتوں نے اس بڑے شان کی تقلید کی ہے اور اپنا زر کاغذی ظالمانہ طریقے پر کثیر مقداروں میں صرف کیا ہے۔

یہاں ان چند وجوہ کا تجزیہ کرنا اور ٹھیک طرح سے بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جن کی بنا پر زر نیابتی کے پرچے رائج کئے جاتے ہیں۔ اس کے اعراض و مقاصد متعدد وجوہ و اسباب اور مختلف النوع پائے گئے ہیں جن کی اہمیت بھی

زر نیابتی کے
استعمال کے
وجوہ و اسباب

مختلف شکلوں میں مختلف رہی ہے۔ یورپ میں اب جو بینک نوٹوں کا نظام ہے اس کی ابتدا اطالیہ کے چار سے سات صدی پیشتر والے امانتی بینکوں سے ہوئی ہے۔ اس زمانے کا چلنی وزنیہ تیار و گونا گوں اور مختلف قیمتوں کے سکوں پر مشتمل تھا جو اکثر گھٹیا اور کٹے چھٹے ہوا کرتے تھے۔ لین دین میں سودا گروں کو وزن اور کھرے پن کی جانچ پڑتال میں جس وقت اور تفسیع اوقات کا سامنا کرنا پڑتا ہو گا ظاہر ہے اس پر بھی وہ دھوکا اور فریب سے محفوظ نہ تھے اسی لئے رقومات زر کو بینکوں میں جہاں سکوں کی قدر کا صحیح اندازہ ہو سکتا تھا جمع کرانے کا رواج قائم ہو گیا۔ بینک ان رقوم کا صحیح اندازہ کر کے امانتی کھاتوں میں لکھ لیتے۔ اسٹرڈم اور ہمبرگ میں بھی پھر اسی قسم کے بینک قائم ہوئے جن کا تفصیلی حال آدم سٹیمز کی کتاب "دولت اقوام" کی چوتھی جلد کے تیسرے باب سے اور ہیوٹ کی کتاب "ٹریڈنگ ان مانی" کے صفحہ ۱۲۱ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ ان بینکوں میں جو رقم قدر کا صحیح اندازہ کرنے کے بعد جمع کی جاتی تھی اس کو زر بینک کے نام سے موسوم کرتے تھے جس پر بمقابلہ دیگر اقسام زر اوسط گھومتے کے لحاظ سے کچھ بڑھوتری (پریمیم) بھی ملا کرتی تھی۔ ادائیگوں کی جب ضرورت پڑتی تو بینک کے یہی کھاتوں میں جمع و خرچ کر دینا کافی تھا اور چونکہ یہ ادائیاں بہ حال زر کامل القدر سے ہوتیں سکوں کی جانچ پڑتال کی ضرورت باقی نہ رہتی تھی مگر قاعدے قانون ان بینکوں کے اکثر باقوں کے لحاظ سے سچیدہ تھے جن کی غرض و غایت کی تحقیق بہت دشوار ہے۔

زرفلزی کی غیر سہولت بخش حالت

زرنیاہی کے استعمال کی جو غرض و غایت ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اسی کے مماثل ایک اور غرض یہ ہے کہ کاروبار میں غنیمتی و صافوں کی بڑی بڑی مقداروں کے حمل و نقل کی دقتوں سے نجات ملے۔ علاوہ ازیں زرداروں کو بڑی بڑی دھنوں کی حفاظت کے لئے جو مضبوط خانے اور محافظ رکھتے رہتے ہیں اس کی ضرورت نہ رہے اگرچہ کہ انگلستان کے بنکوں کے آغاز کی کافی تحقیق نہیں ہوئی ہے تاہم جہاں تک پتا چلتا ہے حفاظت زر کی غرض ہی ان کی ترجیح کا موجب ہوئی ہے۔

جس زمانے میں اطالیہ میں عامہ و باقاعدہ انتظام امانتی بنک صدیوں سے رائج ہو چکے تھے انگلستان میں ان کے ماہی بجز ٹاؤن آف لندن کی دار الضرب کے اور کوئی ادارہ ایسا نہ تھا جہاں تجارت حفاظت کے مد نظر سونا چاندی امانت رکھ سکتے تھے اور کی تحکیمات سے بھی جب مسئلہ میں چارلس اول نے بغیر لوگوں کی رضامندی کے دو لاکھ پونڈ کی امانتی رقم بطور قرض لے لی تو لوگوں کو اس پر بھی اعتماد نہ رہا۔ تو سرسٹو پہلے ہی بھروسہ نہ تھا ایسی بد امنی میں کثیر رقوم کا گھروں میں رکھنا بھی خطرناک تھا اس لئے سناروں کے ہاں جو مضبوط خانے اور کافی محافظ رکھتے تھے لوگوں نے امانتیں رکھوانی شروع کیں۔ سنار ان امانتوں کی رسیدیں دیا کرتے تھے۔ اول اول یہ وثیقہ ڈاک وارنٹ (گودی کا وثیقہ) کی طرح کے مواعد ادا کی مخصوص ہوا کرتے تھے اور امانتی رقوم کا تبادلہ ان ہی وثایق یعنی سناروں کی نوٹوں کی منتقلی سے ہو جاتا ان نوٹوں کا پارلیمنٹ کے قوانین میں بھی جا بجا ذکر آیا ہے حتیٰ کہ ۱۷۹۷ء تک لندن کے مہاجن سناروں کے کہنیں ہی کے ارکان ہوا کرتے تھے۔ قوانین میں سناری نوٹوں کا جس سلسلے میں تذکرہ آیا ہے اس سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ نوٹیں رفتہ رفتہ مخصوص وعدوں سے عام وعدوں کی ہو گئی تھیں یعنی ان کا منشا یہ تھا کہ خواہ کسی نوٹ کی ادائیگی کے لئے سناروں کے ہاں کوئی رقم محفوظ ہو یا نہ عند المطالبہ نوٹوں کے احضار پر رقم منسوب ضرور ادا کی جائے گی۔

گہراں باری ترر ایک بڑی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اس کا وزن تکلیف کا موجب ہے۔ اور زرقا نونا جتنا زیادہ جیم اور حمل و نقل میں گہراں بار ہوا ہوتی ہے یہ وجہ قوی ہو جاتی ہے چنانچہ اٹھارویں صدی میں جب ریاست ورجینیا نے تبا کو کو ذریعہ تبادلو قرار دیا تمام کاروبار اور لین دین صرف "اسیناٹس" (Assignats) دھکیل ناموں پر چلتا تھا اور تبا کو کو دوسوں ہی میں پڑا رہتا۔ روس میں بھی تھوٹن ووم کے عہد (۱۸۶۷ء) قانونی درستگی کی جگہ پر زراور کاغذی اسی لئے جاری ہوا تھا کہ اس کی حمل و نقل دشوار تھی۔ ان پتھیوں کی توفیق کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کا پہ فی صد کی بڑھوتری سے چلن ہوتا تھا۔

زر طلائی بھی تجارت کی موجودہ حالت میں گراں باری ہے چنانچہ شیو لیئر نے اندازہ کیا ہے کہ ریجنٹ ڈائمنڈ کی قیمت کے زر طلائی کو اٹھائے جانے کے لئے چالیس آدمی دیکار ہوں گے لندن کے مہاجنوں اور حساب گھروں کی روزانہ داد و ستد کا اوسط میں ملین اسٹرننگ پونڈ تک پہنچتا ہے۔ اگر یہ نہ شکل زر طلائی ہو تو وزن (۱۵۰) ٹن ہو گا جسے کھینچنے کے واسطے تقریباً آٹھ گھوڑوں کی ضرورت ہو گی اور جو ہر رقم چاندی کے سکوں میں ادا کی گئی تو ان کا وزن (۲۵۰۰) ٹن سے کم نہ ہو گا۔ بہت ہی معمولی رقموں پر شکل سکے فلزی کی حفاظت اور حمل و نقل کے لئے عام لوگ ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے بنک بھی بے لگنڈ کے پاس بغرض امداد و رجوع ہوتے ہیں جس کے عہدہ دار اس معاملے میں تجربہ کار ہوتے ہیں اور انھیں تمام سہولتیں پہنچتی ہیں۔

میں نے بنک آف انگلینڈ کے نوٹ کا وزن تقریباً ۲۰ گرین یا ۱۲۰۰ اگریم پایا، اس کے برخلاف ایک سادرین کا وزن تقریباً ۲۳۰ گرین ہوتا ہے اور نوٹ ایسے پانچ، دس، پچاس، ایک سو یا دس ڈالر سادرینوں کی نیابت و نمائندگی طباعت کے ضعیف اختلافات کے ساتھ کر سکتا ہے۔ اگر ہم کسی ایسے آلہ مبارک کو استعمال کرنے پر مجبور کئے جاتے جس میں فی الواقع قدر ذاتی موجود ہوتی تو قدیم زمانے سے آج تک قیمتی پتھر دواہر یا کسی ایسی فلز کا استعمال لازمی و ضروری ہوتا جو سونے سے بدرجہا زیادہ کمیا ب اور بیش قیمت ہوتی۔ لیکن اعلیٰ درجے کے ترقی یافتہ تجارتی ملکوں میں نیابتی و شائق و دستاویز کا رواج اس قدر عام اور وسیع ہو رہا ہے کہ زر فلزی کی قابلیت نقل و حمل کے سوال کی اہمیت بہت گھٹ گئی ہے۔ انگلستان میں کچھ مدت سے سونا صرف نوٹوں کے مبادلے اور ریزنگاری کے طور پر استعمال ہو رہا ہے اور اب یہ سوال پیدا ہو گا کہ آیا اس غرض و غایت کے لئے بھی اس کی ضرورت طویل مدت تک باقی رہے گی یا نہیں نیابتی و شائق اور نوٹوں کے استعمال کی ایک اہم اور نوی وجہ یہ بھی ہے کہ بیش قیمت سود کی بچت

تو اصل اور سود و نون کی بچت ہو جاتی ہے چنانچہ جب کسی ملک کو آمدنی اور حاصل کی کمی سے تنگی محسوس ہوتی ہے تو اس کو فطرتاً ہی خیال ہوتا ہے کہ زر فلزی کے ذخیرے کو کچھ دنوں کے لئے قرض کے لئے ملکی و مالی ضروریات پوری کر لی جائیں۔ زمانہ حال کے امریکن اطالوی اور انگریزوں کی طرح قدیم یونانی بھی اس ترکیب کو خوب سمجھتے تھے چنانچہ اسی وجہ سے ڈاؤی اولی سیس نے سیرکیو کے باشندوں کو نقدی سکوں کی جگہ ٹین کے جنسی سکے جن کی قدر صرف ایک ریع ہی تھی قبول کرنے پر مجبور کیا تھا اور معاشیات کی اس کتاب سے بھی جو اوسط سے منسوب کی جاتی ہے

معلوم ہوتا ہے کہ ٹائیوٹھیس یونانی نے تاجروں اور سپاہیوں کو زرسٹی لے لینے پر اس وعدے سے راضی کیا تھا کہ لڑائی کے ختم ہو جانے کے بعد ان کو زرنقروی سے بدل دیا جائے گا کلاؤملینین نے بھی یقیناً سود کے بچت ہی کی نیت سے زرنقروی کا اجرا کیا تھا اس میں ٹالکٹ ہر سپاہی کو سالانہ تنخواہ دینے کی سکت نہ تھی اس لئے ہر سپاہی کو ہر سال چار ٹالکٹ سود بھی ادا کرنا پڑتا تھا۔ پس یہ ترکیب سوچی گئی کہ میں ٹالکٹ کی قیمت کے وضعی سکے جاری کئے جائیں اور عوام کو بھی مجبور کیا جائے کہ ان کو زرنقروی کی جگہ قبول کر لیں۔ اس تدبیر سے جتنی چاندی بیچ رہی فوری قرض کی ادائی کے کام آئی اور سالانہ چار ٹالکٹ ہر سپاہی کو جو سود کی بابت دیئے جاتے تھے بچ رہے اور اس بچت سے رفتہ رفتہ زرنقروی پھر زرنقروی سے بدل دیا گیا۔

گر تھی مارکٹ کی تعمیر جو بظاہر بغیر کسی مصارف کے پوری ہو گئی اسی قسم کا ایک واقعہ ہے جزیرہ گوئروڈ ایل کی برک سینٹ پیٹرز میں ایک مارکٹ تعمیر کرنا چاہتا تھا مگر اخراجات کے لئے رقم نہ تھی۔ اس لئے حکومت جزیرہ کی مہر شہت کر کے اس نے چار ہزار مارکٹ نوٹیں ایک ایک پونڈ والی جاری کر دیں اور معماروں مزدوروں وغیرہ کو بانٹنا شروع کیا جب مارکٹ بن گئی اور کرایہ آنے لگا تو آمدنی سے نوٹیں واپس لے لی گئیں۔ مارکٹ بھی تعمیر ہو گئی اور ایک اونس سونے کا خرچ بھی نہ ہوا۔ غرض کاغذی زر کا یہ فائدہ اب کوئی راز کی بات نہیں ہے۔ ڈانیاں لی براک نے گویا ان نوٹوں کی قدر منسوبہ کے برابر سونے کی مقدار چلن سے خارج کرا دی۔ اور چار ہزار پونڈ کا جبری قرضہ ملکی زر فلو اتی کی شکل میں بغیر ایک جہہ سود ادا کئے حاصل کر لیا۔ غرض تمام نوٹوں پر جو رقم محفوظ سے زیادہ قدر کی جاتی تھی اسی طرح سود کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس تدبیر سے انگلستان کے خانگی اور سرمایہ مشترک کے بینک سارٹھ سے چھ ملین اسٹرلنگ پونڈ کا اور آئرلینڈ کے بینک چھ ملین سے کچھ زیادہ اور اسکاٹ لینڈ کے بینک پونے تین ملین اسٹرلنگ کا سود کما لیتے ہیں۔

کاغذی زرنیابتی کا اجرا بشرطیکہ وہ صحیح قواعد و ضوابط پر مبنی ہو جملہ فریقین کے لئے مفید ہے مگر اس کی بابت بھی بہت کچھ اختلاف آ رہا ہے۔

ستر صواں باب

پرا میسری نوٹوں کی حقیقت اور ان کی قسمیں

پرا میسری نوٹوں کے اجراء کے بہترین طریقے اور ان کے قواعد و ضوابط کے متعلق کوئی قطعی رائے قائم کرنے کے قابل مناسبت معلوم ہوتا ہے کہ وعدوں کے مختلف اقسام کے فرق و تفاوت کا نہایت احتیاط سے تجزیہ کر لیا جائے۔ کیونکہ دیکھنے میں یہ فرق نہایت خفیف اور معمولی نظر آتا ہے بعض وقت اس سے نہایت اہم نتائج بھی ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ہر شخص جو ایک نیابتی یا پرا میسری نوٹ جاری کرتا ہے پابند ہے کہ آئندہ جب کبھی وثیقہ پیش کیا جائے تو کسی خاص شے کی ایک مقررہ مقدار موعودہ او اکر دے۔ گویا وہ مندرجہ ذیل تین باتوں میں سے کسی ایک کی صاف اور صریح ذمہ داری قبول کرتا ہے۔

۱۔ یا تو وہ یہ اقرار کرتا ہے کہ وثیقے میں جس شے کا اندراج ہے اسی قسم کی شے اپنے پاس رکھے گا تا آنکہ اس کی حوالگی کا مطالبہ ہو۔

دب۔ یا اس شے کے مختلف حصص و اجزا میں فرق و تمیز کئے بغیر اس کی ایک مقررہ مقدار پرا میسری نوٹوں کی ادائیگی کے لئے ہمیشہ تیار رکھے گا۔

ج۔ یا اس کی ذمہ داری محض اسی قدر ہوگی کہ موعودہ مقدار جب نوٹ پیش کی جائے حاضر کر دی جائے گی لیکن اس غرض کے لئے کوئی مقدار محفوظ رکھنے کا معاہدہ نہیں ہوتا۔

وثیقہ امانت مخصوص

پہلا طریقہ پرامیسری رہتا ہے۔ اس کی سب سے زیادہ قابل اطمینان شکل ہے۔ اس میں ملکی ریل لداؤ پر جو کر و چھپی گودنی کا وثیقہ اور ایسے تمام وثائق شامل ہیں جن سے کسی شخص کو جسے کسی ملکیت قائم ہوتی ہے۔ لداؤ پر چے کے قابض قانونی کو سامان کے گٹھریا تھیوں میں جو اعداد۔ علامات اور طرل غرض وغیرہ سے ممیز کر دئیے جاتے ہیں حق حاصل ہوتا ہے اور یہ وثیقہ جب جہاز والے کا دستخطی ہوتا ہے تو وہ ذمہ دار ہے کہ ان مخصوص گٹھروں کو جو اس کی تحویل میں دئیے گئے ہیں اپنے قبضے میں محفوظ رکھے تا آنکہ خاتمہ سفر پر کوئی اس وثیقہ کو پیش کر کے مال کی حوالگی کا مطالبہ نہ کرے۔ گودام بھی اسی نوعیت کا ہوتا ہے یہ ان مال کے گٹھروں کی رسید ہے جو لندن یا دوسرے بندر گاہوں کی گوداموں کے گوداموں میں رکھوائے جاتے ہیں۔ وثیقہ گودام کے قابض کو اس مال کے متعلق خواہ وہ شراب کے پیٹے ہوں یا اون کے گٹھے یا شکر کے تھیلے ہوں یا کسی اور چیز کی گٹھریاں جو وثیقہ میں درج ہوتی ہیں مالکانہ حقوق حاصل رہتے ہیں۔ اس کی منتقلی سے خواہ وہ بذریعہ اندراج شرح منتقلی ہو یا اور کسی طرح قانون در و اج کے بموجب عمل میں آئی ہو اثبات مندرجہ وثیقہ کی ملکیت بھی منتقل ہو جاتی ہے اس قسم کی پرامیسری نوٹوں میں بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں مال مجتمہ سے زائد کے وثائق کا اجرا ممکن نہیں ہے البتہ فریب اور بددیانتی سے ایسا کیا جائے تو اور بات ہے۔ ایسی نوٹ کے جاری کرنے والے کی حیثیت محافظ گودام سے بڑھ کر نہیں ہوتی اور چونکہ مال مجتمہ کی استرداد کا مطالبہ ہر وقت ہو سکتا ہے اس لئے وہ کسی مال کو جو اس کی تحویل میں دیا گیا ہو اور جسے قانون کبھی اپنی محافظت سے یا ہر جانے نہ دیکھتا آنکہ پرامیسری نوٹ کے مبادلے میں مالک کو وہ واپس نہ کر دیا جائے

وثیقہ امانت عمومی اب ہم اس دوسری شکل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس میں پرامیسری وثائق کا اجرا کنندہ مختلف پارسلوں کا فرداً فرداً لحاظ سے بغیر اثبات مندرجہ وثیقہ کی نوعیت اور مقدار کے بالکل مساوی اثبات اپنے پاس رکھنے کا ذمہ لیتا ہے۔ بہت سی صورتوں میں تو اثبات اس قدر یک جنس ہوتی ہیں کہ

ایک پارسل سے دوسری کو میٹر کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی اور نہ مخصوص مقدار مجتمعہ کی دایمی کالزوم ہوتا ہے۔ مثلاً گلاسگو میں آہنی خام کا گودام ہے۔ اس کے محافظ کے پاس قسم قسم کے آہن خام کی بڑی بڑی مقداریں جمع کی جاتی ہیں اور اسی مناسبت سے وہ وکیلیت جاری کرتا ہے چونکہ کسی خاص نمونے کے لئے اس کے مختلف حصوں میں کسی فرق کے موجود ہونے کا علم ہی نہیں ہے اس لئے ابتدا میں طریق عمل یہ تھا کہ ہر ویشے کے لئے کوئی خاص ڈھیر آہن خام کا مخصوص نہیں کیا جاتا تھا۔ صرف اس قدر ذخیرہ ہر نمونے کا ہمیشہ محفوظ رکھا جاتا تھا جو اجازت شدہ وثائق کی مجموعی مقدار کے برابر ہو۔ لیکن اب ایک بہتر طریقہ رائج کیا گیا ہے۔ ہر ویشے کے لئے ایک خاص مقدار آہن علامت اور نشان سے میٹر کرنے کے مخصوص کر دی جاتی ہے نظامہ ان دونوں شکلوں میں جو فرق ہے وہ بالکل خفیف معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ بہت اہم ہے اس لئے کہ اس سے معاہدے کی ناقص تکمیل کی گنجائش نکل جاتی ہے۔ دوسرے بیوپاروں میں اس امر کے متعلق بعض وقت غلط فہمی کا بھی امکان ہے چنانچہ یورپول کے ایک تاجر کپاس کا مقدس اس کی بہت اچھی مثال ہے کچھ سال پہلے ایک تاجر نے اس مقدار کپاس کی کفالت پر جو اس کے ہاں موجود تھی قرضہ حاصل کیا۔ بعد میں یہ معاملہ عدالت میں اس امر کے تصفیے کے لئے پیش ہوا کہ آیا اس تاجر نے کپاس کے بعض مخصوص ٹکٹے مافوق کئے تھے اور ان کو اپنی تحویل میں قرضے کی ادائیگی تک رکھنے کا وعدہ کیا تھا یا اس نے صرف یہ ذمہ لیا تھا کہ وہ اپنے پاس اسی قسم کی کپاس وزن مندرجہ کی مقدار میں رکھے گا۔ میں نے سنا ہے کہ وہ کمپنیاں جو مال کے حمل و نقل یا اس کو گوداموں میں محفوظ رکھنے کا وعدہ کرتی ہیں بعض اوقات مختلف پارسلوں کو شخص کر دینے اور جدا کر دینے میں کافی احتیاط نہیں کرتیں۔ لانے لے جانے یا ذخیرہ گودام میں رکھنے میں اگر ان کو ہمیشہ اور مسلسل ایک ہی قسم کے مال سے سابقہ ہو مثلاً ایک ہی گرنی کا آٹا یا ایک ہی کان کا کوئلہ ہو تو البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ بعض وقت مطلوبہ مقدار اسی قسم کی۔ ٹکٹے کے ذخیرے سے بلا لحاظ اس کے کہ وہ ٹھیک وہی مال ہو یا نہ ہو جو انھیں باربرواری یا گودام میں محفوظ رکھنے کے لئے دیا گیا تھا مالک کے حوالے کر دیں۔

خاص اور عام وعدوں کا باہمی فرق

گزشتہ فصل میں ہم نے جس فرق کا ذکر کیا ہے اس کی اہمیت آسانی معلوم ہو سکتی ہے یعنی کوئی شخص جو ایک خاص وثیقہ کی پیش سازی پر مخصوص اور مقررہ شے کی خاص پارسل دینے کا صاف وعدہ کرتا ہے تاوقتیکہ وثیقہ کے مطابق وہ ان

اشیا کو اپنے پاس نہ رکھے وثیقہ عند المطالبہ جاری ہی نہیں کر سکتا اور جب وثیقہ پیش کر کے اس شے کا مطالبہ کیا جائے گا تو فریب اور بددیانتی کی قلعی کھل جائیگی اور وہ سزا کا مستوجب ہوگا۔ لیکن اگر اس کے وعدے عمومی نوعیت کے ہوں تو کسی وثیقہ عند المطالبہ کی ادائی شے زیر بحث کے کسی حصے سے بھی ہو سکتی ہے، بشرطیکہ جنس اور نوعیت کا کوئی فرق نہ ہو ایسا شخص اگر بددیانتی اور فریب کا ارتکاب کرنے تو صرف اس صورت میں گرفت ہو سکے گی جبکہ اکثر یا تمام وثایق مطالبہ کے لئے پیش ہوں۔ چونکہ اس کا زیادہ امکان نہیں ہے اس لئے اس قسم کے وثایق کی اجرائی میں ناجائز نفع تلاش کی بہت کچھ گنجائش ہے کیونکہ امانت گیر بندہ کو یہ دیکھتے ہوئے کہ اشیائے امانتی کا ایک کثیر حصہ اس کے پاس یونھی پڑا رہتا ہے مطالبات متوقعہ کے لئے کافی مقدار رکھ چھوڑنے اور باقی کو اپنے فائدے کے لئے تجارت میں استعمال کرنے کا پورا موقع ملتا ہے۔ جب تک وہ مطالبات موقعی کی پابجائی کرتا رہے اس سے کسی کا نقصان نہیں لیکن تجربہ بتلاتا ہے کہ ہمیشہ سب لوگ ان حالات میں کافی احتیاط اور درایتی سے کام نہیں لیتے اور اپنی ذمہ داریوں اور وعدوں کی تعمیل میں قصور کرتے ہیں۔ علاوہ بریں اس طریقے سے کسی شے کی ایک فرضی مقدار کے بھی عرض وود میں آجانے کا امکان ہے یعنی لوگوں کو یقین دلایا جائے گا کہ کسی شے کی ایک مقدار موجود ہے حالانکہ فی الاصل اس کا کہیں وجود ہی نہیں۔ و سواہر عند المطالبہ یا اس قسم کے وثیقہ کا قابض تو اس دننا ویزیا وثیقہ کو شے مندرجہ ہی کے مائل تصور کرتا ہے۔ اب اگر ایک خاص مقدار کسی شے کی بغرض فروخت رکھنا چاہیں تو اس قسم کی نوٹوں کی کچھ زیادہ تعداد چھاپ کر ضروری خانہ پری کر کے دستخط و غیرہ کر دینا کافی ہوگا۔ مجموعہ صحیح ہے کہ مواہید کی اجرائی سے فوری ادائی مقصود نہیں ہوتا

اور ان کی پابجانی کا معاہدہ زمانہ آئندہ کے لئے ہوتا ہے لیکن زمانہ آئندہ غیر مقدرہ اور نامعلوم ہوتا ہے اور وثیقہ کا جباری کرنے والا یقین کر سکتا ہے کہ پابجانی کے مطابق کی نوبت آنے تک اس شے کی قیمت گھٹ جائے گی مثلاً اگر آہن خام کے مطابق بلا لحاظ اس ذخیرے کے جو کلاسکو کے گودام میں ہو غیر محدود تعداد میں جاری کئے جاسکیں تو نفع اقبال اندیش اور نفع تلاش اشخاص کی ایک جماعت ہن خام کی بڑی بڑی مقدار میں اس وعدہ پر فروخت کرنے سے کہ آہن مبیعہ کی حوالگی زمانہ آئندہ میں ہوگی کثیر منافع کما سکے گی اور پھر آہن خام کی قیمت میں بجا ایک ایک بٹاز وال پیدا کر کے رفتہ رفتہ کم قیمت پر اس کی کافی مقدار خرید لے گی اور قریب کے پیش ہونے پر ادائی کر دیگی۔ چنانچہ بعض دوسری تجارتوں میں اس قسم کی چال بازیوں کا مہیا ہو چکی ہیں۔

تقریباً دس سال کے پیشتر یہ ایک عام بات تھی کہ مشترکہ سرمایہ کی سہولکاری کمپنی کے حصوں کی بازار میں بڑی بہتات کر دی جاتی۔ اور ایک جماعت ایسے شخص کی قائم ہوتی ہیں اس منتخب کمپنی کے حصہ داروں میں سے کوئی شریک نہ ہوتا۔ یہ جماعت اس کمپنی کے حصوں کو بکثرت فروخت کرتی اور مقصود یہ ہوتا کہ اس کی ساتھ اور شہرت کو بڑھ لگ جائے اور اسٹاک کی قیمت اتنی گر جائے کہ ادائی کی نوبت آنے کے قبل ملے داموں پر کافی اسٹاک خرید لیا جائے لیکن نفع تلاشی کی اس مذموم شکل کا سد باب ۱۸۶۷ء کے قانون پارلیمنٹ وکٹوریہ نشان سی ۲۹ کے ذریعہ ہو گیا ہے جس کی دوسرے کمپنیوں کے حصے فروخت کرنے والوں پر یہ لازم ہے کہ وہ رجسٹر شدہ مالکان و حصہ جات ادائی مستقبل کے جاری کرنے والوں کی تعداد اور فہرست صاف صاف بتا دیا کریں۔

اس میں شبہ نہیں کہ ہر شخص کو فطرتاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے فائدے کے لئے قول و قرار کرے اور ہر شخص مجاز ہے کہ وہ ایک ایسا وثیقہ جس کی رقم زمانہ آئندہ میں ملنے والی ہو قبول کرے چنانچہ گورنمنٹ اسٹاک اور فیلڈ وکپاس کی بابت جن کے زمانہ ادائی کے قبل جہازوں سے مال وصول ہونے کی توقع ہوتی ہے بالعموم معاہدے ہو کر تے ہیں لیکن یہ امر بھی ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ تمام

قوانین اور معاشرہ کی تعلقات کے قیام کی غرض و غایت یہ ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کا فائدہ ہو قانون جو ہر قسم کے وعدے کرنے کا حق تسلیم کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایسا حق سوسائٹی کے لئے مفید ہے اور حق کو حق کا رتبہ اسی لئے حاصل ہوتا ہے کہ قانون نے اس کو تسلیم کیا ہے لیکن برعکس اس کے تجربے سے جب یہ ثابت ہو کہ مواعید کی خرید و فروخت کا کوئی خاص طریقہ ناجائز نفع تلاش کی گنجائش پیدا کرتا ہے یا اس طریق عمل سے یہ نسبت فائدے کے سوا کچھ مضرت زیادہ پہنچتی ہے تو یقیناً قانون کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ ایسی آزمائش کی حد بندی کرے اور عوام الناس کے فائدے کے مد نظر مناسب قوانین وضع کرے۔ مقرر کرے۔ القصہ یہ سب امور مصلحت پر مبنی ہیں۔ پہلے تو قانون کا یہ عام فائدہ تھا کہ ایسی شے کے موافق عطیہ یا مال کے سہے کو جو بوقت عطا یا سہے موجود ہی ہو معاملت قانونی قرار ہی نہ دیتا تھا۔ اگرچہ کہ اب اس قاعدے کو عموماً نظر انداز کر دیتے ہیں تاہم بہت سی صورتوں میں اس کا نفاذ ہی نہایت سودمند ثابت ہوگا۔

رقمی دستاویزات
عند المطالبہ

تشریحات مندرجہ بالا کو خاص مسئلہ زر سے مطابقت کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ رقمی وعدے تقریباً ہمیشہ عام نوعیت کے ہوتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو کسی رقم کو زائید آئندہ میں ادا کرنے کا وعدہ کرے تاویسی اس کی صراحت کرتا ہے کہ کن خاص سکوں کی شکل میں اس کی ادائی ہوگی قانون تسلیک نے بھی زر قانونی کی تعریف کرتے ہوئے ہر سارون اور شلنگ و پنس کو جس کا وزن پورا اور تسلیک باضابطہ ہوئی ہو مصداقوں کی رقومات کی ادائی میں جائز قرار دیا ہے یہ سچ ہے کہ جس طرح مندرگاہ لندن کی گودی میں شراب کے پیسے محفوظ رکھے جاتے ہیں اسی طرح نقشہ اور طلائے خام اور انگریزی یا بدیسی سکوں کی تجویز یا بھی بینک آف انگلینڈ کے تہ خانوں میں محفوظ رکھی جاسکتی ہیں اور واقعہ بھی ہے کہ انگلستان میں سونا چاندی خواہ کسی مندرگاہ سے اس کی درآمد ہوئی ہو ادائی کے لئے ہمیشہ بینک ہی کے بلین آفس کو بھیجا جاتا ہے اور یہ دفتر ہی کام انجام دیتا ہے جو گودی کے گودام کا ہوتا ہے یعنی وہ وثیقے کی پیش سازی پر مالکوں کو درآمد و صادیق حوالے

کر دیتا ہے اگرچہ کہ یہ وہ شیعہ خاص معاہدات کے ہوتے ہیں لیکن بعد از راج شرح منتقلی ایک دوسرے کے پاس منتقل ہو جاتے ہیں۔ لیکن خام دھات کی ایسی امانتیں بنکوں کے حسابات میں نہیں شریک ہوتیں۔

بنک آف انگلینڈ کی نوٹ کی ذمہ داری مالکان بنک پر وثیقہ گودام کے بالکل برابر ہے لیکن وہ رقم کے اس صندوق یا تحبیلی کی صراحت نہیں کرتی جس سے اس نوٹ کی ادائیگی ہونے والی ہے اسی طرح تقریباً تمام معاہدات در عمومی نوعیت کے ہوتے ہیں ورنہ اگر کسی آسانی کی امانت کی سادرن کو بچتہ اٹھا کر رکھنا ضروری ہو تو بنکر اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور نہ امانت رکھنے والے کا ہی اس مخصوص معاہدے سے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے چنانچہ تجارتی کاروبار میں کسی کو اس کا خیال بھی نہیں آتا۔ لیکن اس کی وجہ سے بعض اوقات جھگڑے بکھیروں کا ضرور احتمال ہوتا ہے مثلاً بعض لوگوں کو خاص قسم کے سکے جمع کرنے کا عجیب خیال ہوتا ہے چنانچہ ایک بوڑھی لیڈی جس نے پائین کے سکوں کا ایک ذخیرہ فراہم کر رکھا تھا اپنے ترکے کو ایک ایک عزیز کے نام وصیت کر کے مرنے لگی۔ اگرچہ کہ بوڑھی لیڈی کے شوق کی وقتیت کا اس کے وارث کو بہت کچھ پاس اور خیال تھا لیکن کچھ روز بعد اس کو نقد رقم کی ضرورت پڑی وہ چاہتا تھا کہ ان خاص سکوں کی ملکیت بھی نہ جانے پائے اور ان کی مالیت کے برابر نقد رقم بھی مل جائے اس نے یہ ترکیب کی ان کو گروی رکھوایا گروی لینے والے نے بلا پس و پیش منظور کر لیا لیکن اس نے کچھ عرصے کے بعد بے خیالی سے انکو پھینک کر اذاجات میں صرف کر ڈالا۔ جب گروچی پیش ہوئی تو اس نے سمجھا کہ سادرن اور سٹنگ کی شکل میں مساوی رقم کی ادائیگی کافی ہے لیکن یہ خیال درست نہ تھا کیونکہ اس معاہدے میں اقرار ایک خاص نوعیت کا تھا۔

اب اگر رقمی مواعید ہمیشہ خاص قسم کے ہوا کریں تو پرامیٹری نوٹوں کے اجرا میں پوری آزادی عطا کرنے میں کسی مہذت کا احتمال ہی نہیں ہے کیونکہ اجرا کنندہ کی شہرت محض محافظ گودام کی سی ہوگی اور وہ ہر نوٹ کی ادائیگی کے لئے سکوں کا ایک خاص

توڑا جیشہ تیار رکھنے کا پابند ہوگا لیکن فی الواقع ایسا ہوتا نہیں اس لئے عند المطلبہ سونا ادا کرنے کے اقرار نامحبات کا بکثرت جاری ہوئے دینا نہایت خطرناک ہوگا۔ سونے کے بازار میں بھی لوہے یا اور کسی خاص شے کی منڈی کی طرح رسد کی بہتات ہو سکتی ہے البتہ ایک فرق یہ ہے کہ سونے کی منڈی یہ نسبت دوسری منڈیوں کے بہت زیادہ وسیع ہے اس لئے بہت سے افراد یا کمپنیاں ضرور اپنی اپنی ذاتی اغراض و مفاد کے لئے ضرورت سے زیادہ نوٹوں کا اجرا کریں گے تاکہ ان کا اثر اور شہرت ہو دوسرا فرق یہ ہے کہ سونا چونکہ خود ہی پیمانہ قدر بھی ہے اس لئے اس کی قیمت کا اتنا زچہ طحا و بجز اس کے کہ بہت سی دوسری شیا کی قیمتوں کے اوسط اتار چڑھاؤ کے ساتھ نہ جانچا جائے ظاہر نہیں ہوتا۔ ہم اس مسئلے پر چوبیسویں باب میں مزید روشنی ڈالیں گے۔

زر نیابتی کے چلن کے اصول آٹھویں باب کے دو آخری حصوں میں ہم بتلا چکے ہیں کہ زر فلزاتی کو لینے، رکھنے اور خرچ کر ڈالنے میں افراد انسانی کی جو غرض و غایت مضمر ہو کر تھی ہے ان کے تجزیے سے گردش زر کے کچھ ایسے اصول اور قانون مستنبط ہوتے ہیں جن کی تجربے سے پوری تائید اور دستی ثابت ہو چکی ہے اسی ضمن میں ہم نے یہ بھی بتلا یا تھا کہ ان ہی اصول و قوانین کو زر کا غذی و زر فلزی کے مشترکہ چلن تک بھی بغیر کسی کاٹ چھانٹ اور رد و بدل کے وسعت دی جاسکتی ہے جس طرح اصل فلزی سکوں کے استعمال کی تائید میں عادت کا زبردست اثر ہوتا ہے اسی طرح یہ قوی اثر زر نیابتی کے استعمال میں بھی کارگر ہے، جو لوگ کاغذ کے ٹکڑوں کو بغیر نقصان کے اندیشے کے لینے دینے کے عادی ہو گئے ہوں تا وقتیکہ ان کے اعتماد و اختیار کو ایک زبردست ٹھیس نہ لگے وہ انھیں ایک عمدہ کرنسی ہی تصور کرتے رہیں گے۔ اس عادت کا اثر اتنا قوی ہو جاتا ہے کہ لوگ میلے پچیلے کاغذ کے ایک چڑے کو جس پر سادوں کی ادائی کا محض اقرار ہوتا ہے فی الحقیقت اصل غلامی خوشنما سکے پر ترجیح دیتے ہیں چنانچہ اسکاٹ لینڈ کی کرنسی اس دعوے کا ایک بین ثبوت ہے۔ ناروے کی بھی یہی حالت ہے جہاں ۱۸۷۵ء تک چلن میں مطلقاً سونا موجود نہ تھا اور کرنسی صرف

ایک - پانچ اور دس ٹالہ کی نوٹوں پر مشتمل تھی۔

زر نیابتی اور زرفلزی میں البتہ ایک بہت بڑا اور اہم فرق یہ ہے کہ زرنیابتی کی گردش اس ملک کے حدود کے باہر مطلقاً نہ ہوگی جس میں کہ وہ رواج یا قانون کی بدولت ہلتا ہے سیاح اگرچہ کہ بینک آف انگلینڈ کی نوٹیں سداوتات بیرون ملک بھی لے جاتے ہیں اور وہ بہت سے مقامات پر بلا پس و پیش زر مقامی کی جگہ قبول بھی کر لی جاتی ہیں۔ لیکن دراصل باہران کا چلن نہیں ہوتا وہ محض بطور لندن کی سینڈیوں کے لے لی جاتی ہیں جن سے لندن کی ادائیگوں کا باسانی کام نکل جاتا ہے۔ ایک مقروض ملک اپنے قرضے کی ادائیگی میں بینک نوٹ دوسرے ملک سے حوالے نہیں کر سکتا۔ نوٹ سے برخلاف اس کے ایک جدید قرضہ معرض وجود میں آتا ہے چنانچہ پیرس کے ساہوکار کے قبضے میں بینک آف انگلینڈ کی نوٹ گویا کہ بینک مذکور سے رقم مندرجہ نوٹ کے وصول کر سکتے کا ایک وثیقہ ہے غرض صرف مستند زرفلزی ہی ایسا زر ہے جو غیر ملکی تاجروں کو قرضے کی ادائیگی میں ملک سے باہر بھیجا اور قبول کیا جاسکتا ہے اس لئے زرنیابتی میں بھی زرفلزی کو نکال باہر کر کے وہی قابلیت ہے جو گھٹیا اور ہلکے سکوں میں پائی جاتی ہے۔

اور غیر نقد پذیر نوٹوں میں یہ بات باسانی ظاہر ہو جاتی ہے جیسا کہ ہوتا لیا ہے ایسی نوٹوں کا اجسرا بڑھتا ہی جاتا ہے اور سکوں کی برآمد لازمی ہو جاتی ہے ورنہ کرنسی ضرورت سے زیادہ کثیر المقدار ہو جائے گی۔ لیکن جب سکوں کا بڑا ذخیرہ برآمد ہو جاتا ہے تو غیر ملکی ادائیگوں کے لئے اس کی ضرورت اور زیادہ محسوس ہونے لگتی ہے اور زر کاغذی اپنی منسوبہ قیمت سے گرنے لگتا ہے اور بہت سے لوگ فائدہ آئندہ کے مد نظر تیکے جمع کرنے لگتے ہیں حتیٰ کہ چند ہی دنوں میں چلن میں سوائے زر کاغذی کے اور کچھ باقی نہیں رہتا۔ زر کاغذی کے اثر سے اس طور پر سکوں کا غائب ہو جانا بار بار واضح ہو چکا ہے۔ چنانچہ انقلاب فرانس کی نوٹوں کے اجرا کے وقت یا جب کہ ۱۷۹۵ء و ۱۸۰۱ء میں بینک آف انگلینڈ نے

زر فلزی کی ادائی موقوف کر دی تھی اور گزشتہ جنگ امریکہ کے زمانے میں
ظہور پذیر ہوا۔ زمانہ حال کی سب سے واضح مثال اٹلی کی ہے جہاں ۱۹۱۷ء
سے ۱۹۱۸ء تک سونے چاندی کے خوشنما سکنوں کی بڑی مقداریں ضرب
ہوئیں، لیکن جیسے ہی زر کا فدی کی غیر تبدیل پذیر ی کا اعلان ہو گیا ایک
زر فلزی کی ساری مقدار چلن سے غائب ہو گئی۔



اٹھاڑھواں باب

زر کاغذی کی تنظیم کے طریقے

اب آگے چل کر ان مختلف طریقوں پر غور کرنا سو دمنہ ہو گا جن پر زر کاغذی کی اجرائی عمل میں لائی جاسکتی ہے۔ میرے خیال میں علم المعیشت کے بڑے محیط میں شاید ہی کوئی مسئلہ اس سے بڑھ کر دو قدر اور چھپ گویں کام کر رہا ہو لیکن امور واقعی کے تجزیہ پر اگر ہم احتیاط سے کار بند رہیں تو عجب نہیں کہ ہم کو اس مسئلے کی ایسی صاف شکل نظر آجائے جو اب تک بڑی بڑی پیچیدگیوں میں گھری رہی ہے۔ اس کے ابتدائی اصول کچھ پیچیدہ نوعیت کے نہیں ہیں، اور اگر ان اصول پر ہم مضبوطی سے قائم رہیں تو غالباً اس دماغی پر اگندگی سے محفوظ رہیں گے جس کا مسئلہ زر کے مصنفین بالعموم شکار ہوتے رہے ہیں۔

زر نیابتی کے اجراء کو حکومت زر کی تشکیل کے انتظام کی طرح یا تو اپنے ہاتھ میں لے لے یا افراد خانگی یا نیم سرکاری کمپنیوں اور متحدہ جماعتوں کو اجازت دیدے کہ وہ نفع تو اعداد و ضوابط قانونی کے تحت اس کام کو چلائیں۔ زریعتی کے سرکاری وغیرہ سرکاری اجراء کے فوائد کا سرسری موازنہ تو ہم آگے چل کر کریں گے لیکن بہر حال طریقہ ہائے مندرجہ ذیل قائم کر دئے جاسکتے ہیں جن سے اجراء کی مقدار کی تنظیم اور مواعید کی پابجائی کا اطمینان ہو سکتا ہے۔

(۱) سادہ امانت کا طریقہ: اس میں دستاویزات عندالمطالبہ کا جاری کرنے والا

بانت کیا جاتا ہے کہ وہ خام دھات اور سکوں کا ایک ذخیرہ جو غیر منسوخ شدہ نوٹوں کی مجموعی رقم کے مساوی ہو ہمیشہ اپنے پاس محفوظ رکھے۔ اہم رقم محفوظ سے صرف اسی قدر کمی ہو سکے جو ہر نوٹ کی پیش سازی پر فوری ادائیگی کی وجہ سے عمل میں آئے۔

۲۔ جزوی امانت کا طریقہ: اس میں بجائے اس کے کل ذخیرہ امانتی خام دھات کی شکل میں محفوظ رکھنا اجرا کنندہ پر لازم قرار دیا جائے یہ اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ ایک مقررہ رقم کی حد تک امانت کو مدت سرکاری یا دیگر محفوظ اور سود مند کفالتوں میں منافع پر لگائے۔

۳۔ اقل مد محفوظ: یہاں اجرا کنندہ بہر حال سکہ جات اور دھات کی ایک مقررہ اقل مقدار محفوظ رکھنے کا پابند ہوتا ہے۔

۴۔ متناسب مد محفوظ کا طریقہ: اس میں اجرا شدہ نوٹوں کی مقدار کے لحاظ سے ایک مقررہ نسبت کے ساتھ (مثلاً کل نوٹوں کا ایک ثلث یا ایک ربع) مد محفوظ کو نگھٹنے بڑھنے دیا جاتا ہے۔

۵۔ اجرا کی انتہائی حد بندی: اس میں ایک خاص مقررہ مجموعی مقدار کی نوٹوں کے اجرا کی اجازت دی جاتی ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں تعزیری جرمانے عائد کئے جاتے ہیں۔

۶۔ رعایتی حد بندی: مثل طریق سابق اس میں نوٹوں کی مجموعی رقم کی توجہ مقرر کر دی جاتی ہے۔ لیکن حد سے زیادہ اجرا کرنے کی صورت میں تاوان عداً اس قدر خفیف رکھا جاتا ہے کہ اجرا کنندہ کو بعض صورتوں میں بجائے اجرای کو محدود رکھنے کے تاوان کا ادا کرنا ہی پہل معلوم ہوتا ہے۔

۷۔ دستاویزی محفوظ کا طریقہ: اس جائداد کا جو بعد محفوظ اجرا کنندہ کو رکھنا لازم ہے طلائی و نقرہ وی سکوں اور خام دھات کی شکل میں رہنا ضرور نہیں سمجھا جاتا بلکہ اگر وہ سرکاری مدت اہمکات حصص اور دیگر دستاویزات کفالتی کی شکل میں رہے تو کافی ہے۔

۸۔ محفوظ جائدادی: اس میں اجرا کنندہ کو اجازت ہے کہ وہ بجائے

صرف دستاویزی جائیداد کے اور قسم کی جائیدادوں مثلاً اراضی، مکان، جہاز، حصص، ریلوے وغیرہ کو بھی ایسا ذخیرہ دولت تصور کرے جس سے معاہدات کی پابجائی ہو سکتی ہے۔

۹۔ طریق مبادلات خارجہ : اس میں کسی بڑے اور مشہور بینک کو اس سمجھوتے پر غیر تبدیل پذیر نوٹوں کی اجرائی کا اختیار دیا جاتا ہے کہ جب تک مبادلات خارجہ کا توازن ملک کے خلاف رہے اور زر فلزی ہی کی برآمد منفعت بخش ہو وہ ذریعہ چلتی میں اضافہ نہ کرے۔

۱۰۔ آزاد اجرائی کا طریقہ : اس میں پرائیمری نوٹوں کی اجرائی کا کام عام افراد کے آزاد و متقابلے پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور بچران قوانین کے جو ستام تجارتی معاہدات اور اقارات سے متعلق رہتے ہیں کوئی روک ٹوک اور شرائط عائد نہیں کی جاتیں۔

۱۱۔ طریق مساوات طلا : یہاں پرائیمری نوٹوں کی شکل میں ایسا زر کاغذی جاری ہوتا ہے جو زر مسکوک میں تبدیل پذیر نہ ہو اور اجرا کو اس وقت تک محدود رکھا جاتا ہے جب تک طلا پر کچھ بھی بڑھوتری مل رہی ہو۔ اس طریقے سے زر کاغذی اور اس زر مسکوک کی قدر میں جس کا برائے نام کاغذ قائم مقام ہے توازن برقرار رکھا جاتا ہے۔

۱۲۔ ماضل سرکاری کی ادائیگی کا طریقہ : غیر تبدیل پذیر زر کاغذی کی اجرائی آزادی سے ہوتی ہے اور اس کی قدر برقرار رکھنے کے لئے نیگیوں کی ادائیگی میں اس کو بجائے زر مسکوک کے قبول کر لیا جاتا ہے۔

۱۳۔ ملٹوی نقد پذیر کی کا طریقہ : نوٹوں کی اجرائی اس وعدے پر ہو کہ کسی زمانہ آئندہ میں ان کے عوض زر فلزی ادا کیا جائے گا۔ یہ زمانہ یا تو صراحتہً مقرر کر دیا جاتا ہے یا اس کو کسی ملکی یا سیاسی واقعہ پر منحصر رکھا جاتا ہے۔

۱۴۔ طریق زر کاغذی : پرائیمری نوٹ کے اجرا کنندگان کو مواعید کی پابجائی سے بظاہر بالکل بری الذمہ کر دیا جائے تاکہ نوٹوں کا چلن یا قواعد کے زور پر ہو یا حکم سلطانی کی بنا پر، یا اس وجہ سے کہ کوئی اور ذریعہ مبادلہ بعد دست نہیں ہے۔ سطور مندرجہ بالا میں میں نے زر کاغذی کی اجرائی کے کوئی چودہ طریقے

بتلائے ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ان کے علاوہ کسی اور طریقہ پر وقتاً فوقتاً عمل نہیں کیا گیا ہے۔ کیونکہ دراصل مواعید کے ایفا کی یا ان کے ایفا کو غیر ضروری بنادینے کی تقریباً لامحدود شکلیں ہو سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں ان مختلف طریقوں کی آمیزش یا ان میں تھوڑی بہت تبدیلی کرنے سے ہیشمار نوعیتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ مثلاً محفوظہ کو جزاً تغذا اور جزاً کفالتی و تناویزات یا بامداد کی شکل میں رکھا جاسکتا ہے یا کسی ساہوکار کو ایک مقررہ مقدار کی نوٹیں بغیر محفوظ کی شرط کے جاری کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے اگر وہ مقررہ مقدار سے بڑھ کر جاری کرنا چاہے تو محفوظ کی شرط کی پابندی سے جاری کرے۔ ظاہر ہے کہ ان تمام طریقوں کی توضیح و تشریح اور مقابلہ ان کے محاسن و معائب اور ان مختلف ترکیبوں کے ضروری تذکرے کے لئے جس سے مختلف زمانوں میں مختلف مقامات پر مختلف طریقوں کی آمیزش سے کام لیا گیا ہے ایک بڑی ضخیم کتاب درکار ہوگی۔ اس لئے اس چھوٹی کتاب میں اس وسیع مضمون کا میں ایک مختصر خاکہ پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

سادہ امانت | اطالیہ کی تجارتی جمہوریتوں کے امانتی بنکوں اور آسٹریا و ہمبرگ کے بنکوں اور انگلستان کے زرگروں میں جب تک کہ ان کا کاروبار امانتی سوئے چاندی کی محافظت پر محدود رہا سادہ امانت کے طریقے کا ایک مکمل نمونہ نظر آتا ہے۔ اس طریقے پر جاری کی ہوئی نوٹیں مثل ڈاک و آرٹوں دنیائے گودام اور گرو چھٹیوں کے جن کی ہم پوری وضاحت کر چکے ہیں خالص نیابتی نوعیت کی ہو کرتی ہیں۔ اور جہاں تک قانون کے بس میں ہے ایسے مواعید کا ایفا بطور اطمینان کرایا جاتا ہے۔ مقدار بھی اس کرنسی کی مثل فلزی کرنسی کے اختلاف پذیر ہوتی ہے اور اس امر کا کوئی اندیشہ نہیں رہتا کہ کاغذی زر و دعوات کی جگہ لے کر اس کا دیس نکالا کر دے گا کیونکہ جب تک بنکوں کے ترخانوں میں دعوات موجود نہ رہے ایسی نوٹوں کا اجرا ممکن ہی نہیں ہے۔

لیکن بائیں ہمہ اس طریق کے فوائد نسبتاً بالکل خفیف ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ان نیابتی کاغذات کے استعمال سے صرف سکٹوں کی فرسودگی۔ ان کے شمار کی وقت اور عمل و نقل کی دشواریوں اور جو حکم سے نجات مل سکتی ہے۔ برخلاف

اس کے قوم کو اس تمام رقم کے سود کا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے جو مدھورت و رکنی رہتی ہے اور یہی نقصان جیسا کہ ہم بتلا چکے ہیں فلزی کر سنی کے اخراجات کا بھی جزو اعظم ہوتا ہے حفاظت مقصود ہو تو سبکے بھی لوگوں کے پاس کچھ کم محفوظ نہیں رہتے۔ دوسری جگہ اگر یہ لفظ ہر بالکل بے کار پڑے ہوئے ہوں اور کسی استبدادی حکومت کو ان پر دسترس حاصل ہو تو یہ بڑی تحریص و متبرک کا باعث ہوں گے جیسا کہ چارلس اول نے ٹاور کی کل رقم ضبط کر لی تھی۔ اسی طرح جب ۱۶۹۳ء میں فرانسیسیوں نے ہالینڈ پر چڑھائی کرنے کے بعد اس ذخیرہ دھات کی تلاش کی جس کے متعلق قیاس تھا کہ امسٹرڈم کے بینک میں امانت محفوظ ہے تو اس کا لیس پتا بھی نہیں ملا کیونکہ بینک کے ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی اور حکام شہر نے پوشیدہ طور پر اس کو توڑ لے لیا تھا۔ روسی حکومت بھی بینکوں کے محفوظ کو ملنگ پیپر سبرگ کے قلعے سے جوار کان اکسچینج کے نگرانی میں تھا بلاتال لے لیا کرتی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۱۲ء کے واقعات سے مجبور ہو کر جو شہنشاہ روس نے اس کو اپنی خاص نگرانی میں رکھ لیا۔ بینکوں کی امانتوں پر حکومتوں کے اس طور پر ہتھ مارنے اور دھات کی ادائیگوں کو موقوف کر دینے کی مشا لیں کچھ کم نہیں انگریزی گورنمنٹ کا دامن بھی اس داغ سے پاک نہیں ہے۔

(۲) جزوی امانت ۱۸۴۲ء کے بینک چارٹر ایکٹ کے تحت بینک آف انگلینڈ کی جو تنظیم ہوئی ہے وہ اس طریقے کا ایک مکمل نمونہ ہے۔

یہاں پر پانچ پونڈ کی جدید نوٹ کی اجرائی پر بینک کی شاخ اجرامیں ۱۷۳۷ء انگریز سونا جمع کروا دینا ضروری ہے لیکن بینک کے تہ خانوں میں سونے کی مجموعی مقدار محفوظ رہتی ہے وہ مجربہ نوٹوں کی منسوبہ رقم سے بقدر پندرہ ملین پونڈ کم رہتی ہے۔ اس مستقل فرق کی کفالت جزا کفالتی و تاویزات ہوتی ہیں اور جزا تقریباً گیارہ ملین پونڈ کی وہ رقم ہوتی ہے جو گورنمنٹ کو بینک سے غیر سودی قرضے میں دی جاتی ہے۔ اس انتظام سے ساوہ امانت کے پورے فوائد بھی حاصل ہو جاتے ہیں اور قوم کو چار لاکھ پینتالیس ہزار پونڈ کا منافع بھی بطور سود مل جاتا ہے جس میں سے ہر سال ایک لاکھ اٹھاسی ہزار پونڈ گورنمنٹ کا حصہ ہوتا ہے گورنمنٹ

اور بینک کے مابین اس کی بابت جو معاہدہ ہے وہ کچھ ایسا پیچیدہ ہے کہ فوراً اور سرسری طور پر اس کو واضح اور ذہن نشین نہیں کیا جاسکتا۔ مگر اس کا حاصل یہ ہے کہ پندرہ ملین پونڈ کی امانت کا ایک بڑا حصہ خود گورنمنٹ و شنگروان و ضلعی ہے اور بینک کو اجازت و دیدہتی ہے کہ وہ باقی رقم کو منافع پر لگا کر نوٹوں کی طباعت اور ضروری انتظامات کے مصارف کی پاسبانی کر لے۔ چوبیسویں باب میں ہم اس پر مزید روشنی ڈالیں گے۔

سلطنت جرمنی میں نوٹوں کے اجراء کے متعلق جو جدید قانون وضع ہوا ہے اس کی بنیاد بھی طریق امانت جزوی ہی پر رکھی گئی ہے لیکن اس کے ساتھ رعایتی حد بندی کے طریق کو بھی مزوج کر دیا گیا ہے جس سے غالباً ایک بہتر صورت پیدا ہو گئی ہے۔

(۳) **اقل محفوظ** نوٹوں کی ادائیگو قابل اطمینان بنانے کے لئے ایک یہ طریقہ بھی تجویز کیا جاتا ہے کہ اجرا کنندہ پر یہ لازم کر دیا جائے کہ وہ دعوات (طلا) کی ایک مقررہ مقدار ہمیشہ محفوظ رکھے جس میں کسی حالت میں کمی نہ ہونے پائے۔ اس کی مصداق ایسی ہے گویا کسی شخص کو عسرت سے بچنے کے لئے ہمیشہ ایک شلنگ اپنے جیب میں رکھنے کا مشورہ دیا جائے۔ اقل مقدار طلا تو بہر حال محفوظ رکھنا لازم ہے اس لئے مطالبہ اور اس کی پاسبانی کے وقت اجرا کنندہ کا جہاں تک تعلق ہے اس محفوظ کا عدم اور وجوہ یکساں ہے اور نا تو تنقید مجلس متقنہ اور حکومت عالمہ کو یہ اجازت نہ دی جائے کہ وہ اپنے اختیار تیزی سے ایسے وقت جبکہ بینک پر مطالبات کا دھاوا اور اس شرط کے نفاذ کو معطل کر دے ایسے یہ محفوظ سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

(۴) **تناسب محفوظ** اس طریقے میں عند المطالبہ ادائیگو کے مواعید کے اجرا کنندہ کو پابند کیا جاتا ہے کہ وہ سکوں کی ایک مخصوص تعداد مثلاً کل مجریہ نوٹوں کی رقم کا چوتھائی حصہ اپنے پاس محفوظ رکھے یہ اس طریقے کے بالکل مائل ہے جس پر حال ہی میں ممالک متحدہ کے نیشنل بینک کی کونسی قائم کی گئی ہے۔ یہ نسبت اس کے کہ منفرہ طور پر اس معاملے کو جاری کنندگان کے

اعتبار اور مرضی پر چھوڑ دیا جائے غالباً یہی بہتر ہو گا کہ ان کو ایک خاص رستم بطور محفوظ رکھنے پر زور دیا جائے کیونکہ ساہوکار جیسے ہی یہ محسوس کرے گا کہ محفوظ رکھنے کا قانونی حد تک پہنچ رہا ہے وہ خود بخود مزید احتیاط پر مجبور ہو جائیگا تاکہ اس کا کاروبار قانون کے خلاف نہ ہو جائے۔ لیکن اگر تجارت اور سالک کی حالت ناموافقت زمانہ سے اتر ہو جائے اور نوٹیں کثرت سے ادائی زر کے لئے پیش ہوں تو زر قانونی کے محفوظ میں بتقابلہ نوٹوں کی مقدار کے (جو بہت بڑی ہوتی ہے) ایک بڑے تناسب سے کمی ہو جاتی ہے مثلاً اگر اجراء شدہ نوٹوں کی رقم ایک لاکھ ڈالر ہو اور محفوظ کی مقدار چالیس ہزار تو یہ ظاہر ہے کہ بیس ہزار کی نوٹوں کی پیش سازی سے اعداد میں یہ تبدیلی ہو گی کہ مجھے نوٹیں تو آتی ہوں گی ہونگی اور محفوظ صرف بیس ہزار رہے گا۔ جب کہ محفوظ کا ایک رچ ہونا لزوم قانونی ہے تو اب کسی اور نوٹ کی ادائی ممکن نہیں رہتی۔ پس جو بھی ایک ساہوکار نے اپنے محفوظ کو ادائی حد قانونی تک پہنچتے دیا اسی وقت سے محفوظ پر اس کو دسترس حاصل نہیں رہتا تا وقتیکہ قانون کی خلاف ورزی نہ کی جائے اور قانون اسی وقت کارآمد ہوتا ہے جب اس کی خلاف ورزی عمل میں آئے۔ اس طریق پر اگر پوری طرح عمل کیا جائے تو یہ طریقہ بالکل اقل محفوظ کے مانند ہو جاتا ہے جس کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ اس میں ساہوکار ایسے وقت جب کہ اس کو شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے اپنے محفوظ کو ہاتھ بھی لگا سکتا۔ اس سے جو آفت پیش آتی ہے اس کا مالک متحدہ میں شکستہ کی ہنگامی میں کما حقہ احساس ہو چکا ہے۔

علاوہ ازیں اس طریق پر نوٹوں کے اجراء کو قائم کرنے سے توسیع اجراء کی تحریکات کے سد باب میں کوئی مدد نہیں ملتی۔ ہر ایک زائد نوٹ کی قدر کا بڑا حصہ جو چلن میں رکھی جاتی ہے بنک کے سرمایہ قرض دہانی میں ہمت کا اضافہ ہے اور جب تک وہ چلن میں رہے ساہوکار کی منفعت کا باعث ہے۔

(۵) جس رائے کی کسی ایک یا زیادہ بینکوں کو پرائیسری نوٹوں کی ایک مجموعی اور انتہائی حد تک مقررہ مقدار کی حد تک اجرائی کی اجازت دیکر اس سے

بڑھنے کی مانعت کر دینا ایک ایسی بات ہے جس کو میں اصول سیاستِ مدن کے بالکل نقیض نہیں سمجھتا۔ اس سے ایک تو ذریعہ چینی کے ایک حصے کے سود کی بچت ہوتی ہے اور دوسرے ایک سہولت بخش و کم خرچ کرنسی بھی ہتیا جو باقی ہے ماسوا اس کے ایسی نوٹوں کے اجرا سے سونا ایک مقررہ مقدار سے زیادہ ملک سے برآمد کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مسٹر آرننگش پالگدیو اور بعض دوسرے مصنفین اس اعتراض پر زور دیتے ہیں کہ لوگوں کو زیادہ زر کی حاجت ہے اس لئے ایسی حد بندی ایک قسم کی سختی ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ ضرورت ہو تو اس کی جگہ زر فلزی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ حد بندی دراصل زیر نہیں ہے بلکہ اس کے نیابتی جزو پر ہے اور اگرچہ کہ اس حد بندی سے اس سود کی بچت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے جو بڑی مقداروں کی اجرائی سے پیدا ہوتی ہے لیکن اس نقصان کی تلافی میں یہ حقیقت کیا کم ہے کہ ہم سونے کی مقدار کی ایک فرضی کثرت پیدا کرنے کی جو حکم سے محفوظ رہتے ہیں۔

اس طریقے کی توضیح و تشریح انگلستان کے ان (۱۷۰۰) بنکوں سے بخوبی ہو سکتی ہے جن کو اب نوٹ جاری کرنے کی اجازت ہے۔ یہ ۱۷۰۰ کے قانون میں سربراہ برٹ پیل نے یہ شرط رکھی تھی کہ یہ بنک بلا لحاظ مد محفوظ بفرانغت نوٹوں کی اجرائی کرتے رہیں بشرطیکہ اجرا کی مقدار اس اوسط سے زیادہ نہ ہو جو ایک مقررہ دن کے بارے ہفتے قبل کی اجرائی کا ہو۔ اس طرح مشخص کی ہوئی مقدار سے اگر کسی کی اجرائی بڑھ جائے تو اس کو اتنی رقم بطور جرمانہ دینی ہوگی جو بیشی اجرائی ماہانہ کے اوسط کے برابر ہو۔ اس غرض کی تکمیل کے لئے ان تمام بنکوں پر جو نوٹیں جاری کرتے تھے اپنی اجرائی کے متعلق اقرار صلح سے تصدیق کرنا لازم قرار دیا گیا تھا۔

(۶) رعایتی حد بندی | اس نئے طریقہ انتظام کے لئے جو سلطنت جرمنی کے

بنک ایکٹ سے قائم ہوا ہے مجھے عنوان مذکورہ بالا سے کوئی بہتر نام نہیں ملتا۔ جہاں تک کہ بنک نوٹوں کی اجرائی کا تعلق ہے جرمنی کے بنکوں کا نظم و نسق انگلستان کے انتظام سے تقریباً بالکل مشابہ ہے نئے

امپرنل بینک اور دوسرے سرکاری یا خانگی بینکوں کو جو لوازمات قانون کی پابندی کریں یہ اختیار دیدیا گیا ہے کہ وہ مجموعی طور پر (۳۸) ملین مارک کی حد تک بلا اجازت طلبہ نوٹیں جاری کریں۔ وہ اس سے بھی زیادہ نوٹیں جاری کر سکتے ہیں لیکن مزید اجرائی کے ہم قدر سونا امانت رکھنا پڑتا ہے۔ یہاں تک تو یہ طریقہ جزوی امانت کے طریق کے مماثل ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ یہ لحاظ اس کے کہ انگلش بینک چارٹر ایکٹ کی خلاف ورزی ابتلا و انتہائی کو روکنے کے لئے کئی بار کی جا چکی ہے جرمنی کی مجلس مقننہ نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ پانچ فیصد ٹیکس ادا کرنے پر حسب ضرورت زیادہ نوٹیں جاری کی جاسکتی ہیں۔ اس شرط کی غرض و غایت یہ ہے کہ مقررہ حد سے بڑھ کر نوٹوں کے جاری کرنے میں کوئی فائدہ باقی نہ رہے۔ توقع ہے کہ اس شرط کا نتیجہ نہایت مفید ہوگا۔ ہمارے طریقے کی یہ ایک موزوں اصلاح ہے۔ انگریزی گورنمنٹ نے تو ہمیشہ بینک آف انگلینڈ کو مزید مقدار کی نوٹوں کے سود سے بینک ایکٹ کی مسدودی کے زمانے میں بالکل محروم ہی رکھا ہے لیکن جرمنی قانون نے بہر حال اجرائی کی حد کو پچکدا بنا دیا ہے تاکہ ابتلا اور انتہائی کا خطرہ ہی باقی نہ رہے۔

(۷) دستاویزی نوٹوں کی تبدیل پذیری کا اطمینان دلانے کے لئے اگر نوٹ جاری کرنے والے بینک یہ بتلا دیں کہ ان کے پاس کثیر سرمایہ

مذموظ

سرکاری وثائق تمسکات۔ خزانہ کی راتوں کرایہ چھٹیوں اور معتبر تجارتی سندھیوں کی تسکلی میں موجود ہے تو کافی ہے۔ ان سے بینکوں کی قابلیت ادائی برقرار رکھی جاسکتی ہے اور اگر تھوڑی گنجائش کی رعایت کو دیکھائے تو نوٹوں کا بالآخر ادانہ کیا جانا تقریباً ناممکن نظر آتا ہے لیکن اس بحث میں ہم ایک امر واقعی کو نظر انداز کر رہے ہیں یعنی یہ کہ بینک نوٹ سونایا قانون زر فلزی عند الطلب ادا کرنے کی وعدہ چھپیاں ہیں اور نوٹوں کی بالآخر ادائی اور ادائی عند الطلب میں بڑا فرق ہے۔ دستاویزی محفوظ کی حالت میں کثیر مقداروں کی ادائی اسی وقت ممکن ہے جب کہ وثائق اور تمسکات کو زر فلزی کے عوض فروخت کر دیا جائے۔ لیکن نوٹیں ادائی کے لئے تو اسی وقت پیش ہوتی ہیں جب کہ سونے چاندی کی

اقلت رہتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عمدہ سرکاری وثائق اور اچھی ہنڈیاں ہر وقت اچھوٹے کچھ قیمت پر فروخت ہو سکتی ہیں اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ ایک بنک کی قسم پر قابلیت ادائی کو ایسے محفوظ سرمایے سے ہمیشہ برقرار رکھ سکتی ہے لیکن قوم کے لئے ایسا مدا و امراض سے بڑھ کر خطرناک ہے کیونکہ سرمایہ محفوظ و متاویزی کی جبری فروخت سے زر کی منڈی میں کچھ ایسا ہیجان پیدا ہو جائے گا کہ اس کی وجہ سے نوٹوں کی ادائی کی مسدودی سے بڑھ کر قوم خسارے میں رہے گی۔ ادائی عند الطلب کا مطلب ہی یہ ہے کہ ادائی کے لئے کافی سونا چاندی موجود ہے اور جب ملک میں مصدات خام اور زر نقد ہی کافی موجود نہ ہو تو کاغذی و متاویزات یا انجندہ کی ادائی کے وعدے کیونکر برقرار رہ سکتے ہیں۔

۸۔ محفوظ جائیدادی مسئلہ کرنسی کے اکثر نظریہ دانوں کا خیال ہے کہ نوٹوں کی باز ادائی کے اطمینان کے لئے صرف ایک شے یعنی طلا پر انحصار نہ کرنا چاہئے بلکہ اس غرض کے لئے اراضی مراعات یا اور کوئی جائیداد غیر منقولہ کو بھی رہن رکھا جاسکتا ہے۔ جان لا کی مشہور عام اسکیم اسی نوعیت کی تھی۔ اس نے اپنی مشہور مجموعہ تصنیف مطبوعہ ۱۸۷۷ء میں (جس میں تجارت اور زر کے اس پہلو پر بحث کی گئی تھی) کہ قوم کو سرمایہ ہم بیچانے کے لئے کوئی تجویز اختیار کرنی چاہئے یہ تجویز پیش کی تھی کہ نوٹوں کو منسکوک کرنے کے لئے کمشنر مقرر کئے جائیں اور یہ نوٹیں جب ادائیوں میں پیش ہوں تو زر قانون کی طرح اپنی قبول کر لیا جائے۔ اراضی کی کفالت پر ایسی نوٹوں کے اجرا کے اس نے نین طریقے علی سبیل البدل پیش کئے ہیں۔ پہلا اور سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ مالکان اراضی کو اراضی کی ثلث مالیت یا نصف کی حد تک معمولی شرح سود سے قرض دیا جائے۔ ان نوٹوں کو بے قدری سے محفوظ کرنے کے لئے احتیاط اس نے یہ شرط رکھی ہے کہ ہمیشہ زر نقد وی میں قیمتوں کا تخمینہ کیا جائے۔

فرانس کی انقلابی حکومت کے پروانہ جات اس اراضی کے قائم مقام تھے مگر جاگی جائیداد منضبطہ کا ایک جزو تھی۔ ان کے متعلق فرار دادیہ تھی کہ جوں جوں لوگ اراضی کو خریدتے جائیں ان پروانہ جات کو مسترد و فرسوخ کر دیا جائے گا۔

لیکن چونکہ ایسی زمینات کی قیمت پہلے سے مشخص نہیں ہوئی تھی اور اصلی قیمت اور قیمت منسوبہ کے مابین کوئی تناسب نہیں قائم کیا گیا تھا پر وانہ جات کی قدر اصلی قیمت سے بلیہ حصے تک گرتی گئی۔ بخواہ کتنی ہی اراضی کیوں نہ دی گئی ہو اس زوال قیمت کا سد باب نہ ہو سکا۔ بعد میں جو پر وانہ جات جاری کئے گئے ان میں اراضی کی قیمت کو مشخص کر دینے کی حتی الوسع احتیاط کی گئی لیکن یہ تجویز بھی کارگر نہ ہوئی فریڈرک اعظم نے جس کا خزانہ جنگ کی وجہ سے خالی ہو گیا تھا اپنے خزانے معمور کرنے کے لئے جو غیر تبدیل پذیر رہن نامہ جات اراضی جاری کئے تھے اسی نوعیت کے تھے لیکن ان پر سود بھی دیا جاتا تھا۔

کسی قرضے کی بالآخر ادائیگی کی ضمانت کے لئے اراضی بلاشک و شبہ ایک بہت عمدہ - شئے ہے اور جب قرضہ طویل المدت ہو تو اس سے زیادہ مفزوں کوئی اور کفالت ہو نہیں سکتی لیکن نیابتی بنک نوٹوں کا منشا تو یہ ہے کہ وہ ایسے سونے کے مساوی ہوں جو عند الطلب واجب الادا ہوں۔ اور ضرورت کے وقت اگر سونا حاصل کرنا چاہیں تو اراضی سے بڑھ کر کوئی اور شئے قیمت طلب نہیں ہے اس لحاظ سے تو سرکاری خزانہ کی برات اور تسکات کا محفوظ ہی اس سے بہتر ہے۔ زر کاغذی کی فراہمی میں اس طریقے کو اختیار کرنے کی بالعموم اس وجہ سے رائے دی جاتی ہے اس سے وہ ذخیرہ زر جو استعمال میں رہتا ہے بہت بڑھ جاتا ہے اور قوم کی دولت وافر ہو جاتی ہے لیکن اس کے خلاف یہ بھی باسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ زر چلنی کے ذخیرے میں جیسے جیسے مٹتی ہوتی جائے گی اس کی قدر زائل ہوتی جائے گی۔ یہ صنعت کی ایک خاص حالت میں زر چلنی کے ایک مخصوص ذخیرے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر نوٹیں فی الحقیقت منسوبہ رقبہ اراضی یا کسی اور مادی شئے سے تبدیل پذیر ہوں تو ان کو کثرت کے ساتھ ادائیگے کے لئے پیش کیا جائے گا۔ پس یہ فرض کرنا کہ کرنسی کو ملک کی اراضیات کے ایک بڑے حصے کی مجموعی قدر کے ساتھ برابر رکھا جاسکتا ہے صرف ایک مہل بات ہے۔

۹۔ انتظامہ بذریعہ مبادلات خارجہ اس صدی کے اوائل میں جنگ کے اثر کڑیوں کی نظروں میں اس نظریہ کی بڑی وقعت تھی کہ

زر کاغذی کا انتظام صرف غیر ملکی تباہی کی شرح کے مطالعے سے باطن الوجہ ہوسکتا ہے یعنی جب ابھی شرح مبادلہ گھٹ جائے اور خام وحات کی برآمد سے یہ معلوم ہو کہ زر کاغذی کم قدر ہو گیا ہے تو فوراً نوٹوں کی اجرائی محدود کر دی جائے، چنانچہ شہور و معروف ملین رپورٹ کی مخالفت میں جو طریقے پیش کئے گئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا۔ اس مسئلے کے نائنٹا ہی مباحث کا خلاصہ سٹیمک لیڈ کی کتاب الموسوم بہ "بنکنگ" کی دوسری جلد کے نویں باب میں مل سکے گا۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ انتظام نہ کرنے سے غیر ملکی مبادلہ کے ذریعے انتظام کو ناضر و بہتر ہے لیکن اگر اس پر پوری طرح عمل کریں تو اس کے نتائج ٹھیک وہی ہوں گے جو طریقہ امانت سے حاصل ہوتے ہیں فرق یہی ہے کہ یہاں ان نتائج کو بالواسطہ اور دور کی راہ سے حاصل کیا جاتا ہے۔

۱۰۔ آزاد اجرائی | یہاں اور امریکہ میں ماہرین معاشیات کا ایک گروہ ایسا ہے جو اس معاملے میں پوری آزادی کا حامی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اگر ہر شخص جتنی نوٹیں چاہے جاری کر لے تو اس میں کوئی تباہی

نہیں بشرطیکہ اس کو اتنے نوٹ قبول کرنے والے بھی مل جائیں۔ اس کا نام انھوں نے آزاد نظام ساہوکاری رکھا ہے۔ لیکن یہ نام بالکل درست نہیں کیونکہ نوٹوں کا جاری کرنا کچھ ساہوکار کا منصب ضروری نہیں ہے چنانچہ انگلستان میں اکثر بنک ایسے ہیں جو سرے سے نوٹ جاری ہی نہیں کر سکتے۔ اس ضمن پر ہم آئندہ تفصیل سے بحث کریں گے یہاں اتنا اور کہہ دینا کافی ہے کہ غیر محدود اجرائی کے نظام میں ہر ساہوکار اپنی جاری کی ہوئی نوٹ کی ادائیگی کرنے پر قانونا مجبور کیا جاسکتا ہے لیکن اس غرض کی تکمیل کے لئے وہ کوئی مقررہ رقم بطور محفوظ رکھنے کا پابند نہیں ہوتا۔ محفوظ رکھنا بالکل اس کی مرضی پر منحصر ہے۔ بطور ایک عام قاعدے کے اس میں تو شک نہیں کہ ایسی نوٹوں کی ادائیگی ہوگی ضرور لیکن تجارت کے عظیم آماج حصہ ہاؤ کے مد نظر جوانوں و نونوں نسبت زیادہ نمایاں ہو رہے ہیں ایسے موقع بھی پیش آئیں گے کہ لوگ نوٹوں کی ادائیگی کے لئے ایک دم نوٹ پڑیں۔ تجربے سے ظاہر ہے کہ بعض اشخاص خوش قسمتی پر ضرورت سے زیادہ

بھروسہ کیا کرتے ہیں یقیناً یہ لوگ ایسے موقعوں پر باوجود اس کے کہ بالآخر ادا نہ کرنے کی نیت نہ رکھتے ہوں لیکن اپنے معاہدہ کی پابجائی سے قاصر رہیں گے۔

۱۱۔ طریق مساوات

غیر نقد پذیر زر کاغذی کے اجراء اور انتظام کو اگر بالکل یہ گورنمنٹ کے ہاتھوں میں رکھا جائے تو اس نظام کی بہت سی خرابیاں دور ہو جائیں گی مثلاً جو بھی یہ محسوس ہو کہ سونے کی قیمت کے

لحاظ سے زر کاغذی نارمل یعنی مساوات مقررہ سے کم قدر ہو رہا ہے تو نوٹوں کی اجرائی حسب ضرورت کم یا محدود کر دی جائے۔ اس تدبیر سے اس نظام کے بہت سے نقائص دور ہو جائیں گے۔ جب تک کہ نوٹیں ان طلائی نمکوں کے پہلو پہلو جن کے وہ برائے نام نیابت کرتی ہیں مساوات سے چلتی رہیں اس وقت تک وہ گویا نقد پذیر ہی متصور ہوں گی۔ فرانس اس اصول پر جنگ فرانس و پرتگال کی ابتدا سے اب تک نہایت کامیابی سے عمل کرتا رہا ہے اور باوجود اس ملک کی مالی اور سیاسی مشکلات کے یہ غیر نقد پذیر نوٹیں نصف یا زیادہ سے زیادہ ایک فیصد سے بڑھ کر گھٹیا نہ ہوئیں لیکن غیر نقد پذیر زر کاغذی کے اس طرح زیادہ گھٹیا نہ ہونے کی مثالیں شاذ ہی ملتی ہیں۔ انگلستان میں جب نقد کی ادائیاں محدود کر دی گئیں طلائی خرید و فروخت پچیس فیصد کی بڑھوتری سے ہونے لگی تھی۔ بریں ہم فاکس اور فان شارٹ اور دوسرے سربراہان و وہم عصر لوگ اسی پر اصرار کرتے رہے کہ زر کاغذی کو گھٹیا کہنا ایک یہودہ سی بات ہے العرض مضمون زر کے متعلق لوگوں کی عصبیت اس قدر لالچنی ہوتی ہے کہ اس کے انتظام کو کسی کی قوت تیز پر چھوڑ دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

۱۲۔ نقد پذیر بنادینا بہت سی صورتوں میں گورنمنٹوں نے نہ صرف ٹیکسوں کی ادائیگی میں نوٹ ادائیگی میں سرکاری قبول کرنا منظور کر کے بلکہ ان کے استعمال کو لازمی قرار دیکر اس کی اقتدار کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے چنانچہ بری حکومت نے پروانوں کی اجرائی کے وقت زر کاغذی کو ہستی سکوت کے عوض ایک مقررہ شرح سے قبول کیا اور یہ لازمی قرار دیدیا کہ کم از کم بیسواں حصہ ایسی ادائیگی کا نوٹوں کی شکل میں ہو۔ عہد انقلابی کے فرانسیسی پروانہ جات بھی سرکاری خزانوں پر قبول کر لئے جاتے تھے اس طریقے سے

اگر مندرجہ ذیل دو شرطوں کی پابندی کی جائے تو نوٹوں کی قدر برقرار رکھی جاسکتی ہے۔ اول تو یہ کہ خود ٹکس اور محصولات ایک مقررہ شرح سے عائد کئے جائیں۔ دوسرے نوٹوں کے اجرا کو ایک ایسی متناسب حد کے اندر رکھا جائے کہ اگر کوئی شخص نوٹوں کے عوض زرِ فلزی حاصل کرنا چاہے تو اس کو ایسا شخص بہ آسانی مل جائے جو ٹیکسوں کی ادائی کے لئے نوٹوں کا ضرورت مند ہو اور زرِ فلزی نوٹوں کے عوض دینے کے لئے آمادہ ہو لیکن عملاً ان شرائط کا بہ آسانی تکمیل پانا کچھ قرین قیاس نہیں نظر آتا۔

مالک متحدہ امریکہ کی گرین بیاک کرنسی کے متعلق یہ قرار دیا گیا تھا کہ وہ ملکی اسٹامپ کے عوض قبول کی جائیں اور بحرِ چٹکی کے محمولوں کے دیگر تمام محصولات اور ٹکسوں کی ادائی میں بعض مخصوص قوم کی حیثیت سے منظور کر لی جائیں لیکن محض اس وجہ سے کہ اس تدبیر سے کچھ نوٹ چلن سے اٹھائے جائیں ان کے گھٹیا ہونے کا معقول سد باب نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ پھر بہت جلد گورنمنٹ کے ضروری مصارف کے مد نظر ایک اضافے کے ساتھ چلن میں شامل ہو جاتے ہیں۔

بعض ملکوں میں تھوڑے پیمانے پر ڈاک کے ٹکٹوں کا بطور کرنسی استعمال ہو رہا ہے چنانچہ امریکہ کی جنگ کے ابتدائی زمانے میں ان کا بطور زرِ کسری کثرت سے استعمال ہوتا تھا اور انگلستان میں تو اب بھی یہ ایک مسئلہ زرا دانی تصور کئے جاتے ہیں کیونکہ اکثر عاملان سرِ رشتہ ڈاک ان کو ڈھائی فیصد گھٹوت کے ساتھ پھر خرید لیتے ہیں بشرطیکہ وہ دو یا زیادہ غیر منقطع ٹکٹوں کے پارچے کی شکل میں پیش کئے جائیں۔ اس باز خریدی کے قطع نظر بھی چونکہ اسٹامپ اتنی بڑی کثرت سے اتمال اور مشوخ ہوتے رہتے ہیں کہ باوجود بڑی سے بڑی زیادتی اور کثرت کے بھی ان کی قدر میں بہ شکل کوئی زوال ہو سکتا ہے اور چھوٹی رقوم مثلاً نصف پینی سے پانچ شلنگ تک کی ادائیاں ایسے ٹکٹوں کے ذریعے سے نہایت آسانی اور بغیر کسی صرفے کے عمل میں آسکتی ہیں لہذا اگر کسی وقت پینس کے بجائے کسی کوئی بے ٹکٹ دیدیے جائیں تو لینے والے کو پینس ویش یا تا مل نہیں ہوتا مگر ان ٹکٹوں کو اگر بڑے پیمانے پر چلایا جائے تو شاید ہی اس سے بدتر کوئی کرنسی ہو سکے۔

مقبولی نقد سرمایہ کی سخت ضرورت کے وقت باغی یا منصوبہ جنگ حکومتوں کے لئے دستاویزات کا اس وعدے سے جاری کرنا کہ استقلال کے بعد زر نقد ادا کر دیا جائے گا ایک عام اور پذیر می

سہولت بخش ذریعہ فراہمی سرمایہ کا ہے جب مدت کے لحاظ سے ان پرلو بھی دینے کا وعدہ کیا جائے تو ان کو تمسک نبھنا چاہیئے۔ کو سوتھ نے نیویارک میں ہنگری کے فنڈ کی فراہمی کے لئے جو نوٹ جاری کئے تھے وہ اسی نوعیت کے تھے۔ ان کی ادائیگی کا وعدہ خود مختار سلطنت ہنگری کے قیام پر مبنی تھا۔ مشہور و معروف اگر نہ بھی یہ حیثیت عارضی صدر جمہوریہ نگراگو اسی قسم کے تمسکات اپنی وسعت سے جاری کئے تھے لیکن اس قسم کی کر تسی کی سب سے بہترین مثال ریاستہائے متحدہ کی وہ باتیں ہیں جس کی ابتدائی اجرائیوں کے متعلق یہ قرار دیا جاتا ہے کہ ممالک متحدہ امریکہ سے صلح ہونے اور صلح نامہ کی توثیق ہو جانے کے چھ ماہ بعد ان کی ادائیگی عمل میں آئے گی۔ بعد کی اجرائیوں میں توثیق صلح نامہ کے بعد ایک سال کی مدت قرار پائی تھی۔

ایسی تمام دستاویزات کو غیر مشخصہ قدر کے وثائق طویل المدت تصور کرنا چاہئے۔ چونکہ جنگ کے زمانے میں لوگوں کے قومی جذبات غیر معتدل رہتے ہیں اس لئے ایسی دستاویزات رائج ہو جاتی ہیں اور کرنسی کی ضرورت کے مد نظر کچھ عرصے تک ان کا عام طور پر حلین بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن ان کی قدر میں بہت بڑے تغیرات ہوتے رہتے ہیں اور بالآخر ان کی ادائیگی ہونے کی مثال تو شاید ہی کہیں مل سکے۔

۱۴۔ غیر نقد پذیر بالآخر اب ہم اس بے نقاب زر کاغذی کی طرف رجوع ہوتے ہیں جس کو جاری کرتے وقت حکومت یہ حکم بھی جاری کر دیتی ہے کہ ان کا لین دین بھی مثل زر قانونی عمل میں آئے۔ یہ صورت زر کاغذی

میں ایسی غیر نقد پذیر کاغذی نوٹ یا توبہ طور نقد پذیر نوٹوں کے یا ان نوٹوں کی قایم مقامی کے لئے جاری کئے جاتے ہیں اور ہر حال ان پر زر کی تعداد درج ہوتی ہے مثلاً فرانس میں جو سو فرانک کے نوٹ ہیں ان پر یہ مبہم عبارت درج ہے

دبان پور سنٹ فرانکس (Bon pour cent francs)۔ بیوناس ایرس میں جرماکارہ
 روپی کے پرزے چلتے ہیں ان پر ان پیسو مانی ٹاکو ریٹ (Un Peso Moneda
 Corient) لکھا ہوا رہتا ہے جس سے اس زمانے کی یا دمازہ ہوتی ہے جب کہ
 پیسو ایک بھاری ستند سک تھا۔ باوجود اس کے کہ ایسے نوٹوں کی غیر نقد پذیری متفق
 ہو جاتی ہے مگر چونکہ لوگ ان کے استعمال کے عادی ہو جاتے ہیں یا اس خیال
 سے کہ آخر کوئی نہ کوئی زرا استعمال ہی کرنا ہے اور کوئی دوسرا زرموجود نہیں ہوتا ہی
 کا استعمال ہونے لگتا ہے اور اگر کوئی دوسرا زرموجود بھی ہے تو اس کو آئندہ کی
 منفعت یا آئندہ استعمال کرنے کی غرض سے ذخیرہ کر رکھتے ہیں۔ یہ بات کافی
 شہادت۔ سے ثابت کی جاسکتی ہے کہ اگر غیر نقد پذیر زر کاغذی کی مقدار احتیاط
 کے ساتھ محدود رکھی جائے تو اس کی قدر برقرار رہ سکتی ہے جیسا کہ ۱۹۷۱ء میں
 بینک آف انگلینڈ کی نقد ادائی بند کردینے کے بعد بھی نوٹوں کی قدر برقرار
 رہی یا جیسی کہ فرانس کی موجودہ نوٹوں کی حالت ہے۔

غیر نقد پذیر زر کاغذی پر حسب ذیل دو اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔
 ایک تو یہ کہ اس میں ضرورت سے زیادہ اجرائی کی تحریکیں وترغیب ہوتی ہے
 جس سے نوٹوں کی قدر میں زوال پیدا ہوتا ہے دوسرے یہ کہ بلحاظ ضروریات تہاوت
 اس کی مقدار میں کمی بیشی کرنا ناممکن ہے۔

زر کاغذی کی ضرورت سے زیادہ اجرائی

زر کاغذی کی غیر ضروری اجرائی کے (جس سے تقریباً ہمیشہ
 نقد پذیری کی ضرورت قانونی ہی مفقود ہو جاتی ہے) قصہ پایہ
 کا اعادہ بیکار سا معلوم ہوتا ہے۔ چند جدید تو آبا و ائیت برطانیہ
 کے سواٹے شاید ہی کوئی ایسا متحدہ ملک ہو گا جس کو زر کاغذی
 کے تباہ کن اثرات سے کبھی نہ کبھی دوچار نہ ہونا پڑا ہو۔ روس میں تو گھٹیا زر کاغذی
 کوئی سو سال تک چلتا رہا اس کی تفصیلی سرگزشت یم اوکوسکی کی تصنیف الموسوم
 بے مالیات روسیہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ بارہا شاہی خزانے کے ذریعے سے اس
 زر کاغذی کی اجرائی کو محدود کیا گیا لیکن ہر لڑائی کے موقع پر اس کی اجرائی فزون تر
 ہوتی گئی۔ انکی۔ اسٹریا اور ممالک متحدہ ایسے ممالک ہیں جہاں بڑے بڑے

ماہرین معاشیات اس معاملے میں رہنمائی کر سکتے ہیں لیکن ان ملکوں میں بھی لوگ غیر نقد پذیر زر کا غدی کے مضر اثرات کی دستبرد سے محفوظ نہیں ہیں نیو انگلینڈ اور بعض دوسری ان ریاستوں کے ابتدائی زمانے میں جو اسٹاٹ امریکی کے نام سے موسوم ہیں زر کا غدی رائج اور منتج بہت باہمی ہوتا رہا جس کے تفصیلی حالات پروفیسر سمٹس کی جدید و لچسپ کتاب تاریخ زر امریکی میں پڑھے جاسکتے ہیں۔ ان نتائج سے بعض بڑے مدبرین نے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا چنانچہ ویسٹ نے اس باب میں جو اظہار خیال کیا تھا وہ ہرگز مجھولنے کے قابل نہیں۔ زر کا غدی کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتا ہے کہ اس بلا سے ہم نے آٹھ دن محنتیں برداشت کی ہیں۔ دوسرے تمام مصائب ان کا پاسنگ بھی نہیں۔ ہمارے دشمنوں کے آلات حرب اور چالبازیوں نے بھی اتنی مصیبت نہیں ڈھائی اور نہ ہمارے بہترین مفاد ملی میں اس قدر ابتری پھیلانی ہے۔“

بقول پروفیسر گراہم غیر نقد پذیر زر کا غدی کی اجرائی کی اکثر اس وجہ سے سفارش کی جاتی ہے کہ گورنمنٹ کے مالیات کی نازک اور مایوس کن حالت میں لوگوں سے جبریہ قرض لینے کا یہ ایک سہل ترین طریقہ ہے۔ گویہ بالکل صحیح ہے کہ اس ترکیب سے نہایت آسانی کے ساتھ لوگوں سے روپیہ اینٹھا جاسکتا ہے اور گورنمنٹ کے قرضہ جات میں کمی ہو سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی پر عام مقروض بھی اپنے قرض خواہ سے ایک جبری حصہ لینے کے قابل ہو جاتا ہے ایسی گورنمنٹ کی مالیت یقیناً نہایت بے اس انگیز ہے جو اس طرح ان تمام معاشرتی معاہدات اور تعلقات کے رشتے کو توڑنے کی جرأت کرتی ہے جن کا قیام گورنمنٹ کی اصل غرض و غایت ہونی چاہئے۔

زر کا غدی میں غیر تبدیل پذیر زر کا غدی پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ تجارت لچک کا فقدان کی فطرتی عمل کے لحاظ سے اس کی مقدار میں کمی بیشی نہیں کی جاسکتی نہ تو کوئی اس کو سکوں کی طرح درآمد کر سکتا ہے اور نہ کسی سے بجز گورنمنٹ یا مقتدر بینکوں کے اس کی مزید اجرائی یا متیخ ہو سکتی ہے اس لئے تجارت کی جب گرم بازاری ہوتی ہے تو سوائے گورنمنٹ کے

حکم کے ذریعہ چلنی کی مطلوبہ مقدار کی فراہمی ہونے لگتی اور اگر فراہمی ہونے کے بعد یہ چلن میں آجائے تو کساد بازاری کے وقت اس کی بہتات اور بے قدری ہو جاتی ہے۔ گورنمنٹ کے باخبر سے باخبر صیغے پر بھی یہ اعتماد نہیں کیا جاسکتا کہ وہ دانش مندی اور غیر جانبداری سے اس کا صحیح اندازہ کرے گا کہ زر کی کس قدر ضرورت ہے مثل دیگر تمام اشیاء کے زر کی فراہمی بھی قوانین طلب و رسد کے آزاد عمل کے لحاظ سے ہونی چاہئے۔

بعض حضرات یوں بحث کرتے ہیں کہ زر کا غذی کا بطور دیسی کرنسی رہتا مناسب اور ضروری ہے چونکہ وہ ملک کے باہر نہیں جاسکتی اس لئے دیسی تجارت کے خلل انداز اثرات سے محفوظ رہے گی لیکن لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ دیسی اور بدیسی تجارت میں باہم چولی دامن کا ساتھ ہے اور تا وقتیکہ دیسی تجارت بالکل مسدود نہ ہو جائے ان میں جدائی ممکن نہیں۔ اگر دو ملک رشتہ تجارت قائم رکھنا چاہتے ہیں تو قیمتی وعاتیں ہی بین الاقوامی ذریعہ مبادلہ باقی رہیں گی اور اسی سے رقوم واجب الادا کا تصفیہ ہو گا اس لئے ہر تاجر کو مال کی فرمائش وارسال اور فروخت کرتے وقت ان کی قیمت زر کا غذی کا نہیں بلکہ طلائی یا نقدی قیمت کا جو فی الحال واجب الادا ہوگی لحاظ رکھنا ہو گا۔ الغرض سونا اور چاندی بطور حقیقی معیار قدر کے قائم ہیں اور تغیر پذیر زر کا غذی محض ایک مزید اصطلاح موازنہ ہے جس سے پیچیدگی پیدا ہوتی ہے۔



انیسواں باب

دستاویزات اعتمادی

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اعتماد سکوں کا قائم مقام ہو سکتا ہے اور ذریعہ طینی کی توفیر کے لئے اگر وثائق اعتمادی اور دستاویزات مواعیدی کافی تعداد میں چھاپ لئے جائیں تو کام چل جاتا ہے اس مبہم ادعا سے مسئلہ زر ایک پر اسرار معہ بن گیا ہے۔ اعتماد کے متعلق تو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے بڑے عجیب العقول کام نکلے ہیں اور جائدا و دو چند ستہ چند ہو جاتی ہے لیکن اگر اس کی نوعیت کا تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت افکار ہوتی ہے کہ اعتماد محض ادائی کی برائندگی کا نام ہے مثلاً اگر میں اپنے قرض خواہ کو اس بات پر راضی کر لوں کہ وہ مجھ سے اپنی واجب الادا رقم کو ایک ماہ کے بعد وصول کرے تو میں گویا اپنے قرض خواہ سے اعتماد حاصل کرتا ہوں اسی طرح اگر میں نے اپنے مقروض کو ادائی زیون کے لئے مہلت دی تو گویا میں نے اس کو اپنا اعتماد دیا۔ پروفیسر لاک نے ان الفاظ میں اعتماد کی نہایت صحیح تعریف کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک محدود مدت میں زر کی ادائی کی توقع ہی اعتماد ہے۔

اس میں شک نہیں کہ قرضے کی بہ لحاظ نوعیت و مقدار اشیا بہت سی قسمیں ہو سکتی ہیں مثلاً قرضہ غلہ۔ آہن خام۔ روغن نارجیل کپاس یا دیگر پیداوار خام وغیرہ ہر چیز کی بابت ہو سکتا ہے لیکن قرض میں عموماً صرف زر قانونی ہی کے بھی قرضے کا مفہوم داخل سمجھا گیا ہے۔

میزان اعتماد | اعتماد کی مقدار کے ٹھیک اندازے کے لئے خواہ وہ دادنی ہو یا یافتنی اور قرض کی موجودہ قدر کا تخمینہ کر سکتے وقت کم رقم پانچ باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

- ۱۔ مقدار زبرد واجب الوصول -
 - ۲۔ مدت تخمینہ جوائی کے لئے درکار ہے -
 - ۳۔ رقم کے بالآخر ادا ہونے کا اطمینان
 - ۴۔ شرح سود جو اس وقفے میں عائد ہوگی -
 - ۵۔ قانونی ذمہ داریاں جو اس کی وجہ سے پیدا یا وارد ہوں -
- کرٹنی کے مصنفین اکثر تمام قسموں کی دستاویزات اعتماد کی کو خلط ملط کر دیا کرتے ہیں اور اس بات کا بالکل خیال نہیں رکھا جاتا کہ متحرک سے قانونی یا رواجی فرق کی وجہ سے کیسے اچھے نتائج پیدا ہو جاتے ہیں۔ گو ہر قسم کے وعدہ ادائیگی کے کچھ نہ کچھ قدر ضرور ہوتی ہے لیکن یہ امر کہ یہ قدر کس حد تک مبادلے کی سہولت کے مد نظر کارآمد ہوگی بہت کچھ موقعی حالات پر منحصر ہے۔

بنک نوٹ | جس چیز کو ہم بینک نوٹ کے نام سے موسوم کرتے ہیں وہ کسی ساہوکار کا جاری کیا ہوا پرامیٹری نوٹ ہوتا ہے اور ساہوکار رقم مندرجہ عندالمطالبہ پیش کنندہ کو فوراً ادا کرنے کا پابند ہوتا ہے کسی اور شخص کو حوالہ کر دینے سے اس نوٹ کی ملکیت بھی منتقل ہو جاتی ہے۔ بینکوں کے قابض کی طرح اس کا قابض بھی بادی النظر میں اس کا مالک تصور ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ہر وقت بغیر کسی تحقیق اور پس و پیش کے ادائیگی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اور نوٹ کی پیش سازی پر اگر ساہوکار رقم ادا کرنے سے قاصر رہے تو ان اشخاص پر جن کے مابین نوٹ منتقل ہوتا رہا ہے کوئی قانونی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اسی وجہ سے بینک نوٹ دیون کی ادائیگی اور قرضوں کی مبادیاتی میں زرفلزی کی طرح منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اور یہ خصوصیت نہایت قابل غور ہے کہ ان پرامیٹری نوٹوں پر کوئی سود لیا دیا نہیں جاتا۔ اور تا وقتیکہ اس کو بالآخر ادائیگی میں کوئی شبہ نہ ہو اس کی خرید و فروخت میں بھی کوئی گھٹاٹ عائد نہیں کی جاتی۔ اسی لئے نوٹ کے قابض

کو بھی زر فلزاتی کے قابض کی طرح نوٹ کو اٹھا رکھنے میں کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا البتہ آئندہ کے مصارف کے خیال سے رکھ چھوڑا جائے تو وہ اور بات ہے لیکن اگر کسی کے پاس ہفتہ دو ہفتے کی ضروریات متوقعہ سے زیادہ رقم کے نوٹ ہوں تو بہتر یہی ہے کہ کسی بینک میں امانت رکھو ادھے جائیں جہاں وہ زیادہ محفوظ رہنے کے علاوہ سود بھی پیدا کریں گے۔

القسم نوٹوں میں بھی سکوں کی طرح بجز اس قلیل مقدار کے جو چکر ضروریات کے لئے رکھ چھوڑے جائیں ہمیشہ چلن میں رہنے کا فطری میلان پایا جاتا ہے۔

چک ایک ساہوکار کے نام ایک حکم ہوتا ہے جس میں ہدایت لکھی جاتی ہے کہ حامل کو عند المطلب رقم مندرجہ اوپر دی جائے۔

بینک نوٹ کی طرح اس پر بھی کوئی سود نہیں دیا جاتا اور وہ بہ آسانی بلا پس پیش دست بہت منتقل ہوتا رہتا ہے۔ اور بادی النظر میں قابض ہی اس کا مالک تصور کیا جاتا ہے۔ چک جاری کرنے والے اور نیز اس بینک کی ساکھ میں جن کے نام چک جاری ہوا ہو اگر بے اطمینانی نہ ہو تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ باعتبار زرنیا جی اس کو بینک نوٹ کے مقابلے میں کمتر سمجھا جائے۔ اگر فرق ہے تو اسی قدر کہ چک اکثر چھوٹی رقم کے لئے جاری ہوتے ہیں مگر بعض مقامات پر زرنیا جی کی طرح ان کا استعمال ہوتا رہا ہے چنانچہ کونشن لینڈ میں سکون اور نوٹوں کی عدم موجودگی میں اب بھی وہاں کے لوگ مزدوروں کو اجرت کی ادائیگی میں تھوڑی رقموں کے بینک چک دیا کرتے ہیں اور ان کو گوداموں پر بھی لینے میں کوئی تاثر نہیں کیا جاتا اس طرح گویا وہ اس نوآبادی میں ایک ذریعہ چلنی بن گئے ہیں۔ لیکن چکوں کے اسطورہ مستعمل ہونے میں بعض بدیہی تباہتیں ہیں۔ تمام بینکوں کے مختلف نمونہ جات چک اور اجرا کنندگان کی ساکھ اور تحفظ سے ہر شخص کا پوری طرح واقف ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ان کے باقاعدہ ہونے کے متعلق تحقیق اور کافی اطمینان کئے بغیر عوام الناس اگر روزانہ ان کو لیتے دیتے رہیں تو دغا اور فریب کے لئے بڑی سہولت پیدا ہو جائے گی۔ اور جلساڑی تو نہایت آسان ہوگی لیکن اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ چک بک لیکر چکوں کی خانہ پری کو کے ساہو کے پاس جس قدر رقم جمع کی گئی ہے اس سے زیادہ

برداشت کر لینا زیادہ بہتر اور سہل ہو گا اگر اسی لئے ہر شخص جو ایک چک کو قبول کرتا ہے وہ گویا جاری کنندہ کے فریب یا دیوالیہ ہونے کی جو قہم لیتا ہے ماسوا اس کے جس بینک کے نام چک جاری ہوتا ہے اس کے بھی دیوالیہ ہو جانے کا امکان ہے یہ ایک مسلک مسئلہ قانونی ہے اور اس سے ہر شخص بخوبی واقف ہے کہ چک کا قابض اگر اس کو ایک معقول مدت کے اندر یعنی اجرائی کے دوسرے روز کے کاروبار کے بند ہونے سے پیشتر پیش کر کے رقم حاصل نہ کر لے اور اس عرصے میں اگر اتفاق سے اس بینک کا دیوالہ نکل جائے تو جاری کنندہ پر پھر اس کو کوئی حق باقی نہیں رہتا۔ اس کی بدیہی وجہ یہ ہے کہ اجرا کنندہ بھی اپنی اس امانت سے ایسی صورت میں محروم ہو جاتا ہے جو اس نے چک کی ادائیگی کے لئے بینک میں رکھ چھوڑی تھی پس قابض چک کی غفلت سے اجرا کنندہ کا نقصان کیوں ہو۔

اس قانون اور دیگر قیود کا ایک عمدہ نتیجہ یہ ہے کہ اس ملک میں زر کی جگہ چکوں کی گردش نہیں ہوتی اور وہ وصول ہونے کے ایک دو روز بعد ہی ادائیگی کے لئے پیش کر دئے جاتے ہیں اس لئے استعمال میں ان کی حیثیت ایک ذریعہ اتعال زر کی سی ہے جن کا اعتماد چنداں طویل المدت نہیں خیال کیا جاتا معمولی چک کو زیادہ مدت تک رکھ چھوڑنے میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ اس پر سود نہیں ملتا برخلاف اس کے اس کو اٹھار گھنٹے میں نقصان ہی کا احتمال ہے۔ چک کے قابض کے لئے اس کو فوراً پیش کر کے بینک نوٹ یا سکے حاصل کرنے میں بجز اس ننھوڑی زحمت کے جو پیش کرتے ہیں ہوا اور کوئی امر مانع نہیں ہے۔ گو اس بدل پر بھی سود نہیں ملتا لیکن وہ زیادہ محفوظ ہے۔ اس سے بھی بہتر یہ ہو گا کہ وہ اس رقم کو اپنے ساہو کے ہاں امانت رکھوا دے تاکہ اس وقفے میں اس کو ننھوڑا بہت سود بھی ملتا رہے جب کسی کو دینے کے لئے رقم کی ضرورت محسوس ہو تو وہ خود بھی چک جاری کر کے ادائی کر دے سکے گا یہی طریقہ تجربے سے بھی نہایت تشفی بخش معلوم ہوتا ہے۔ بہ نسبت اور صورتوں کے کسی معتبر ساہو کی امانت میں رقم زیادہ محفوظ رہنے کے علاوہ ہر وقت آسانی سے ہمدست ہو سکتی ہے اور ہمیشہ کچھ نہ کچھ سود بھی ملتا رہتا ہے اسی طریقے کی بنا پر جلد ادائیگوں کا ایک وسیع نظام قائم کیا گیا ہے جس کا ذکر ہم دوسرے باب میں بعنوان چک و نظام تصفیہ حسابات تفصیل کے ساتھ کریں گے۔

چکیوں کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ بنکر وں کے چک وہ چک ہوتے ہیں جو ایک ساہو دو سرے کے نام جاری کرتا ہے اور بطور ذریعہ ادائیگی ان سے کام لیا جاتا ہے۔ اگر وہ نوں ساہو کاروں کی ساکھ اچھی ہے اور فارم و تحفظ میں شیعہ کی گنجائش نہ ہو تو بہ حیثیت زرنیا تہی ایسے چک بنک نوٹوں سے کسی طرح کتر نہیں معلوم ہوتے اور اگر وہ معتبر اور مشہور معروف بنک سہولت بخش اور سالم رقموں کے چک ایک دو سرے کے نام جاری کرنے کا بند و بست کر کے گا بکوں کو دیتے رہیں تو اس طریقے سے نوٹوں کی غیر محدود ادائیگی کے خلاف جو قانون ہے اس سے بہ آسانی گریز کیا جاسکتا ہے لیکن عادت کی قوت اور قانون کی عظمت کا اثر یہ ہے کہ کوئی اس کی کوشش یا ارادہ ہی نہیں کرتا اور یہ چک بھی سہولی چکیوں کی طرح بغور وصول ادائیگی کے لئے پیش کر دیتے جاتے ہیں۔

ساہو وں کے چک سے بھی بڑھ کر ”مصدقہ چک“ جو نیو یارک کی تجارت میں چلتے ہیں بنک نوٹوں سے مماثل ہیں۔ کیونکہ ان چکیوں پر وہ ساہو جن کے نام چک جاری ہوتا ہے ایک مخصوص نشان بنا دیتے ہیں جس کا نشان یہ ہے کہ پیش سازی پر ان کی ادائیگی ہر حال ہوگی اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ تصدیق کنندہ کی اجرا کنندہ کے پاس کچھ رقم اس غرض سے رکھی ہوئی رہتی ہے یا وہ اپنی ذاتی ساکھ پر اطمینان دلا دیتا ہے کہ کسی صورت میں اس چک کی ادائیگی میں تاخیر نہ کیا جائے گا۔ یہ چک فی الحقیقت ساہو وں کے پرائمری نوٹ ہوتے ہیں اور مجھے تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ بنک نوٹوں کی طرح ان کا بھی آزادی کے ساتھ کیوں چلن نہ ہو۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ چھوٹی رقموں کے ہوتے ہیں اور مجلس سازی کے سد باب کا ان میں کوئی ٹھیک نظام نہیں ہے۔ چک بنک کے چکیوں کا بھی یہی حال ہے جن کا تفصیلی ذکر آئندہ کیا جائیگا۔ مصدقہ چکیوں کی طرح ان کی ادائیگی کے لئے بھی پہلے سے رقم امانت رکھی جاتی ہے۔ آج کل تو چکیوں کی رقم بجائے حاملوں کو ادا کرنے کے مالکوں کی فرمائش پر ادا کرنے کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے۔ چک پر ایک آڑا خط کھینچ دیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی پیش سازی صرف بنکر ہی کے توسط سے ہونی چاہئے اور فرمائش کی تعمیل اس صاف و صریح ہدایت سے ہو سکتی ہے جس کی رو سے

حاصل چاک ادائیگی کا مستحق ہو جاتا ہے لیکن ایسی ہدایتی تحریر میں بھی مجلسداری کا امکان باقی رہ جاتا ہے جس کی بابت و قیق قانونی مسئلے پیدا ہو گئے ہیں چکوں پر جوائے خطوط کھینچے جاتے ہیں ان کی وجہ سے چکوں کے عام طور پر لئے دئے جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا ہوتی لیکن جب ان پر خاص اسی غرض سے آئے خطوط کھینچے جاتے ہیں کہ ان کی ادائیگی کسی خاص بینک کے توسط سے عمل میں آئے تو عملاً ایسے چکوں کی حیثیت اس حکم کے محال ہو جاتی ہے جو بینک کے کسی خاص کھاتہ دار کو وصولی کے لئے دیا گیا ہو اور جس میں رقم وصول طلب کی بھی صراحت کر دی گئی ہو۔

ہنڈیاں ہنڈی ایک ایسا حکم ہے جس کے ذریعے سے قابض قانونی کو ایک مقررہ تاریخ پر رقم واجب الادا ہوتی ہے ہنڈی اگر ورثشی ہو تو اس میں اور چیک یا برسات میں بجز اس کے اور کوئی فرق نہیں ہوتا کہ یہ بالعموم بجائے شہور عام ساہوکاروں کے کم ساکھ والے لوگوں کے نام جاری ہو اکر تی ہے۔ ہنڈی کے ورثشی نہ ہونے کی صورت میں تاریخ ادائی و تاریخ اجرائی کے مابین ایک دو یا زیادہ دن کا وقفہ ہو سکتا ہے اور ادائیگی کی مقررہ تاریخ سے پہلے رقم کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی وجہ سے ہنڈی پر ہمیشہ یا تو سو وقفہ رکھا جاتا ہے یا وہ ایسی گھنٹ پر خریدی جاتی ہے کہ مدت مقررہ کے ختم ہونے تک اس کو رکھ چھوڑنے میں سود کا کوئی نقصان نہیں ہوتا اور نقصان کی ذمہ داری کا اندازہ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ درمیان مدت کی شرح سود کا بھی لحاظ رکھا جائے اس لئے ہنڈی کی قدر بے شمار حالات کے لحاظ سے اختلاف پذیر ہو سکتی ہے اگرچہ کہ ہنڈیاں دہنی جوگ بھی ہو سکتی ہیں لیکن بطور ایک عام قاعدے کے وہ نام جوگ ہی ہوتی ہیں اور شرح انتقال درج کر کے کسی اور کے حوالے کر دینے سے منتقل کی جاسکتی ہیں اس لئے شخص جس کا ہنڈی سے تعلق ہو ایک ذمہ داری اپنے اوپر عائد کرتا ہے اور یہ ذمہ داری اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک کہ ہنڈی بالآخر سکری نہ جائے اس لئے زمسکوک کے دجس پر سو نہیں دیا جاتا اور جس کو قرض کی ادائیگی میں دینے سے بجائے ذمہ داری کے عائد ہونے کے ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے اور ہنڈی کے درمیان اکثر باتوں کے لحاظ سے

فرق ہو سکتا ہے۔

دستاویزات سود اور یہ ایک عجیب اور حیرت کی بات ہے کہ چند ہی مصنفین کرنسی نے سودی و غیر سودی و دستاویزات تجارتی کے باہمی فرق کو واضح کیا ہے حالانکہ اسی پر ان کے زرنیا بتی ہونے کا دار و مدار ہے کیونکہ زر مسکوک کی یہ ایک لازمی خصوصیت ہے کہ حسیب یا تجوری میں ڈال رکھنے سے اس پر کوئی منافع حاصل نہیں ہوتا مثلاً اس اگر اپنے قرضہ جات کی ادائیگی کے مد نظر زر نقد اپنے پاس تیار رکھنے پر مجبور ہو جاؤں تو مجھے اس منافع سے محروم ہونا پڑے گا جو اس کو تمسکات ہندوی یا مدت سرکاری میں نفع پر لگانے سے یا بینک میں امانت رکھوانے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اسلئے زر کو ایک ایسی شے سمجھنا چاہئے و قول شیوہ میر ہمشہ کالت طلب درسد ہتی ہے ہر شخص ہمیشہ اس کو شش میں لگا رہتا ہے کہ کوئی منفعت بخش معاملہ کر کے اس کو اپنے پاس سے ملے کرے اور حتی الامکان کم مقدار اپنے پاس رکھے۔ یہی حالت زیادہ صحیح طور پر بینک فوڈوں۔ چکوں۔ کرنسی نوٹوں و رشتہ ہندویوں اور بعض دیگر اقسام دستاویزات کی ہے جن پر عند الطلب واجب الادا ہونے کے باعث سود نہیں ملتا خصوصیات تو ان دستاویزات میں سکوں ہی کی پائی جاتی ہیں اور رقم بھی حتی الامکان کم اور سہولت بخش رکھی جاتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ادائیگی کے متعلقہ ہونے کا امکان ہے اور ان کے قیاب کا قانونی مشکلات پیش جانا غیر متوقع نہیں۔ اس کے برعکس سودی دستاویزات کی رقمیں بڑی سے بڑی ممکن مقدار میں ہوتی ہیں کیونکہ ان کو جتنی زیادہ مدت رکھ چھوڑ و اتنا ہی زیادہ سود ملے گا۔ چنانچہ ہر کامیاب ساہو کے کاروبار کی یہ ایک خاص شاخ ہوتی ہے کہ اس کا صندوق عمدہ ہندویوں کے ذخیرے سے بھرا رہے۔ کیونکہ اس سے پتا چلتا ہے کہ سرمایہ منفعت بخش کاموں میں لگایا گیا ہے۔ عام کمپنیوں اور متحدہ جماعتوں کے تمسکات اور سرکاری تمسکوں میں سوائے اس کے اور کوئی فرق نہیں ہے کہ سرکاری تمسکات نہایت طویل اور ناقابل اختتام مدت کے ہوتے ہیں اور ان پر سود مقررہ و قفوں پر ملا کر تاہتے یہ تمسکات گویا اس بات کا وثیقہ ہوتے ہیں کہ سرمایہ مستقل کاروبار میں لگا ہوا ہے جو لوگ سرمایے کو منفعت پر لگانا چاہتے ہیں وہ ان وثائق کو جائدہ کی طرح اپنے پاس رکھتے ہیں۔ پس نہ صرف یہ کہ یہ زر کے قائم مقام نہیں ہیں بلکہ ان کے ہتمال سے

زرا کا استعمال لازم آتا ہے۔ کیونکہ پہلی معاملت پر زرا ہی ادا کیا گیا ہو گا اور ادائیگی بھی مقررہ مبادعوں پر بتدریج زرا ہی میں ہوگی۔

بعض لوگ جو ہمیشہ نیت نئی تجویزیں پیش کرنے کے عادی ہوتے ہیں وقتاً فوقتاً اس بات پر زور دیتے رہے ہیں کہ مہولی کرنسی کے علاوہ ایک سودی کرنسی بھی چلن میں رکھنی چاہئے چنانچہ فرانسیسی پروانہ جات کا جو پہلے مختصر اجراء ہوا تھا وہ سودی ہی تھے اور تقریباً بارہ سال پہلے امریکہ کی حکومت نے اس کی آزمائش اور تجربہ کیا تھا لیکن جلد ہی اس کو چھوڑ دیا۔ بعض لوگوں کی یہ تجویز ہے کہ کل قومی قرضے کو زمین مسکو کر لیا جائے تو اس سے یہ ہو گا کہ جہاں اب ملک میں زرا کا غذی و فلزی کی مقدار ایک سو ساٹھ ملین ہے اس میں اضافہ ہو کہ کم و بیش ایک ہزار ملین کی کرنسی ہو جائیگی۔ اسی کے مد نظر مسٹری ہل نے ایک بینک نوٹ کا نمونہ بھی شائع کیا ہے جس سے قابض کا عند المطالبہ سو پونڈ ملین گے۔ اور پیش ہونے تک ۱۳ فی صد کی شرح سے سود بھی ملے گا سود کا حساب فارم کی پشت ہی پر درج رہا کرے گا لیکن مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسے نوٹوں کا جاری کرنا کسی گورنمنٹ سے نہ ہو سکے گا کیونکہ اس زمانے میں جب کہ چالو شرح سود ۱۳ فی صد سے بڑھ جائے تو ان نوٹوں کی قدر گھٹ جائے گی اور ان کو ادائیگی کے لئے پیش کرنا باعث منفعیت ہو گا پس جو گورنمنٹ ایسے نوٹ جاری کرے اس کو ان کی ادائیگی کے لئے ہمیشہ زرا نقد کا ذخیرہ محفوظ رکھنا ہو گا اور سود بھی علیحدہ دینا ہی پڑے گا اس پر طرہ یہ کہ گورنمنٹ ذخیرہ محفوظ کے سود کا خسارہ علیحدہ برداشت کرے گی۔

انگریزی حکومت نے تو قومی قرضے کو تاجدار مکان انتقال پذیر بنا دیا ہے چنانچہ قانون نشان ۳۳-۳۴ و کٹوریا بائی کی رو سے صداقت نامہ جات اسٹاک کے اجراء کی اجازت دیدی گئی ہے۔ یہ صداقت نامے امریکہ اور دوسرے ملکوں کی حکومت کے تمککات کی نوعیت کے ہوتے ہیں اور ان پر سود کی ادائیگی کے لئے کوپن بھی منسلک رہتا ہے اور جب ان پر کسی کا نام درج نہ ہو تو شل بینک نوٹوں کے دست بدست منتقل کئے جا سکتے ہیں۔ ان کو تین فی صدی کے سالیانوں یا پچاس سے زیادہ اور ہزار سے کم پونڈ کی سالمہ رقومات کے تبادلے میں جاری کیا جاتا ہے

اور جب سالیانے کا حق کرنسی کی طرح درست بدست منتقل ہو سکتا ہے تو پھر ان صداقت نامہ جات کے اسی طرح منتقل ہونے میں کون امر مانع ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان صداقت نامہ جات کے لئے ہمیشہ کچھ ایسی زیادہ مانگ نہیں رہی ہے میری دانست میں ان کا استعمال چند ایسے ساہوکار اور وہ لوگ کرتے ہیں جن کو اپنی رقمیں تھوڑی مدتوں کے لئے منفعت پر لگانا پڑتی ہیں اور جو ان کے استعمال سے منتقلی کے مصارف بچا سکتے ہیں ورنہ عام طور پر لوگ بینک آف انگلینڈ کے کمانوں میں اپنے اسٹاک کی رجسٹری کر دینے کے پرانے طریقے ہی کو ترجیح دیتے نظر آتے ہیں۔

زر کی تعریف | اصطلاح زر کی تعریف کی کوششوں میں بہت کچھ طبع آزمائی کی گئی ہے اور اس مسئلے میں کہ کن اقسام کی دستاویزات اعتمادی کو اس میں شامل کیا جاسکتا ہے بڑی الجھن پیدا ہو گئی ہے۔ پورے وزن کا مستند قانونی مسئلہ تو بلاشبک وشبہ زد ہے اور چونکہ نقد پذیر بینک نوٹ بھی زر قانونی ہیں اس لئے وہ بھی ٹھیک اس زر کے مماثل ہیں جن سے ان کا ہر وقت مبادلہ ہوتا ہے اس لئے ہمیشہ ان کو بھی مفہوم زر میں داخل تصور کیا گیا ہے۔ لیکن کیا غیر نقد پذیر نوٹوں پر جو ہمیشہ قانون کے زور پر چلتے ہیں اور ملک کے اندرونی کاروبار تجارت میں تمام اعمال زر کو انجام دیتے ہیں زر کا اطلاق نہیں ہو سکتا؟ پھر یہ بھی سوال ہو گا کہ کیا چک بھی زر کی طرح عمدہ نہیں ہیں؟

تعریف زر کے متعلق یہ تمام کم و کاوش میری رائے میں تو اس منطقی غلط فہمی پر مبنی معلوم ہوتی ہے کہ کسی لفظ کے معنوں کا تصفیہ کر کے گویا ہم بہت سی مختلف النوع چیزوں کے گونا گوں خصوصیات اور مختلف حالات کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ دھات۔ سکے۔ مستند۔ سکے۔ وضعی نقد پذیر۔ وغیرہ نقد پذیر نوٹ۔ زر قانونی و زر غیر قانونی۔ ہر طرح کے چک اور تجارتی ہنڈیاں۔ دارالمال کی برائیاں اور اسٹاک کے وثائق یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو قرض کی ادائیگی میں قبول کی جاسکتی ہیں بشرطیکہ داین و مدیون اس پر رضامند ہوں اگر ہم ان میں سے بعض کو زر کہیں اور بعض کو زر نہ کہیں تو اس سے کچھ ان کے قانونی اور معاشیاتی پیچیدہ اختلافات رفع نہیں ہو جائے ظاہر ہے کہ دھات سکے نہیں ہے لیکن ہر وقت بغیر کسی وقت کے سکوں میں منتقل ہو سکتی ہے اور

بدیسی ادائیاں بھی اس کے ذریعے سے سکوں کی طرح عمل میں آجاتی ہیں۔ آئیے سکہ جات یعنی گومستندہ سکے نہیں اور نہ ان سے غیر ملکی ادائیاں ہو سکتی ہیں لیکن یہ بھی نقطہ پر غور کی جاتی ہے کہ حد تک زر قانونی ہی ہیں اور ہر وقت بغیر کسی دقت یا تھکان کے مستند سکوں کے عوض بدلے جاسکتے ہیں۔ بینک آف انگلینڈ کا نوٹ بھی سکہ نہیں ہے لیکن جو لوگ بینک کے قریب رہتے ہیں وہ ہر وقت بھنا کر نقد حاصل کر سکتے ہیں اور سب لوگ اس کو سکے کے مساوی تسلیم کر کے قبول کر لیتے ہیں۔ اسی طرح چک بھی اگرچہ کہ وہ سکہ نہیں لیکن عندالمطالبہ سکے کی ادائی کا حکم ہوتا ہے اور اس کی قدر ادا کنندہ کی ساکھ اور اعتبار پر مبنی رہتی ہے سکاری ہوئی ہنڈیاں بزمانہ آئندہ ایک مقررہ تاریخ پر سکوں کی ادائی کا وعدہ ہوتی ہیں اور سکارو کے ادا نہ کرنے کی وجہ حکم ہے اسے نظر انداز کر دیا جائے تو گویا وہ زربرائندہ ہیں۔ مستقل اسٹاک کے وثیقے کا قابض ایک سال یا بے کا حق رکھتا ہے اور اسے ہر سہ ماہی پر نقد رقم ملتی رہتی ہے۔ القصد جہاں سے ہم چلے تھے وہیں پھر واپس آنے ہیں یعنی مستند زر قانونی کا سکہ وہ ہے جس کے حوالے سے تمام تجارتی معاملات اور وٹا ویزات کی تعبیر ہوتی ہے جن میں غیر محدود و مختلف حالات کے مطابق وصولیابی زر کم یقین ہوتی ہے یا زیادہ۔ کم مدت کی برائیدگی ہوتی ہے یا زیادہ مدت کی قانونی پیچیدگیوں کا کم یا زیادہ تعلق ہوتا ہے۔ مقدار رقم کم ہوتی ہے یا زیادہ سو بھی ملنے والا ہوتا ہے یا نہیں۔ دوسری تمام تجارتی جائداد۔ رہن نامہ جات۔ ترجیحی حصص و تمسکات اور سہمی حصص وغیرہ میں بھی توازن آئندہ میں وصولیابی کے کم یا زیادہ یقین ہونے کی بحث رہتی ہے اس طرہ ہم رفتہ رفتہ محسوس کئے بغیر ایک ایسی حالت سے جب کہ غلامی سارن ہمارے ہاتھ میں آج بھی ایسی حالت پر پہنچ جاتے ہیں جب کہ سونے کی ادائی کا وعدہ برائندہ ہو اور امید ادائی ہمہ گویا آج کے انڈے اور گل کی مرغی کا مسئلہ ہے۔

لفظ نقد کا استعمال بھی ٹھیک اسی قسم کے ابہام کا شکار ہو رہا ہے اول اول تو اس کا مطلب جیب داخل تھا یعنی ایسی رقم جو کیسہ یا صندوق میں رکھی ہوئی ہو۔ اور پھر پوچھو تو نقد میں صرف اصل درجات شامل ہونی چاہئے اور بعض انگریزی تنکوں میں تو اس کا استعمال صرف ملکی سکے رائج الوقت پر محدود ہے۔ لیکن دراصل دریافت کرنے پر

مجھے معلوم ہوا ہے کہ بینک کے صراف اس کا مختلف طریقوں سے استعمال کرتے ہیں اور بعض لوگ تو بینک آف انگلینڈ کے نوٹ کو بھی نقد تصور کرتے ہیں۔ کسی بینک کے نام جاری کئے ہوئے عمدہ چیک جو اسی بینک میں ادا کئے جائیں نقد ہی کے محال ہیں۔ بعض اس سے بھی سجاوڑ کر کے اسی شہر کے دوسرے بینکوں کے چکوں کو اور بعض اوقات اضلاع کے بینک نوٹوں کو بھی نقد کی تعریف میں شامل لیتے ہیں۔ یہ ایک درجہ کا سوال ہے اور تاوقتیکہ صراف بالاتفاق باہمی قرار واد سے اس کی تعریف نہ مقرر کر لیں اس کا کوئی تصفیہ ہو نہیں سکتا۔

عام کاروبار زندگی میں بھی منطقی صحت کا لحاظ کئے بغیر ہم اکثر الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً اس کا تصفیہ کیونکر ہو کہ لفظ عمارت یا مکان میں کون کون سی چیزیں شامل کرنی چاہئیں۔ بھلا ناظرین ہی اس کا تصفیہ کر دیں کہ اصطبل۔ گاؤ خانہ۔ گرم گھر۔ کوٹھے۔ روشنی گھر خیمے۔ کاروان مجموعہ پٹری۔ سنتری گھر۔ بیخ گھر خیمہ نے دیہاتی کونڈواٹے وغیرہ میں سے کون کون چیزیں مکان تصور کی جاسکتی ہیں اور کیوں؟ اس تصفیے میں ٹھیک وہی وقت پیش آئے گی جس سے ذرا نقد کی تعریف میں دوچار ہونا پڑتا ہے۔



میسواں باب

کتابی جمع و خرچ اور بنک کا نظام

جیسا کہ ہم پہلے بتلا چکے ہیں طلائی سکہوں کے بدلے کاغذ کے نیابتی پرچے اگر استعمال کئے جائیں تو اس سے بیش قیمت دھاتوں کے استعمال کی بہت کم ضرورت پڑتی ہے لیکن اس سے بھی زیادہ بڑا اور قوی ذریعہ ایسی کفایت کا وہ طریقہ ہے جس کو نظام چیک و تصفیہ حسابات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس میں قرضوں کی حقیقی ادائیگی کے بجائے زیادہ تر جمع و خرچ کے عمل سے کام لیا جاتا ہے اور جس کی بنیاد بھی کھاتوں کے عام رواج میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً اگر دو دکانیں آپس میں اکثر معاملت کیا کرتی ہوں یعنی کبھی خریدتی ہوں اور کبھی فروخت کرتی ہوں تو ہر فرض کے واجب الادا ہوتے ہی اس کا تصفیہ کر دینا زر کا ایک غیر ضروری مصروف ہے کیونکہ کچھ ہی دن کے بعد بالمقابل اسی قدر قرضہ معرض وجود میں آجاتا ہے۔ اس لئے آپس میں داد و ستد کرنے والی دکانوں کا یہ ایک عام دستور ہے کہ اپنے اپنے ہی کھاتوں میں ہر قرض کے وجود میں آنے پر جمع و خرچ کا عمل کر لیا کرتے ہیں اور نقد صرف اسی صورت میں ادا کیا جاتا ہے جب کہ اتفاقیاً فاضلات کی مقدار حد مناسب سے متجاوز ہو جائے۔ مثلاً بیمہ کے دلال کو (جو مالکان چہاز اور ان لوگوں کے مابین جو چہازوں کا بیمہ حصص کی شکل میں کرتے ہیں) کام کیا کرتا ہے، اکثر تلیل المقدار رقوم بیمہ کنندگان کو پالیسی کی پیشگی رقم کی بابت ادا کرنی پڑتی ہیں اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے لکھوئے ہوئے چہازوں کے تناوان کی بابت رقوم وصول طلب رہتی ہیں۔ ان صورتوں میں نقد کی ادائیگی نہیں ہوتی دلال بیمہ گیرندگان کی پریمیم کی بابت ان کے کھاتے میں جمع کا عمل کرتا ہے اور نقصانات خرچ کے مد میں درج کر دیتا ہے اور جب فاضلات باید داد یا باید گرفت کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے تو نقد کے لین دین کی ضرورت ہوتی ہے یہ ایک سادہ شکل جمع و خرچ

کی ہے) لیکن کسی بڑی سلطنت کے بنکروں کے قائم کئے ہوئے ہی کھاتوں کے پیچیدہ نظام کی توضیح کے لئے ہم کو اعداد و خطوط کے نقشوں سے مدد لینا پڑے گی یہی کھاتے کی سیدھی سادی قسم اس قسم والے سے ظاہر ہوتی ہے

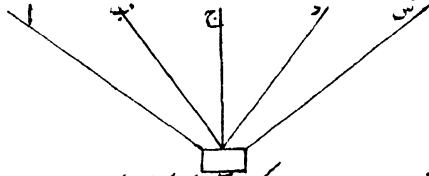
پ ————— ق

ان میں سے پ اور ق ہر ایک کسی شخص یا دکان کے قائم مقام ہیں اور درمیانی خط ان کے رشتہ معاملت یا ہمیں کا اظہار کرتا ہے۔ اس تعلق میں حسابات کی براہ راست چکوتی سے نقد یا کسی اور پیچیدہ طریقے کا توسط صرف خاص صورتوں ہی میں ضروری ہوگا۔ ورنہ عموماً ہوتا یہ ہے کہ ایک طرف سے دوسری طرف مال زیادہ جاتا ہے اسی لئے دوسری طرف سے زیادہ زر کے دیئے جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ صنایع ٹھوک فروش کو پیداوار صنعت فروخت کرتا ہے اور ٹھوک فروش چیکر فروش کو اد پٹر فروش صارت کو فروخت کرتے ہیں۔ لیکن اگر اس میں ایک ساہوکار کی مداخلت ہو جائے تو نہ صرف اکثر مختلف افراد کی بلکہ تجارت کی متعدد مختلف شاخوں کی معاملتیں ایک مرکز پر جمع ہو جائیں اور ادائیگوں کے ایک بڑے حصے کی چکوتی محض جمع و خرچ کے عمل سے ہو جایا کرے۔

اکیلے بنک کا طریقہ | ساہوکار کیونکر بطور ذریعہ مبادلہ زر کے استعمال کو غیر ضروری کر دیتا ہے اس کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس نظام کے (نہایت

سیدھی سادی حالت سے ایک پیچ در پیچ اور نہایت مکمل صورت پر جو اس وقت انگلستان میں قائم ہے) ارتقاء پر غور کی نظر ڈالی جائے۔ اس کے لئے اول ایک ایسے شہر کو فرض کرو جو دنیا سے بالکل علیحدہ ہے جس کی دوسرے ممالک یا شہروں سے معاملت تھوڑی یا مطلقاً نہ ہو۔ جہاں صرف ایک ہی بنک ہے جس میں اس شہر کے تمام باشندے اپنی پونجی جمع رکھتے ہیں۔ اب اگر زید بکر کو کچھ رستم ادا کرنا چاہیے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ بنک پر جا کر نقد رقم اٹھائے اور پھر بکر کے گھر جا کر ادا کرے۔ بجائے اس کے وہ یہ کر سکتا ہے کہ بنک کے نام ایک چک مرتب کر کے بکر کے حوالہ کر دے جس کو بشرط ضرورت بنک نقد رقم ادا کر دے گا۔ لیکن اگر بکر کو بھی اسی طرح کچھ ادائیاں کرنی ہوں تو اس کو بنک سے چک کی نقد رقم

اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ بکر کے لئے زید کی ذمگی رقم کا سا ہو کار سے حاصل کرنا اور اور پھر اسی کے میز پر گن کر اپنے حساب میں جمع کر دینا تکمیل ضابطہ سے زیادہ نہیں اس لئے اگر زید کے کھاتے میں اس رقم کا خرچ ڈال کر بکر کے کھاتے میں جمع کر دیا جائے تو ادائیگی کا عمل پورا ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر بکر خالہ کو کچھ ادا کرے تو صرف سا ہوگی کھتا و فی عمل جمع و خرچ سے یہ غرض پوری ہو جاتی ہے۔ اسی طرح عمر۔ حمید وغیرہ ایسے بہت سے تاجر ہوں گے جن کی باہمی معاملتوں کا تفسیہ اس طریقہ سے بغیر ایک جے کے استعمال کے ہو جاتا ہے۔ سا ہو کار کی کا یہ ابتدائی طریقہ سب ذیل نقشہ سے واضح کیا جاسکتا ہے۔



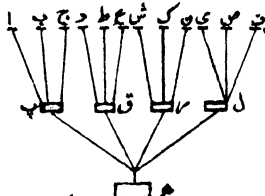
اس نقشے میں صرف پ اس اکیلے سا ہو کار کو ظاہر کرتا ہے جس کے ا ب ج د س گاہک ہیں اسٹورٹ اور ہمبرگ کے اماتی بنک۔ اسی طریقہ کا مکمل نمونہ میں۔ جہاں تک کسی شہر کی صرف اندرونی ضرورتوں کا تعلق ہے سکون کی ایک تعداد جو بنک میں یونٹس رکھی ہوئی ہو تمام انتظام کر سکتی ہے اور تا وقتیکہ تاجروں کو دود و دراز فاصلوں پر ادائیگی کرنے کی ضرورت نہ پڑے زر فلزی کا استعمال بالکل غیر ضروری ہوتا ہے لیکن چونکہ ا ب ج د وغیرہ میں سے کسی نہ کسی کو کبھی رقم کی ضرورت ہونے کا امکان ہے اس لئے سا ہو کار کو بنک میں ایک اندازے سے کچھ رقم محفوظ رکھنی پڑے گی۔ دو بنکوں کا نظام دوسری مثال کے لئے اب ایک ایسے شہر کو فرض کیجئے جہاں دو بنک چل سکتے ہیں۔ کچھ لوگ ایک بنک میں رقم رکھیں گے اور باقی لوگ دوسرے میں غرض ہر قابل ذکر شخص کسی نہ کسی بنک میں رقم ضرور رکھتا ہو نقشہ مندرجہ ذیل میں۔



سمجھئے کہ پ اور قی دوسا ہو ہیں۔ اب ج د تو پ کے ہما می
ہیں اور کئے سر کی ق ت ا ق کے۔ اب پہلے کی طرح اب ج د کی باہمی
معاملتوں کا پ کی کھتاو فی میں تصفیہ ہوگا اور ق کی کھتاو فی میں ک ت سر ل ت کا نیکیں
اگر آ کو کوئی رقم ک کو ادا کرنی ہو تو عمل میں تھوڑی پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے
الف یہ کرتا ہے کہ پ کے نام اس رقم کا چک مرتب کر کے ک کے
حوالے کر دیتا ہے جو پ سے رقم وصول کر سکتا ہے۔ لیکن فی الوقت اس کو زر
کی ضرورت نہیں ہے اس لئے وہ اس چک کو اپنے ساہو قی کے سپرد کر دیتا ہے
اور زر کے بجائے اپنے کھاتے میں جمع کروا دیتا ہے۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ قی اس
چک کو پ کے پاس پیش کر کے رقم حاصل کرے اور بظاہر سکوں کے استعمال کی
آخر کا ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اسی شہر میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو
اسی طرح دوسروں کو رقم ادا کرنا چاہتے ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ بعض ایسی ادائیگوں
کی وجہ سے پ کو قی کے نام اور قی کو پ کے نام کچھ چک ملیں۔ اب ان
دوسا ہو کاروں کی حالت ٹھیک ان دو متذکرہ بالاتاجروں کی سی ہوگی جن کا ایک ہی
بنک سے چالو کھاتہ رہے اتنے سے اتنے حالت میں بھی نقد کی ادائی صرف دو متقابل
کھاتوں کے باہمی تفاوت کی حد تک ہو سکے گی لیکن خود یہ تفاوت اگر آج کسی کے
موافق ہے تو کل اس کے خلاف بھی ہوگا اس لئے فاضلات کی حقیقی ادائی صرف اسی
صورت میں ضروری ہوتی ہے جب کہ اس کی مقدار دائرہ سہولت سے متجاوز ہو جائے
متعد و بنکوں کا
نظام
گاہک بھی علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ اس صورت میں بھی پہلے
کی طرح ہر شخص کی باہمی معاملتوں کے تصفیے کے لئے ایک عمومی بنک کا
عمل جمع و خرچ کافی ہے لیکن اب معاملتیں ایک بڑی حد تک متقابل ہوں گی اور
نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک بنک کی رقم دوسرے پر واجب الادا رہے گی اور اس بات کا
بھی بلا شک و شبہ امکان ہے کہ ہر ساہو کو روزانہ کچھ ادا کرنا بھی ہوگا اور وصول
کرنا بھی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسے جن لوگوں کو رقم ادا کرنی ہے انھی سے
وصول بھی کرنی ہو۔ خلاصہ یہ کہ تعلقات میں اب زیادہ پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے

مثلاً اگر کسی جگہ چودہ بنک ہوں تو وہاں ۱۳ یا ۱۴ یا ۱۵ مختلف جوڑیاں ہوں گی جن کا ایک دوسرے سے لین دین ہوا اور پچاس بنکوں کی صورت میں تو ان جوڑیوں کی تعداد سو بارہ تک جا پہنچے گی۔ اس لئے ممکن ہے کہ پت کی طرف کا کچھ بقایا واجب الوصول رہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ممکن ہے کہ پت کو ستر اور ل سے اسی قدر لینا بھی ہو۔ بہر حال اس داد و ستد کے تصفیے کے لئے سکوں کی منتقلی ایک دوسرے کے پاس وقت طلب اور بیہودہ سی بات ہوگی کیونکہ یہی کھاتے کے طریقے کو اگر تھوڑی اور وسعت دیدی جائے تو یہ مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ اتفاق کر کے تمام بنک اگر ایک ایسا سا جو بنک بنالیں جس میں ہر بنک کی تھوڑی تھوڑی رقم جمع رہے تو اس سا جو بنک کے کھاتوں کے عمل جمع و خرچ سے باید داد و باید گرفت کی چکوٹی اسی طرح آسانی ہو جائے گی جیسے کہ ایک عام بنک اپنے مختلف کھاتہ داروں کی معاملاتوں کی چکوٹی کیا کرتا ہے۔ ذیل کے نقشے میں پت کی ستر ل چار بنک ہیں جن کے علیحدہ علیحدہ کھاتہ دار ہیں۔ یعنی سا جو بنک ایک ایسا مرکز ہے جس پر سب کو جمع کیا گیا ہے۔

متعدد بنکوں اور کھاتہ داروں کا نقشہ



اب پت کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے گماشتے کے ہاتھ چکوں کے پلندے ق ممال کے پاس بھیجا کرے۔ اگر وہ مرکزی بنک میں داخل کر دے تو پت کے کھاتے میں ان کو جمع کر لیا جائے گا اور اسمواری ان کو چھانٹ لینے کے بعد دوسرے پلندوں میں شامل کر دیا جائے گا جو ق ممال کے پاس سے اسی طرح وصول ہوئے ہوں اور بالآخر اس بنک پر ادائیگی کے لئے پیش کر دئے جائیں گے جس کے نام وہ مرتب ہوئے ہوں۔ اس طرح سے سکوں کو استعمال کئے بغیر محض چکوں کے ذریعے سے کل ادائیاں عمل میں آجائیں گی گویا کہ شہر میں صرف ایک ہی بنک تھا۔ ہر بنک کو روزانہ جس قدر اداکرنا ہوتا ہے

تقریباً اسی قدر وصول طلب بھی رہتا ہے اس لئے بآسانی میاقتی ہو جاتی ہے اس پر بھی اگر کچھ واجب الوصول یا واجب الادارہ جائے توھ کی کھتاوئی میں جمع و خرچ کر دینے سے کام نکل جاتا ہے۔

نظام معلوم ہو گا کہ انگلستان کے ہر بڑے شہر میں ایسا سا ہونک ہونا ہو گا جو مختلف بنکوں کے مابین ادائیگوں کا انتظام کرتا ہے لیکن ایسا نہیں ہے اس کام کا حسابی جزو ایک اور ادارے کے سپرد ہے جس کو حساب گھر یا چکوٹی گھر کہہ سکتے ہیں۔ اس کا انتظام ساہوؤں کی ایک کمیٹی کے تفویض ہے اور ساہوؤں کی امانت رکھنے کے لئے اور ہر روز کے معاملات کی چکوٹی پر رقومات کی منتقلی کے لئے بنک آف انگلینڈ سے مدد لی جاتی ہے۔ چکوٹی گھر کے انتظام سے ہم آئندہ باب میں تفصیلی بحث کریں گے۔

شاخ بنک کا نظام یہ بات ہر شخص کو محسوس ہو رہی ہے کہ انگلستان کے بنکوں کے انتظام اور طریق کار میں منتہی تبدیلیاں ہو رہی ہیں اور اس میں رفتہ رفتہ اس نظام ساہوکاری سے مشابہت پیدا ہوتی جا رہی ہے جو کم و بیش ایک صدی سے اسکاٹ لینڈ میں رائج ہے۔ چھوٹے چھوٹے کمزور ادارے جو بنکوں کی جگہ آپس کے اتحاد اور انضمام اور کمزور بنکوں کے اندام سے ایک معقول تعداد چند ایسے قوی اور منظم بنکوں کی بتدریج معرض وجود میں آرہی ہے جن کی کثیر تعداد شاخیں اور فضاؤں دھڑھکیلی ہوئی ہوتی ہیں اسکاٹ لینڈ کے بنکوں کی شاخیں تو بہت عرصے سے قائم ہیں چنانچہ وہاں فی الوقت بڑے بنکوں کی تعداد گیارہ ہے جن کی بالابوط (۷۸) شاخیں ہیں۔ شاخوں کی سب سے اقل تعداد (۱۹) اور سب سے بڑی تعداد (۱۲۵) ہے۔ انگلستان کے بنکوں میں بھی بعض اسی قدر وسیع ہیں چنانچہ لندن اور نیوئی بنک اور نیشنل پراویشنل بنک جنھوں نے طریقہ شاخ بنک کی ترقی پر خاص توجہ کی ہے ان کے شاخیں (۱۲۸) اور (۱۳۷) شاخیں رکھتے ہیں۔ مینچسٹر اور لیورپول کے انضمامی بنک کی بھی چھوٹی بڑی کوئی پچاس شاخیں ہیں۔ آئر لینڈ کے بنکوں نے بھی اسی کی تقلید کی ہے چنانچہ نیشنل بنک آف آئر لینڈ کی شاخوں کی تعداد (۱۱۳) تک پہنچتی ہے۔ یہ اظہار بھی خالی از و پچی نہیں کہ اسٹریلیا کے نظام ساہوکاری نے بھی

یہی شکل اختیار کر لی ہے۔ بنک آف نیو سوٹھ ویلز اور بنک آف نیوزی لینڈ کی طرح چند اور بھی اہم بنک ہیں جن کی شاخوں سے کوئی اہم شہر یا قصبہ خالی نہیں ہے۔

ایک وسیع بنک کے صدر دفتر اور اس کی متعدد شاخوں میں جو قریبی تعلق رہتا ہے اس سے داد و ستد کی چکوٹی میں نہایت سہولت ہوتی ہے صفحہ ماقبل پر جو نقشہ دیا گیا ہے اسی سے اس تعلق کی بھی بخوبی وضاحت ہو سکتی ہے۔ ہر کو صدر دفتر میں کر لیا جائے تو پتہ قریبی سر لگایا اس کی شاخیں ہوں گی اور آب و ج وغیرہ ان کے کھاتہ دار ہیں اگر الف، میمہ کوپ کے چک سے ادائی کرے تو چک سر کو دیدیا جائے گا اور وہ میمہ کھاتے میں جمع کر کے بذریعہ ڈاک راست پتہ کے پاس بھیج دے گا۔ جہاں اس کا خرچ الف کے کھاتے میں ڈال دیا جائے گا۔ اور وہ یعنی صدر دفتر جس کو اس معاملت کی روزنامہ معمولی سے اطلاع دی جاتی ہے اس چک کی رقم کوپ کے کھاتے سے نکال کر سر کے کھاتے میں جمع کر کے اس معاملت کی تکمیل کر لے گا۔ بظاہر اس میں بہت کچھ حبابی عمل کی ضرورت معلوم ہوتی ہے لیکن یہ ایک معمولی کام ہے جس سے کوئی صرفہ عائد نہیں ہوتا نقد کی ادائی کی شافی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ ہر شاخ کے حسابات کا تصفیہ صدر دفتر سے ہوتا ہے اور چونکہ ہفتہ بھر کی مدت میں متعدد رقوم کے خرچ کا عمل بھی ہوتا ہے اور جمع کا بھی اس لئے فاضلات نہایت خفیف ہوتے ہیں اس طرح صدر دفتر کو یا ایک سا ہو بنک بھی ہے اور چکوٹی گھر کے فراغ بھی بہر حال انجام دے لیتا ہے۔

اب بلاشبہ یہ سوال فطرۃً پیدا ہوتا ہے کہ ایک بنک کی شاخیں دوسرے بنک کی شاخوں سے کیونکر معاملت کرتی ہوں گی۔ اس کا حل نہایت آسان ہے ایسی شاخیں اگر ایک ہی شہر میں واقع ہوں یا ان کے مابین اور کسی وجہ سے تعلقات قریبی ہوں تو وہ اور بات ہے ورنہ ان کے رسل و رسائل اور مراسلت ہمیشہ صدر دفتر کے توسط سے ہوا کرتی ہے مثلاً لندن اور کوئی بنک کی کسی شاخ کے نام کا چک اگر نیشنل ڈیپوٹیشنل بنک کی کسی شاخ کو وصول ہو تو وہ موجودہ کے صدر دفتر کے توسط سے چکوٹی گھر میں اول الذکر کے صدر دفتر کے نام پیش کر دیا جاتا ہے اور حساب گھر میں اس کی چکوٹی حسب معمول ہو جاتی ہے۔

بنک کینسی کا طریقہ | نظام ساہوکاری کی ایک اور اہم خصوصیت بنک کینسیوں کا وسیع انتظام ہے۔ بنک کو ملک کے ہر بڑے تجارتی شہر میں

مختلف قسم کے فرائض انجام دینے پڑتے ہیں اس لئے اگر کسی بڑے شہر میں اس کی شاخ نہ ہو تو اس شہر کے کسی ساہو کو وہ اپنا منیب یا ایجنٹ بنا لیتا ہے۔ اس منیب کے دفتر کا کام یہ ہے کہ ان ہنڈیوں اور چکوں کو جمع کرے جو ضلع میں واجب الادا ہوتی ہیں اور ان پر جو مطلوبے جاری ہوں ان کی رقم ادا کرے اور بنک کی ہدایات کے بموجب ہنڈیوں کو واپس لے۔ غرض اس کو شاخ بنک ہی کے کل فرائض انجام دینے پڑتے ہیں۔ فرق اسی قدر ہے کہ اس کو اس خدمت کا معاوضہ کمیشن کی شکل میں ملتا ہے۔ ہر ایجنٹ بنک اپنے صدر بنک کے ہاں چالوکھاتہ رکھتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک بڑا بینک اور اس کی ایجنسیاں ایک حد تک صدر بنک اور اس کی شاخوں کی طرح چکوتی گھر کا انتظام پیدا کر لیتی ہیں۔

لندن کینسی کا نظام | صوبہ بنگالی اور شہر لندن کے مابین بنکوں کے ایک غیر محسوس طریقہ پر انگلستان میں ایک نہایت جامع اور مکمل رشتہ تعلقات قائم ہو گیا ہے

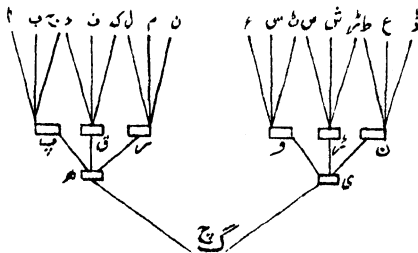
چنانچہ مملکت متحدہ کا ہر ساہو کار بغیر کسی استثناء کے لندن کے کسی نہ کسی بڑے بینک کو اپنا ایجنٹ بنا لیتا ہے۔ لندن میں اس وقت (۲۶) چکوتی بنک ہیں جو کینسی کا بھی کام کرتے ہیں اور ان میں سے ہر بینک بالا و وسط کم از کم بارہ صوبہ بنگالی بنکوں کی نیابت کرتا ہے اس تعداد میں کمی بیشی بھی ہوتی رہتی ہے اور بعض صوبہ بنگالی بنکوں کے تو لندن میں دو دو ایجنٹ بنک ہوتے ہیں۔

اس کینسی کے طریقے سے معاملتوں کی چکوتی میں بڑی سہولت ہوتی ہے کیونکہ اگر کوئی دو صوبہ بنگالی بنکوں کا لندن ایجنٹ ایک ہی ہوتو ان کے باہمی حسابات کا تصفیہ ایجنٹ کی کھتاوئی کے اندراجات سے ہونا ہے نقشہ مندرجہ صدر سے بھر تیسری بار تشریح میں مدد لی جاسکتی ہے۔ ہر ایک بینک کا مقصد ہو گا جس کے ہاں پتہ قریبی اخلاقی بنکوں کے کھاتے ہیں۔ ان تمام بنکوں کے کل گاہکوں کے مابین باوجودیکہ وہ ملک کے دور و دراز حصوں میں پھیلے ہوئے ہوں لندن کی ایجنٹ ایک ہی ہونے کی وجہ سے نہایت قریبی تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں پس ہر شہر کی بنک کو ساہو بنک اور ایک حد تک حساب گھر بھی سمجھنا چاہئے۔

اضلاعی چکوٹی کا طریقہ

ملک کے ہر بینک سے دوسرے تمام بینکوں کے مابین
رشتہ تعلقات کو مکمل کرنے کے لئے صرف ایک اور کڑی
باقی رہ جاتی ہے۔ جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا ہے ہر اضلاعی
بینک کسی نہ کسی شہری بینک کے ساتھ چالو کھاتہ رکھتا ہے اور تمام شہری بینک
ہر روز چکوٹی گھر کے توسط سے کل معاملاتوں کا تصفیہ کر لیا کرتے ہیں۔ اس سے
خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ملک کے ہر حصے سے دوسرے تمام حصوں کو لندن کی
وساطت سے ادائیگی کی جاسکتی ہے۔

نقشہ ذیل میں پتے کے سرے کو ایسے اضلاعی بینک تصور کیجئے جن کا لندن
ایجنٹ ہے۔



اور ورنہ دوسرے اضلاعی بینک جن کا لندن ایجنٹ ہے۔
اگر الف ج پ کی اسامی ہے سرے یعنی و کی اسامی کو کچھ ادا کرنا چاہیے تو
وہ اس کو پٹے کے ذریعے سے ایک چک پ کے نام مرتب کر کے بھیجتا ہے
سرے اس کو وصول کر کے و کے ہاں اپنے کھاتے میں جمع کرا دیتا ہے اب و
جس کا پ سے کوئی راست تعلق نہیں ہے اس چک کو ہی کے پاس بھیجتا ہے
جو چکوٹی گھر کے ذریعے سے ہ کے پاس ادائیگی کرنے کے لئے بھیج دیتا ہے۔
ہ اس کا خرچ پ کے کھاتے میں ڈال کر دوسرے پٹے سے پ کے ہاں بٹھا
دیتا ہے۔ اب اس انتظام سے بڑھ کر سہل اور مکمل کیا ہو سکتا ہے؟
یہ بھی بآسانی معلوم ہو جائے گا کہ رقومات زر جو لندن بینکوں کے مابین

لی دی جاتی ہیں یا جن کی چکوتی لمبارڈ اسٹریٹ کے حساب گھر سے عمل میں آتی ہے اکثر وہ بقایا ہوتا ہے جو اضلاعی بنکوں اور ان کے ناٹوں اور اسامیوں کے چالو کھاتے کے حساب اور تصفیے پر آ رہا ہوتا ہے اور جب تک وہ بنکوں کے حسابات کی فاضلات بہت زیادہ نہ بڑھ جائے نقد کی ادائیگی کی ضرورت ہی نہیں ہوتی الا جب کہ کسی اور وجہ سے ادائیگی لازمی ہو۔ اگر بقایا ادائیگی کرنا ضروری ہو اور حسن اتفاق سے ان دونوں بنکوں کا لندن ایکسچینٹ بھی ایک ہی ہو تو مقروض بنک اپنے لندن ایکسچینٹ کو اگر یہ ہدایت کر دے کہ اس قدر رقم فلاں بنک کے کھاتے میں منتقل کر دی جائے تو مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر ان کے لندن ایکسچینٹ ایک نہ ہوں اور نقشہ مندرجہ بالا کا پتہ اگر دے کو کوئی رقم ادا کرنی چاہے تو ہر کو یہ ہدایت کرنا کافی ہو گا کہ وہ حتیٰ کے کھاتے میں جو واکا ایکسچینٹ ہے اس قدر رقم منتقل کر کے جمع کرادے۔ ایسی ادائیگوں کے لئے جس قرضہ چھٹی کا استعمال ہوتا ہے اس کو ان تمام دوسری چھٹیوں کے ساتھ شامل کر دیا جاتا ہے جن کے ذریعے سے ایک جانب سے دوسری جانب رقم کی منتقلی ہوتی رہتی ہے اس لئے عام چھٹی میں ایسی ایک آدھ قرضہ چھٹی کوئی اہم مدد حسابی متصور نہیں ہوتی۔ اور اگر یہ کہا بھی جائے کہ بالآخر اس کی ادائیگی نقد میں ہوئی تو جیسا کہ آگے بتلایا جائے گا یہ عمل بنک آف انگلینڈ کی کھتاوٹی میں ایک آخری منتقلی کے ذریعے ہو جاتا ہے۔ اگرچہ کہ لندن کے حساب گھر میں روزانہ کثیر التعداد معاملتوں کا تصفیہ ہوتا ہے لیکن آخریہ صرف وہی معاملتیں ہوتی ہیں جن کی کسی راست طریقے پر پتہ ہی چکوتی نہ ہو گئی ہو اکثر اوقات تو یہ ان بے شمار معاملتوں ہی کی فاضلات ہوتی ہے جن میں لندن ایکسچینٹ کا توسط اختیار نہیں کیا جاتا۔



اکیسواں باب

حساب گھر کا نظام

جیسا کہ ہم پہلے بتلا چکے ہیں لندن ایجنسی کے انتظام سے پورے ملک کے ساہوکاری معاملات شہر لندن کے مرکز پر جمع ہو جاتے ہیں۔ بڑے بڑے چھبیس تنکوں کے وسیع المقدار باہمی لین دین کا تصفیہ جس سے دنیا کے ایک نہایت مہتمم بالشان حصے کے کاروبار کی تکمیل ہوتی ہے کتنا کچھ اہم نہ ہو گا۔ لیکن ایک معمولی طول و عرض کے ہال میں جس کا راستہ کنگ ولیم اسٹریٹ سے لمبارڈ اسٹریٹ کو جانیوالی سڑک پر ڈاک خانے کے پاس سے نکلتا ہے ہر روز بالا وسط ۲۵ ملین پونڈ اسٹرنک کے لین دین کی چکوتی ایک سکے یا بنک نوٹ کی وساطت سے بغیر ہو جاتی ہے۔ لمبارڈ اسٹریٹ کے مشہور انام ادارہ جات مالی اور بالخصوص اس مختصر سے ہال میں کاغذی تجارت کے نظام کو اوج کمال پر پہنچا دیا گیا ہے مگر اس حساب گھر کی سرگزشت چنداں آشنائے حلوات نہیں کیا اچھا ہوتا کہ وہ لوگ جو اس کی ترقی کے خاص خاص واقعات سے باخبر ہیں اپنی معلومات کو تلمبند کر دیتے ورنہ جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا یہ حلوات بھی منفق ہو جائیں گی۔

معلوم ہوتا ہے کہ حساب گھر کی بنیاد ٹھیک ایک سو ساں پہلے ڈالی گئی تھی۔ تقریباً ۱۷۵۰ء میں شہر کے چند ساہوکاروں نے متفق ہو کر ایک کمرہ اس غرض سے

کرائے پر لیا کہ وہاں ان کے کارندے جمع ہو کر سنڈیوں اور چھٹیوں کے مبادلے اور باہمی قرضوں کا تصفیہ کر لیا کریں۔ اس انجمن کی حیثیت ایک خانگی کلب کی سی تھی جس کا کل کاروبار نہایت پوشیدہ طریقے سے انجام پاتا تھا اور عام سبک کو ان کارروائیوں کا کوئی علم نہ ہوتا۔ مسٹر گلبرٹ کی دانست میں اس شکل میں بھی اس کی حیثیت کچھ قابل اعتراض ہی تھی چنانچہ بعض خاص خاص ساہوکاروں نے اس سے کوئی سروکار نہ رکھا مگر رفتہ رفتہ اس انتظام کی سہولتیں محسوس ہوتی گئیں اور زیادہ ساہوکار اس میں شریک ہوتے گئے۔ انصرام کار کیلئے ایک خاص کمیٹی مقرر ہوئی اور قواعد منضبط کے گئے۔ اگرچہ کہ اب بھی اس کی حیثیت ایک خانگی اور خود ساختہ انجمن سے بڑھ کر نہیں نہ تو فرمان شاہی کی توثیق کی اسے عزت حاصل ہے اور نہ قانون نے اسے تسلیم کیا مگر اہمیت اس کی روز بروز استقلال سے بڑھتی جا رہی ہے اور کاروبار عام ہونا جا رہا ہے۔

گذشتہ پچیس سال کے عرصے میں حساب گھر کے کاروبار کو کئی پہلوؤں سے وسعت دی گئی ہے۔ ۱۸۳۳ء کے بعد لندن میں جو سرمایہ مشترک کے بینک قائم ہوئے ان کو ایک عرصے تک حساب گھر میں شریک ہونے کی اجازت نہیں ملی تھی مگر بالآخر یہ بھی جن ۱۸۵۲ء میں شریک کر لئے گئے۔ بینک آف انگلینڈ البتہ ایک زمانے تک الگ تھلگ رہا مگر اب وہ بھی دوسرے بینکوں پر مطالبات پیش کرنے کی حد تک اس جماعت میں شریک ہے۔ اور لندن کے ویسٹ اینڈ ولے بینک اب تک جو اس کے دائرہ عمل سے خارج ہیں سو اس کی وجہ غالباً بعد رسافت ہے ان کی حیثیت ایسے صوبجاتی بینکوں کی ہو گئی ہے جو لندن کی ایجنٹوں کے توسط سے چکوتی کر سکتے ہیں۔

۱۸۵۷ء کے قبل حساب گھر کا کاروبار ایسے چکوں اور سنڈیوں کے تبادلے تک محدود تھا جو فی الاصل چکوتی کر لئے والے ساموؤں (Clearing Bankers) کے موسومہ ہوتے تھے اور اضلاعی مہاجنوں کے ہاں جو دور و دراز کے موسومہ چک وغیرہ وصول ہوتے انھیں ڈاک کے ذریعے سے ادائی کے لئے راستہ تعمیر کیا جاتا تھا۔ مقررہ بینک ان کو وصول کر کے لندن میں مہاجن کے پاس بھیج دیتا

کر دیتا کہ واین بینک کے لندن ایجنٹ کو رستم مندرجہ ادا کر دی جائے۔ مگر ۱۸۵۸ء کے بعد سٹجٹ کی تجویز اور سر جان لمباک کی ان تھک کوششوں سے اضلاعی چکوٹی کا انتظام بھی قائم ہو گیا۔ اب اضلاعی ساہوکار ملک بھر میں ڈاک سے ادھر ادھر کثیر التعداد چکوں کی ارسال و ترسیل کرنے کے بجائے تمام چیک وغیرہ ایک ہی غمیٹے میں ڈال کر اپنے لندن ایجنٹ کے پاس بھیج دیتے ہیں تاکہ حساب گھر کی صرفت مدیون بنکوں کے ایجنٹوں سے ادائی کا مطالبہ کیا جائے۔ یہ مبادلہ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا وقتاً فوقتاً عمل میں آتے رہتے ہیں اور صرف نتائج کی میزان روزانہ کاروبار کی عام فاضلات میں بتلا دی جاتی ہے۔

لندن حساب گھر کا لمبارڈ اسٹریٹ کے حساب گھر میں روزانہ تین چکوٹیاں ہوا کرتی ہیں صبح کی چکوٹی معمولی دنوں میں ساڑھے دس بجے آغاز ہوتی ہے۔ **کاروبار** مطالبات گیارہ بجنے کے بعد نہیں لئے جاتے کیونکہ

بارہ بجے تک کام کا ختم ہو جانا لازمی ہے۔ اس کے بعد اضلاعی چکوٹی شروع ہوتی ہے اور مطالبات ساڑھے بارہ بجے تک لے لئے جاتے ہیں اور سوادو بجے تک تصفیہ ہو جاتا ہے۔ سب سے بڑی چکوٹی سہ پھر والی ہوتی ہے جس کا افتتاح ڈھائی بجے ہوتا ہے۔ کام کی گڑبڑ اور شور و غل چار بجے تک انتہائے عروج پر رہتا ہے۔ ہر کارے ہر طرف سے مطالبات کی آخری پارسلیں لئے ہوئے دوڑے آتے ہیں حتیٰ کہ بالآخر دروازہ بند کر لیا جاتا ہے۔ لیکن سہرا کی چوٹھی تا بیچ جب کہ کام کی بڑی کثرت ہوتی ہے ان اوقات میں کچھ رعایت اور تسخیر کر دیتے ہیں اور حساب گھر صبح کے نو بجے ہی کھل جاتا ہے۔

حساب گھر کی عمارت ایک سادہ مستطیل کمرہ ہے جس کے تین طرف بیچ تک میزوں کے حلقے بنے ہوئے ہیں اور ایک طرف دو نوختوں کا دفتر رہتا ہے۔ کام کو بجلت ممکنہ طور پر کرنے کی غرض سے حسب ضرورت ایک دو منشی سرینک سے آجاتے ہیں۔ بعض بنکوں کا کام تو اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ چھ منشی بھیجنے پڑتے ہیں ہر چکوٹی خواہ مثلاً الائنس بینک ان تمام چکوں اور ہندوؤں کو جو تصفیے کے لئے پیش کرتی ہیں خارجی چکوٹی کے رجسٹر میں درج کر لیتا ہے

پھر ان کو چھانٹ کر پچیس پلندے تمام چکوتی خواہ بنکوں کے نام بایزہ کر حساب گھر
 بھجو اوئے جاتے ہیں جہاں انھیں کل چکوتی خواہ بنکوں کے منشیوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے
 جو انھیں وصول کر کے فوراً داخل چکوتی کے رجسٹروں میں اسموار پیش ساز بنکوں کے
 نام درج کر لیتے ہیں اس اندراج کے بعد بعلت ممکنہ یہ تختے کل بنکوں میں اندراجات
 اور اعداد کی مطابقت اور مقابلے کے لئے بھیج دئے جاتے ہیں۔ ایسے چک یا ہنڈیاں
 جن جن کی ادائی سے انکار کیا گیا ہو ”مستردات کہلاتی ہیں اور عموماً اسی دن حساب گھر
 واپس کر دی جاتی ہیں۔ حساب گھر انھیں پیش ساز بنکوں کے حساب میں بطور مطالبہ مخالف
 اور حق سکار و درج کر دیتا ہے۔ ہر بنک کے اہل کار شام تک پچیس مختلف بنکوں
 کے مجموعی مطالبات سے بایزہ داد کی مقدار معلوم کر لیتے ہیں اسی طرح خارجی چکوتی
 کے رجسٹر کی میزان سے بایزہ گرفت کی مقدار بھی معلوم ہو جاتی ہے ان دونوں میزانوں
 کا تفاوت ہی ایسی فاضلات ہے جو کسی بنک کو لینی یا دینی ہوتی ہے۔ ان فاضلات
 سے ہتھمان حساب گھر کو آگاہ کر دیا جاتا ہے جو ایک تختہ فاضلات مرتب کر لیتے ہیں۔
 ظاہر ہے کہ اس تختے میں بایزہ داد اور بایزہ گرفت کی میزانیں بالکل مساوی ہونی چاہئیں
 کیوں کہ ہر رقم جو کسی بنک کو یا فتنی ہے کسی نہ کسی بنک ہی سے گرفت ہوگی۔

اول اول تو بایزہ داد و بایزہ گرفت کی فاضلات بنک نوٹوں سے ادا کی جاتی تھی
 چنانچہ ۱۸۳۹ء میں روزانہ معاملتوں کی مقدار بالا و وسطا تین ملین پونڈ ہوتی تھی۔ منجملہ
 اس کے دو لاکھ کی چکوتی بنک نوٹوں کی شکل میں اور صرف بیس پونڈ کی سکوں میں ہوا کرتی
 تھی جو قرضہ جات تصفیہ شدہ کا صرف پندرہواں حصہ تھا۔ مگر اب چارلس یا بیچ ہتونی
 کی تجویز پر عمل کیا جا رہا ہے اور فاضلات کی ادائی بنک آف انگلینڈ کی سو سو
 برآوردات (Drafts) سے ہوتی ہے جہاں شہر کے ہر ساہوکار کے غیر ضروری
 سرمائے کا ایک بڑا حصہ بطور امانت رکھا رہتا ہے۔

لندن کے حساب گھر میں کل چھبیس بنکوں کو سہولت کار کے خیال سے
 تین حلقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح ہر بنک کا ایک منشی ایک ایک طبقے
 سے حساب لیتا ہے۔ یہ ایک نہایت عمدہ تدبیر ہے۔ تقسیم کار کے علاوہ ایک
 سہولت یہ بھی ہے کہ جب دو بنکوں کے حسابات کی مطابقت اور اصلاح و درستی

کے لئے کچھ پوچھنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اس میں کچھ شبہ نہیں رہتا کہ کس منشی سے پوچھنا چاہئے۔

لندن کے حساب گھر میں جس عہدگی اور عجلت سے حسابات کا تصفیہ ہوتا ہے وہ نہایت حیرت خیز ہے مگر اس میں اصلاح کی ابھی اور گنجائش موجود ہے۔ پہلے تو اس کمزری میں جہاں اتنی کثیر اور روز افزوں معاملتوں کا تصفیہ کیا جاتا ہے۔ کافور و وسعت نہیں۔ اگرچہ بعض بینک چھ منشی مقرر کرتے ہیں جنہیں مشق سے خاصی مہارت ہو جاتی ہے مگر بعض اوقات کام کی بھی بڑی کثرت ہو جاتی ہے۔ اور ہر سے سوال، اور ہر سے جواب اور سب ایک وقت غرض ایک عجیب شور و ہنگامہ رہتا ہے اور کان پڑے آواز نہیں سنائی دیتی۔ ایک تو تھوڑی سی مہلت اور پھر ایسے ماحول میں اتنے بڑے اہم اور دماغی کام کا انجام دینا ایک ناہی آزمائش ہے عجب نہیں جو بعض اوقات کوئی پاگل ہو جاتا ہو۔

ایک سوالیہ یہ بھی ہے کہ اس مفید طریقے کے استفادے کو صرف شہر کے چھپس بنکوں ہی پر کیوں محدود کر دیا جائے۔ حالانکہ بعض دوسرے بینک بھی جواب موجود ہیں یا آئندہ قائم ہوں ضرور ان سہولتوں سے مستفید ہونے کے خواہشمند ہوں گے چنانچہ نیویارک میں جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا، چکوتی کے کاروبار کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے۔ لندن کے چھوٹے بینک بحالت موجودہ چکوتی ساہوکاروں کو اپنا آئینٹ بنانے پر مجبور ہیں ورنہ ان کو حساب گھر کے فوائد سے بالکل محروم ہو جانا پڑے گا۔ میری رائے میں اس قسم کے ایک محدود اجارہ کا ہمیشہ قائم رکھنا نہ تو قرین انصاف ہے اور نہ ممکن!

منچسٹر کا حساب گھر | چکوتی کے طریقے کی بنیاد اگرچہ لندن کے حساب گھر ہی میں میں اور اعلیٰ پیمانے پر انجام پاتا ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے چھوٹے چھوٹے تجارتی شہروں کے لئے بھی اسی کے انتظام کی تقلید بہر حال موزوں ہوگی۔ کم از کم منچسٹر اور نیوکیسل و صوبہ جاتی شہروں میں مقامی حساب گھر قائم ہو چکے ہیں اور سننے میں آیا ہے کہ لوڈ پول کے ساہوکاروں نے بھی

حال ہی میں چکوتی کا کچھ خانگی انتظام کر لیا ہے۔ عجب نہیں کہ دوسرے شہروں میں بھی اس قسم کا کچھ نہ کچھ انتظام ہوا ہو جس کی پبلک کو اطلاع نہیں ملی۔
منجھسٹر کے حساب گھر کی کمیٹی کے بعض ارکان کی عنایت سے ان کے کاروبار کی تفصیلی معلومات مجھے دستیاب ہو گئی ہیں۔ اس انتظام کا جو زیادہ تر مسٹری۔ ڈبلیو نکسن کا قائم کیا ہوا ہے اور بہت کامیابی سے چل رہا ہے تفصیلی ذکر کرنا میری دانست میں بہت مفید ہو گا کیونکہ دوسرے ملکی۔ غیر ملکی۔ اور نوآبادیاتی شہروں کے لئے بھی جو بلاشبہ عنقریب چکوتی گھر کھولنے کی فکر میں ہوں گے یہی انتظام موزوں اور مناسب ہو گا۔

نیمچسٹر کے حساب گھر میں بجائے حسابی کتابوں کے کھلے پرچوں پر حساب کیا جاتا ہے گو یہ پر پیچے (فارم) تعداد میں ضرورت سے زیادہ اور بڑھ چڑھتی تفصیلات کے حامل نظر آتے ہیں مگر فاضلات کا سہولتِ صحت اور یا قاعدگی سے تصفیہ کرنے میں ان سے بہت مدد ملتی ہے۔ ہر ہلکار اپنے بنک سے روانہ ہونے کے پہلے ہی کل مطالبات کو بنک و ارچھانٹ کر تیرہ پلندے بنالیتا ہے اسی لحاظ سے تیرہ فہرستیں بھی مرتب ہو جاتی ہیں جن کی ایک مخصوص رجسٹر میں نقل رکھ لی جاتی ہے چنانچہ تختہ نمبر اندرجہ ذیل سے اس کی حقیقت واضح ہوگی۔

فارم نمبر

منجھڑ بنک کی حکومتی

یا داشت یک پیش کرده

پنام

.....چکوٹی

۴۰

ان تمام نہریں کی میزبانوں کو تختہ نمبر ۲ سنڈریج ذیل کے بائیں جانب والے کالم میں درج کر کے جمع کر لیا جائے تو خارجی چکوٹی کی مجموعی مقدار کا اندازہ ہو جاتا ہے اور ایک سرسری نظر میں معلوم ہو سکتا ہے کہ دوسرے بنکوں سے کسی قدر رقم واجب الوصول ہے۔

فارم نمبر ۲ پنچسٹر بنک کی چکوٹی

۱۸۶

خارجی						بنک کا نام	داخلی					
دوسری چکوٹی			پہلی چکوٹی				پہلی چکوٹی			دوسری چکوٹی		
پونڈ	پنس	پنس	پونڈ	پنس	پنس		پونڈ	پنس	پنس	پونڈ	پنس	پنس
						اولیٰ						
						کنسلی ڈیٹ						
						کوئی						
						کنٹ						
						ڈسٹرکٹ						
						ہے اوڈ						
						جائٹ اشاک						
						کنٹ اسٹریٹ						
						لینک شاٹر						
						نیپٹیل پاونٹل						
						سالفورڈ						
						سیویل						
						یونین						
						میزان						
						فاصلت						

حساب گھر پہنچتے ہی منشی تمام کمرے میں پھر کر ہر بنک کی مقررہ میز پر چکوں کے پلندے اور ایک فہرست جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح تھوڑی دیر میں اس کی میز پر بھی تیرہ بنکوں کی فہرستیں اور چکوں کے پلندے جمع ہو جاتے ہیں۔ جیسے جیسے یہ وصول ہوتے جاتے ہیں منشی اپنی جگہ بیٹھا ہوا فہرستوں سے چکوں کی مطابقت اور میزبانوں کی جانچ کرتا جاتا ہے اور صحت کا اطمینان کر لینے کے بعد فارم نمبر ۲ میں دائیں جانب والے کالم میں ہر فہرست ساز بنک کے مقابل رقم درج کر لیتا ہے۔ یہ داخلی چکوتی کے پلندوں کا ذکر تھا جن سے کسی ایک بنک پر دوسرے تمام بنکوں کے مطالبات کی مجموعی مقدار معلوم ہوتی ہے۔ یعنی جب کل تیرہ بنکوں کی رقمیں درج کر لی گئیں اور کل خانوں کی میزبانیں جوڑ لی گئیں تو ہر بنک کے اہلکار کو باید داد کی مجموعی مقدار معلوم ہو گئی۔

مانچسٹر میں روزانہ دو چکوتیاں ہوا کرتی ہیں۔ سوا گیارہ بجے والی چکوتی ابتدائی ہوتی ہے جس پر فاضلات کی کوئی ادائیگی نہیں ہوتی۔ جو بھی ابتدائی چکوتی کے کالوں کی خانہ پری ہو جاتی ہے ہر بنک کا منشی داخلی چکوتی کے مطالبات اور چکوں کے پلندے لیکر اپنے بنک کو واپس ہو جاتا ہے۔ یوں تو اہلکار نے حساب گھر ہی میں بیتقاعدہ چک واپس کر دئے لیکن بنکوں میں پھر چند منشی جو بطور خاص اس کام پر مامور ہیں پوری جانچ پڑتال کرتے ہیں تاکہ بیتقاعدہ جعلی۔ فرضی یا ایسا چک جو اسامی کے سرمایہ امانتی میں نمائش نہ رہنے کی وجہ سے ناقابل ادائی ہو جاتا ہے محسوس نہ ہو جائے۔ اہلکار نے چکوں کے پلندے کو ایک سرسری جانچ کے بعد منظور کر لئے مگر کوئی مطالبہ قطعی طور پر اس وقت تک قابل قبول نہیں قرار پاتا جب تک کہ چکوتی ہو کر کم از کم ایک گھنٹہ نہ گزر جائے مگر مسترد مطالبات کی مقدار چنداں زیادہ نہیں ہوتی اور جو بھی ان کی گرفت ہو جاتی ہے۔ پیش کنندہ کے ہاں واپس کر دئے جاتے ہیں۔ دوسری چکوتی سوا دو بجے ہوتی ہے اور ٹھیک پہلی چکوتی کی طرح انجام پاتی ہے داخلی وغیرہ چکوتی کے عدالت کی فارم نمبر ۲ میں تکمیل ہو جانے کے بعد ہر ایک کی میزان کر لی جاتی ہے۔ اس فارم سے ایک طرف رقم باید داد اور دوسری طرف باید گرفت ظاہر ہو جاتی ہیں اور ان دونوں کا تفاوت یا فاضلات ہی

ایسی رقم ہے جس کے لینے یا دینے کی نوبت آئے گی۔ ہر بینک کا منشی مسیّران اور فاضلات کو ایک مختصر سے فارم نمبر ۳ میں نقل کر کے حساب گھر کے انسپکٹر کو دیدیتا ہے۔

فارم نمبر ۳

مسٹر.....
 خارجی چکوتی..... پونڈ..... شلنگ..... پنس.....
 داخلی چکوتی..... پونڈ..... شلنگ..... پنس.....
 فاضلات..... پونڈ..... شلنگ..... پنس.....
 تاریخ..... ۱۸

انسپکٹر ان فاضلات کو فارم نمبر ۳ مندرجہ ذیل میں درج کر کے چابی کر لیتا ہے منجملہ تیرہ بنکوں کے اس فارم میں ہم نے صرف چار بنکوں کا حساب بتلایا ہے اور بنکوں کے نام بھی مختصر لکھے ہیں۔ بینک آف انگلینڈ کی شاخ کو صرف لفظ بینک سے موسوم کیا گیا ہے۔

فارم نمبر ۳

باید گرفت			نام بینک			باید داد		
پنس	شلنگ	پونڈ				پونس	شلنگ	پونڈ
			ادولفی بنک کنالی وٹینڈ کوئیٹ					

فاضلات برآمد کرنے کے بعد ہر رقم گھری بنک کو واجب الوصول کچھ دوسرے بنک کی رقم بایوداد کے مساوی ہونی چاہئے کیونکہ ہر چیک دو مرتبہ حساب میں آتا ہے ایک بار کسی بنک کے موافق محسوب ہوتا ہے اور ایک بار کسی نہ کسی بنک کے خلاف پس اگر فارم نمبر ۱ کی قابل ادائی اور قابل وصول رقموں میں تفاوت پایا جائے تو سمجھنا چاہئے کہ حساب میں کہیں نہ کہیں غلطی ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں حساب کی پھر مکرر جانچ کر کے اصلاح کرنی جاتی ہے اگر کوئی غلطی نہ پائی جائے تو صرف ادائی کا کام باقی رہ جاتا ہے جس کے لئے بایوداد (Debit) و بایڈ گرنٹ (Credit) کے پرچوں سے کام لیتے ہیں۔ یہ پرچے بنک آف انگلینڈ کی شراخ کے نام کے حکمنامے ہوتے ہیں کہ چکوتی خواہ بنکوں کے گھاتوں میں حسب ہدایت ضروری مع وخرج کا عمل کر دیا جائے یہ حساب گھر کی ادائیاں خواہ وہ کسی کی جانب سے اور کسی کے حق میں ہوں بالکل مصنوعی شکل کی ہونی ہیں اور چونکہ روزانہ آمد و خرچ میں کوئی تفاوت نہیں رہتا اس لئے حساب گھر میں بخیر خفیف چالو اخراجات یا معمولی حسابی غلطیوں کے مات کے کسی علیحدہ کھاتے کے رکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

ادائیہوں کے جمع و خرچ کی تکمیل کے لئے ہر مقررہ بنک کا منشی ایک وہرا تختہ نمبر ۴ جو درج ذیل ہے مرتب کرتا ہے :-

فارم نمبر ۴

حساب گھر کا تصفیہ	حساب گھر کا تصفیہ
بنک آف انگلینڈ	بنک آف انگلینڈ
منچسٹر..... ۱۸	منچسٹر..... ۱۸
مبلغ.....	مبلغ.....
بنام صارفان بنک آف انگلینڈ	
براہ کرم ہمارے کھاتے سے مبلغ.....	چکوتی کرنے کے بعد مسز.....
کی رقم نکال کر چکوتی ساہووں کے	

کھاتے میں جمع کرو دیجئے اور ان میں سے کسی کو بعد اطلاع انسپکٹر واخذ و تحفظ توثیقی حاصل کر لینے دیجئے۔ دستخط پونڈ	کے کھاتے سے مسرہ کے کھاتے میں آج شام کو بنک پر منتقل کئے گئے منجانب بنک آف انگلینڈ..... (دستخط) مبلغ پونڈ.....
بائیں جانب کے کوپن پر املکار اگر مجاز ہو تو خود دستخط کرتا ہے ورنہ اپنے مالک کی دستخط حاصل کرنے کے بعد بنک آف انگلینڈ میں لیجا کر داخل کر دیتا ہے۔ اس میں بنک آف انگلینڈ کے صراف (Cashier) کو ہدایت کی جاتی ہے کہ فاضلات کی رقم مقررہ بنک کے کھاتے سے نکال کر حساب گھر کے کھاتہ میں جمع کر لی جائے بنک آف انگلینڈ کا افسر مجاز اس ہدایت کے بموجب ادائی کر کے دہنی جانب والے فارم کی تکمیل کرتا ہے جو حساب گھر کے لئے اس کے کھاتے میں رقم کے جمع کئے جانے کا وثیقہ ہو جاتا ہے۔ مگر جب فاضلات کسی بنک کے حق میں ہو تو فارم نمبر ۵ استعمال ہوتا ہے جس کو امتیاز اور شناخت کے لئے سنر کاغذ پر چھاپ کر رکھتے ہیں۔ اس فارم کی غایت کافی طور پر واضح ہے۔ فارم نمبر ۵	بائیں جانب کے کوپن پر املکار اگر مجاز ہو تو خود دستخط کرتا ہے ورنہ اپنے مالک کی دستخط حاصل کرنے کے بعد بنک آف انگلینڈ میں لیجا کر داخل کر دیتا ہے۔ اس میں بنک آف انگلینڈ کے صراف (Cashier) کو ہدایت کی جاتی ہے کہ فاضلات کی رقم مقررہ بنک کے کھاتے سے نکال کر حساب گھر کے کھاتہ میں جمع کر لی جائے بنک آف انگلینڈ کا افسر مجاز اس ہدایت کے بموجب ادائی کر کے دہنی جانب والے فارم کی تکمیل کرتا ہے جو حساب گھر کے لئے اس کے کھاتے میں رقم کے جمع کئے جانے کا وثیقہ ہو جاتا ہے۔ مگر جب فاضلات کسی بنک کے حق میں ہو تو فارم نمبر ۵ استعمال ہوتا ہے جس کو امتیاز اور شناخت کے لئے سنر کاغذ پر چھاپ کر رکھتے ہیں۔ اس فارم کی غایت کافی طور پر واضح ہے۔ فارم نمبر ۵
حساب گھر کا نصفہ نام صرافان بنک آف انگلینڈ براہ کرم مبلغ کی رقم چھوٹی ساہو دوں کے کھاتے سے لے کر ہمارے کھاتے میں جمع کر لیجئے۔ دستخط پونڈ	حساب گھر کا نصفہ بنک آف انگلینڈ منچسٹر..... ۶۱۸ آج شام کو مبلغ کی رقم چھوٹی ساہو دوں کے کھاتے سے نکال کر مسرہ کے کھاتے میں جمع کر لی گئی ہے۔ منجانب بنک آف انگلینڈ..... (دستخط) پونڈ

اب صرف مستردات کا تصفیہ باقی رہ جاتا ہے۔ ان کی بھی نقد ادائی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ فائدات کی ادائی ہر روز محض عارضی ہو کرتی ہے اور ایسے چک جن کے سکار نے سے انکار کیا گیا ہو اگر ان کی بے قاعدگیوں کی اصلاح اور شفقی بخش طریقے پر اعتراضات کا ارتفاع نہ کرایا جائے تو انھیں ایک ہی گھنٹے میں پیش ساز بنکوں کے ہاں واپس کر دیا جاتا ہے اور پیش ساز صرف کی فارم نمبر ۶ مسند رجسٹر ذیل پر دستخط لے لی جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس قدر رقم اسے آخری چکوتی پر حساب سے زیادہ وصول ہوئی ہے۔ مسترد کرنے والا بنک ایسے چک کو خارجی چکوتی کے پتے میں شامل کر دیتا ہے۔ جس کا بعد والی چکوتی میں تصفیہ ہو جاتا ہے۔

فارم نمبر (۶)

منچسٹر بینک کی چکوتی

منچسٹر

اس چٹھی کی پیش سازی پر ہم آئندہ چکوتی میں مبلغ
 کی رقم حسب تفصیل ذیل مسترد شدہ چکوں کی بابت
 کے حق میں جمع کرادیں گے۔

پونڈ

پونڈ

پونڈ

منچسٹر کے حساب گھر میں چکوتی کے لئے اتنی دیر بھی نہیں لگتی جتنی کہ اس تفصیلی حال پڑھنے میں لگتی ہے۔ اور برخلاف لندن کی حساب گھر کے یہاں کا کام نہایت سہولت و اطمینان سے بغیر کسی شور و شغب کے پورا ہو جاتا ہے۔ البتہ یہاں کمی تصفیہ شدہ رقوم کا لندن کی رقوم سے کوئی مقابلہ نہیں چاہیچہ ۲۳-۲۴-۲۵ میں روزانہ تصفیہ شدہ رقوم کا اوسط علی الترتیب (۲۲۶۱۶۰) پونڈ (۱۵۰۷۳۳) پونڈ (۲۴۷۹۳۰) پونڈ یعنی لمبارڈ اسٹریٹ کے اوسط کے سنوین حصے سے کچھ ہی بڑھ کر تھا۔

منچسٹر کے حساب گھر کا انتظام ایک کمیٹی کے سپرد ہے جس کا صدر بینک آف انگلینڈ کا چیف ایجنٹ متعینہ منچسٹر ہوا کرتا ہے اور چکوٹی کا کام بھی اسی بینک کے ایک عہدہ دار کی نگرانی میں انجام پاتا ہے۔ اگرچہ ان انتظامات میں بینک آف انگلینڈ کو سب پر فوقیت اور برتری حاصل ہے لیکن مقامی راہبوں کے ساتھ یکجہتی سے تعاون کرنے میں اسے کوئی تاثر نہیں ہوتا۔

نیویارک کا حساب گھر نیویارک کا حساب گھر ۱۸۵۲ء میں قائم ہوا تھا ایک مہتمم بالشان چنیں گئی ہے۔ لندن کے جیسے بینکوں کے مقابلے میں یہاں (۱۹۰۵ء) بینکوں کا کام ہے اور تصفیہ شدہ فی معاملتیں بھی لندن سے

کسی طرح کم نہیں۔ کاروبار کی چکوٹی کا عام طریقہ بھی لازماً کم و بیش وہی ہے لیکن بعض باتوں کے لحاظ سے یہاں کا انتظام لندن کے حساب گھر سے بہتر ہے۔ برخلاف اس جیوٹے شیشہ گھر کے جس میں لمبارڈ اسٹریٹ کے اسکلپٹر بیٹھا کرتے ہیں یہاں ایک وسیع "اسپیج روم" میں کام کیا جاتا ہے اور منظم اور اہلکاروں کے لئے کافی وسعت و گنجائش موجود رہتی ہے۔

علاوہ اس ہر کارے کے جو چکوں اور منڈیوں کے بستے لاتا اور لیجاتا ہے کمرہ تبادلہ میں نیویارک کے ہر بینک کا ایک اہلکار متعین رہتا ہے۔ اس کمرے کے وسط میں میزوں کی قطاریں بیضوی شکل میں جمائی گئی ہیں ہر اہلکار کے لئے ایک ایک میز اور ایک ایک ہر کارہ ہوتا ہے جو میزوں کے اطراف پھر پھر کر کاغذات لاتا لیجاتا رہتا ہے۔ خارجی چکوٹی کی پارسلیں تقسیم کرتا ہے اور داخل چکوٹی کی پارسلیں جمع کرتا ہے۔ اس کو نیویارک میں تبادلات دادی و گرفتی کہتے ہیں اس ادارے کا تفصیلی حال گبن کی کتاب الموسوم بہ نیویارک کے بینک سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ صوبائی چکوٹیوں کی تعداد بھی جو ممالک متحدہ امریکہ کے خاص خاص شہروں میں واقع ہیں پندرہ سے کم نہیں ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ میں نظام تصفیہ حسابات نسبت انگلستان کے زیادہ وسیع اور مکمل ہے۔

نظام تصفیہ حسابات چند سال پہلے تک مہاجنوں کے صرف دو ہی چکوٹی گھر تھے ایک لمبارڈ اسٹریٹ میں اور ایک نیویارک میں گلاب حال ہی میں

دوسرے مقامات پر اور دوسرے بیویاروں میں بھی اس طریق کی اشاعت اور ترقی ہو گئی ہے چنانچہ منچسٹر میں ۱۸۷۲ء میں ایک حساب گھر قائم ہوا اور نیوکیسل میں بھی اس کا افتتاح ہو چکا ہے لیکن براعظم کے شہروں میں سے صرف ایک شہر میں اس پر عمل ہوا ہے۔ پینیس ڈی لا بوریس واقع پیرس میں تقریباً اٹھارہ ساہوکاروں نے ایک انجنیئر موسوم بہ ادارہ معاوضہ قائم کی ہے جہاں کم و بیش انگریزی طریقے ہی پر باہمی داد و مستند کا تصفیہ کر لیا جاتا ہے مگر فرانس جرنی اور براعظم یورپ کے دوسرے ملکوں میں مہاجنی چکوں کی ترقی بہ نسبت انگلستان و امریکہ کے بہت کم ہوئی ہے چنانچہ جرمنی میں اگر کسی کو سو پونڈ ادا کرنے ہوں تو وہ سو پونڈ پھیل میں ڈال کر سہ پہر کر کے بذریعہ رجسٹری ڈاک خانے بھجوا دیتا ہے چونکہ خوش قسمتی سے جرمنی کا انتظام ڈاک نہایت اعلیٰ ہے اس لئے کسی خطرے کا احتمال نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جن ملک میں انتظامات ترسیل اتنے عمدہ ہوں وہاں حساب گھر کی ضرورت بھی نہیں ہوگی۔

میرے خیال میں چکوٹی کے طریقے کو صرف مہاجنی معاملات ہی تک محدود رکھنے کی وجہ نہیں۔ گویہ صحیح ہے کہ ہر حصہ ملک کے معاملات زر بنکوں ہی پر جمع ہوتے ہیں اس لئے خاص چکوٹی ہمیشہ ساہوکاروں ہی کے توسط سے ہوگی لیکن جہاں تجارت کے کسی خاص گروہ کے بے شمار باہمی مطالبات ہوا کرتے ہوں انھیں ہی مناسب اور سہولت بخش معلوم ہوگا کہ اپنا ایک علیحدہ حساب گھر قائم کر لیں چنانچہ ۱۸۷۲ء میں ہی رابرٹ مارلین اور مسٹر کے مارلین نے محسوس کیا کہ شہر کے حساب گھر کا اصول نہایت کامیابی اور سہولت کے ساتھ ان مختلف ریلوے کمپنیوں کے حسابات کے تصفیے کے لئے بھی جراثیم (Through) ٹکٹ اجرا کیا کرتی ہیں منطبق کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ بوٹن اسکویئر کے بڑے مکان میں جمع ہو کر محاسب جو کام کیا کرتے ہیں وہ مہاجنوں کے چکوٹی گھر کے کاروبار سے مقدار میں بہت زیادہ اور نوعیت میں زیادہ پیچیدہ ہے۔ مقصود لیکن اس کا یہی چرنا ہے کہ ہر کمپنی کو دوسری کمپنیوں سے جس قدر لینا یا دینا ہے اس کی مقدار معلوم کی جائے مگر فاضلات و ادائیگی گزشتہ کی ادائیگی ساہوکاروں کے جمع و خرچ ہی کی منتقلیوں سے ہوتی ہے۔

لورپول میں خاص کر کے روئی کی منڈی میں جہاں بڑی بڑی رقوم اوھر سے

اوصصر منتقل ہوتی رہتی ہیں پچھلے سال کے عرصے میں چکوں کے شیوع کی بہت کچھ کوشش کی گئی مگر کچھ زیادہ کامیابی نہ ہوئی اور بعض خاص اسباب سے جن کی تحقیق دشوار ہے چکوں کا رواج وہاں اتنا عام نہ ہو سکا جتنا کہ دوسرے بعض تجارتی شہروں میں ہوتا ہے وہاں اب تک اکثر و کانٹیل ادائیگوں میں چک قبول کرنے سے انکار کرتی ہیں اور برس دو برس پہلے تو یہ عام طور سے دیکھا جاتا تھا کہ منچسٹر کی دکانیں نوٹوں کے ہنڈل کے ہنڈل بذریعہ ریل ادائیگوں کی تکمیل کے لئے بھیجا کرتی تھیں۔ مگر اب معلوم ہوا ہے کہ بینک آف انگلینڈ کے نوٹوں کے بجائے معمولی بنکوں کی دشنی ہنڈیوں سے کام لیا جا رہا ہے جو ڈاک سے بھیج دی جاتی ہیں۔

یورپ کے اسٹاک اور رونی کے دلال جنھیں کوئی ادائیگی کرنی ہوتی ہے اپنی رقیس نوٹ یا نقد کی شکل میں بنکوں سے برداشت کر کے منشیوں کے ہاتھ شہر میں تقسیم کر دیتے ہیں اور ہر روز شام کو نقدیات کے کثیر التعداد صندوقچے جن میں بڑی بڑی رقیس بھری ہوئی ہوتی ہیں رات کو حفاظت کے لئے ایک مشہور و معروف زرگر کی دکان میں جو دارالبلد کے مقابل واقع ہے رکھوائے جاتے ہیں یعنی ایک کثیر المقدار سرمایہ یومیہ بیکار پڑا رہتا ہے۔ بڑی حیرت ہے کہ ہمارے لوگ موجودہ موانعات کو دور کر کے ان خطیر رقموں سے اپنے امانتی سرمایے میں اضافہ کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ لوگوں کو ایسی امانتوں پر پاپ یا پانی صد کمیشن برداشت کرنا پڑتا ہے حالانکہ اگر یہی کام ہمارے جنوں سے لیا جائے تو بڑی بڑی معاملتوں کی چکوتی اور تصفیہ حسابات میں بھی اتنے مصارف نہ ہوں گے۔

۱۸۷۷ء میں جو لندن میں اسٹاک ایکسچینج کا حساب گھر قائم ہوا ہے اور جہاں بجائے رقمی معاملتوں کے اجناس کا تصفیہ کیا جاتا ہے چکوتی کے اصول کی ایک اہم توسیع عمل آگئی ہے۔

اسٹاک کے دلال (Brokers) چونکہ اپنی معاملتوں کا تصفیہ پندرہ دن میں صرف ایجا کر دیتے ہیں اور کانسٹوں کی صورت میں اس کی نوبت پہنچنے میں ایک مرتبہ آتی ہے اس لئے درمیانی وقفوں میں دلال اپنے کسی اسامی کے لئے ایک خاص جنس کا اسٹاک خریدتے ہیں اور دوسرے کی جانب سے بیچ ڈالتے ہیں۔

ایک ہی اشاک مختلف ہاتھوں سے گزرتا ہے اور انھیں دلالوں کی آپس میں بار بار معاملات میں ہوتی ہیں اس لئے بجائے اس کے کہ ہر معاملت پر اصل اشاک کو منتقل کر کے ادائیگوں میں لندنی حساب گھر کے یوم چیکو کی (Clearing day) کی طرح چیکوں کی بھرمار کی جائے یہ ترکیب کی گئی ہے کہ حساب گھر کا ہر رکن داؤنی یا گرفتشی اشاک کی خالص مقدار کا ایک تختہ مرتب کر کے منتظم حساب گھر کے حوالے کر دیتا ہے جس کا کام یہ ہے کہ ان تختوں کے اعداد کی جانچ کرنے کے بعد مقروض ممبروں کو ہدایت کرے کہ اشاک کی فلاں مقدار فلاں کو ادا کر کے معاملات کو تصفیہ کرے۔ مگر رقوم کی منتقلی کی طرح یہ اتفاقات بعض صاف و صریح وجوہ کی بنا پر منتظم حساب گھر کے بالمواجب نہیں ہو سکتے بلکہ اشاک اسپینج ہی میں دلالوں کے مابین تکمیل پاتے ہیں۔ ہر جنس کے اشاک کی چکوئی علیحدہ ہوتی ہے۔ اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چکوئی پر منتقل شدنی اشاک کی مقدار دس فیصد سے زیادہ نہیں ہوتی اور ان چیکوں کی مجموعی رقم جو تصفیے کے روز مرتب ہوتے ہیں دس ملین اسٹریلنگ پونڈ سے نہیں بڑھتی۔

نور پول کے دلالوں کی انجمن نے اگرچہ اس طریقہ چکوئی کو اختیار نہیں کیا تھا مگر حال ہی میں رونی کی آئندہ فروخت کے کاروبار اور حسابات کے تصفیے کے لئے انھوں نے ایک نیا طریقہ نکالا ہے اس نئے انتظام سے آخری بائع اور پہلے مشتری میں راست تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور درمیانی معاملاتوں سے جن میں کئی دلالوں کا ہاتھ رہتا تھا اور معاہدات کی تکمیل میں تاخیر اور بد مزگیاں پیدا ہو جاتی تھیں نجات مل جاتی ہے اس انجمن کے کاروبار کو اب اس قدر وسعت دی جا رہی ہے کہ آئندہ کل معاہدات اعلانات اور ادائیگوں کی تکمیل اسی کے توسط سے ہو کرے گی۔

اگرچہ چکوئی کے انتظام کو ساہوکاری معاملاتوں سے لیکر ریلوے۔ اشاک اسپینج اور رونی کے دلالوں کے کاروبار تک وسعت دی جا چکی ہے مگر اب بھی یہ غور طلب ہے کہ آیا اس انتظام سے تاجران سب مستفید ہو رہے ہیں اور مزید توسیع کی گنجائش نہیں ہے مثلاً یہ ہو سکتا ہے کہ دلال یا تاجروں کی اور جماعتیں یا طبع و نشر کا کام کرنے والے جن کی آپس میں اکثر رقی داد و ستد ہوتی رہتی ہے

منفعت میں ایک دو بار کسی جگہ جمع ہو کر حسابات کا تصفیہ کر لیا کریں چنانچہ ایسی تجویز پیش بھی ہو چکی ہیں اور سنا گیا ہے کہ گلاسگو کی لوہے کی منڈی میں تو باہمی معاملاتوں کی چٹکوتی کے لئے تصفیہ کا ایک دن مقرر کر لیا گیا ہے۔

ساحروں کے حساب گھر کے مضمون کی طرف ایک بار پھر رجوع **چک اور نظام تصفیہ** ہو کر اس وسیع نظام تعلقات کے متعلق جو اس وقت انگریزی حسابات کے فوائد بنکوں کے مابین قائم ہے ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ یہ طریق

خود بخود معرض وجود میں آ گیا ہے۔ کسی خاص شخص کی اختراع کا یہ ممنون احسان نہیں۔

مجلس مقتضی سے اس کی اجازت نہیں لی گئی تھی کہ حکام عدالت نے بھی جب تک کہ وہ نظام کاروبار کی حیثیت سے منتقل طور پر قائم نہ ہو لیا اسے کبھی تسلیم نہیں کیا۔ اس کے کام کاج میں سہولت پیدا کرنے کے لئے پارلیمنٹ کے کسی قانون نے اعانتہ نہیں کی بلکہ صرف بنکوں کے باہمی سمجھوتے ہی کی بنا پر حساب گھر کے ذریعے سے چکوں اور ہینڈیوں کی پیش سازی اور تصفیہ بذریعہ ادائی فاضلات جائز تصور ہوتا ہے۔

اس نظام کے فوائد کثیر اور بے شمار ہوتے ہیں۔ بڑی بڑی ادائیاں بلا کسی جو کھم کے عمل میں آ جاتی ہیں۔ سہولت کے علاوہ وقت کی کفایت اور قیمتی دھاتوں کے استعمال سے نجات ملتی ہے۔ چک تو محض ایک وثیقہ ادائی ہے اور وہ جب ملک میں ادھر سے ادھر بھیجا جاتا ہے تو وہ رقم جو اس کے ذریعے سے منتقل کی جاتی ہے کسی بنک کے تہ خانوں میں محفوظ رہتی ہے یعنی وہ ایک غیر ضروری شے سمجھی جاتی ہے اور قرض پر اٹھا دی جاتی ہے یا ملک کے باہر بھیج دی جاتی ہے اور سود کا بہر حال فائدہ ہوتا رہتا ہے۔ پہلے ہم لکھ آئے ہیں کہ مملکت متحدہ میں جس قدر زر فلزی چلن میں موجود ہے یا ذخیرہ کر کے رکھ لیا جاتا ہے اس سے سالانہ چار پانچ ملین پونڈ کا نقصان ہوتا ہے اور اگر کل ادائیاں سکون ہی کی شکل میں کی جائیں تو گنتی گنا زر فلزی درکار ہوگا اور کس قدر سود کا نقصان نہ ہوگا۔

دھات یا سکے اگر بڑی بڑی مقداروں میں منتقل کئے جائیں تو جو روں اور رہنوں کو بڑی تحریں ہوتی ہے اور ایک دو کیا بلکہ زیادہ محافظین کا بددلتہ بھیجنا پڑتا ہے پس اس طریق سے ادائیاں جس حفاظت کے ساتھ عمل میں آتی ہیں وہ بھی کچھ کم اہم نہیں

کیونکہ بنکوں کے توسط سے بڑی بڑی ادائیاں خواہ وہ خط کشیدہ چکوں کے ذریعے ہوں یا اعتمادی چھٹیوں سے عمل میں آئیں کسی خطرہ کا احتمال نہیں ہے۔ حساب گھروں میں جو چک ہنڈیاں اور دوسری دستاویزیں منتقل کی جاتی ہیں ان پر بالعموم آرٹے خط کھینچ دیے جاتے ہیں یا کچھ لکھ دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے سوائے قانونی مالک کے وہ اور کسی کے لئے سبب منفعت نہیں ہو سکتے۔ اور چورتوان کو بالکل ردی کا پرزہ سمجھ کر دست اندازی کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے۔

نقد ادائیگوں کا تناسب
دستاویزات، قسط اس نے ذریعہ مبادلہ کی حیثیت سے کاروبار کے بعض خاص خاص مرکزوں میں جس حد تک تنگے کی جگہ لے لی ہے وہ حیرت انگیز ہے چنانچہ سیر جارج لباک نے اپنے بنک

کے ۱۹۳۷ء کے چند آخری دنوں کے کاروبار کی بعض تفصیلات جو ستمبر ۱۹۳۷ء کے اسٹاکسٹل جرنل میں شائع کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کل (۲۳) ملین پونڈ کی قومی معاملتوں میں دستاویزات اور سکے جات کا تناسب حسب ذیل تھا۔

چک اور ہنڈیاں جن کا حساب گھر کے توسط سے تصفیہ ہوا.....	۷۰ فیصد تھے
” جن کی چکوٹی نہیں ہوئی.....	۳۶، ۲۳ فیصد تھے
بنک آف انگلینڈ کے نوٹ.....	۵۰ فیصد تھے
سکے.....	۶۶ فیصد تھے
کوئی بنک کے نوٹ.....	۳۵ فیصد تھے

جلہ

۱۰۰

اور ان رقومات زر کی مقدار جو شہری اسامیوں نے ادائیں انیس ملین پونڈ تھی جس کے تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ

چک اور ہنڈیاں.....	۸۶، ۹۶ فی صد تھیں
بنک آف انگلینڈ کے نوٹ.....	۲۶، ۲۰ فی صد تھے
کوئی بنک کے نوٹ.....	۴۰ فی صد تھے
سکے.....	۶۶ فی صد تھے

جلہ

۱۰۰

ان اعداد سے ایک لحاظ کے لئے بھی یہ سمجھا جاسے کہ ساموکاری معاملتوں میں بنکوں کا استعمال بالواسطہ اسی قدر ہے کیونکہ ملک کے مختلف حصوں اور مختلف کاروباروں میں اور نیز مختلف حیثیت اور نوعیت کے بنکوں میں مختلف قسم کی رقومات زر اور رقوم قرضاتی کا تناسب جدا جدا رہتا ہے۔ ہمارے اور ایسے شخص خاص جنہیں ان معلومات پر دسترس حاصل ہے اگر بالتفصیل ان کی اشاعت کریں تو بہت اچھا ہو گا۔ میرے علم میں بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کا استعمال بہ نسبت لندن کے منچسٹر میں بہت زیادہ ہوتا ہے چنانچہ مسٹر آرمیٹج انگلستان کے مارچ ۱۸۵۹ء کے اسٹائٹسکل جوئل کے صفحہ ۸۶ پر منچسٹر اور سالفورڈ بنک کے منتظم ڈاکٹر کٹر سے اس بنک کی نقد ادائیگوں کے تناسب کا جو تختہ شائع کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۸۵۹ء میں کل ادائیگوں کا (۵۳) فیصد حصہ سکوں اور نوٹوں کی شکل میں تھا۔ ۱۸۶۲ء میں یہ (۴۲) فیصد اور ۱۸۶۲ء میں ۳۲ فیصد ہو گیا۔ غرض نہایت سرعت کے ساتھ اس تناسب میں کمی ہوتی گئی لیکن پھر بھی ۱۸۶۲ء میں نوٹوں کی تعداد زیادہ ہی رہی۔ اور گاجکوں کی داد و ستد کا حساب حسب تفصیل ذیل تھا۔

چیک ہنڈیاں وغیرہ	۶۸ فی صد
بنک نوٹ	۲۷ فی صد
سکہ	۵ فی صد

اب تک میں نے یہ تبلا نے کی کوشش کی ہے کہ ساموکاری طریق کے مختلف مدارج میں تصفیہ شدہ رقوم میں چکوں اور ہنڈیوں وغیرہ کا کیا تناسب رہتا ہے اب یہ دریافت طلب ہے کہ ملک کے تمام بنکوں کا لحاظ کرتے ہوئے حساب گھر کے معاملات کس شمار میں ہیں۔ اگر خاص خاص شہروں کے ایک یا زیادہ بنکوں سے یہ مواد مل جائے کہ ان کے ہاں مختلف طریقوں سے کتنے چکوں کا تصفیہ ہوا تو اس کا ایک معقول اندازہ کرنا دشوار نہ ہو گا۔ منچسٹر کے ایک بڑے بنک کے منتظمین نے ازراہ کرم جو مواد فراہم کر دیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۸۷۸ء میں جولائی سے اکتوبر تک جو چک اور عند المطلب ہنڈیاں بنک کو وصول ہوئیں یا اس کے توسط سے ادائی کے لئے پیش کی گئیں ان کا تصفیہ

کوئی مطالبہ عکسی اور پول پر عائد نہیں ہوتا کیونکہ غیر ملکی بیوپاری بھی منچسٹر سے کپڑے کی قیمت کی ادائیگی سی منڈیوں سے کرتے ہیں جن کی چکوئی لندن میں ہوتی ہے پس اگر منچسٹر کے صنایع اپنا سرمایہ منچسٹر ہی میں رکھیں اور اور پول کے تجارتی پول میں تو اس سال وٹریسل زر کی ایک منتقلی رو لندن سے منچسٹر اور منچسٹر سے اور پول کی طرف جاری رہے گی اور وہاں سے غیر ملکیوں میں پیداوار خام کی خریدی تمے لئے چلی جائے گی۔ اس سے سہولت بخش صورت حال کی اصلاح جس کی تفصیل ۲۳ ویں باب میں درج کی جائے گی اس طرح کی گئی ہے کہ ملکی اور غیر ملکی ہر دو قسم کی معاملتوں کا لندن ہی کو مرکز قرار دے لیا گیا ہے۔

اسی قسم کی بعض اور صورتیں بھی ہیں جن میں مطالبات بھالہ زر فسلزاتی ظاہر کئے جاتے ہیں اور جن کا اسی شکل میں ہر وقت مطالبہ ادائی ہو سکتا ہے یا چکوں کے قابض جیسا کہ تجارت کی بعض خاص حالتوں میں ہوتا ہے زر طلائی کا مطالبہ کرنے لگیں تو ہمارے کو جو محفوظ زر فلزی کو ایک غیر ضروری شے سمجھنے لگے ہیں بڑے محنت سے منبلا ہونا پڑے گا۔ اور جیسا کہ ہم ۲۴ ویں باب میں بتلائیں گے بھکستان کے سامہوکارے کی موجودہ بے اطمینانی کا یہی ایک بڑا باعث ہے۔



بائیسواں باب

چک بنک

اب تک جو ہم نے چک اور نظام تصفیہ حسابات پر غور کیا ہے وہ صرف بڑی اور قابل لحاظ رقموں کی ادائیگی تک محدود تھا۔ اس کے فوائد سے ایسے لوگ جن کا کسی بنک میں کھانا نہ ہو مستفید نہیں ہو سکتے۔ اس سے متمتع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اسامی کے پاس سرمایہ واقف ہو۔ حیثیت و قبیح اور ساکھ معتبر ہونا کہ بنکوں کو اپنی چک بنک اس کے حوالہ کرنے میں کوئی پس و پیش نہ ہو۔ مگر فی الحقیقت عوام الناس کے ایک بڑے گروہ کو نظام ساہوکاری سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ یہ لوگ ادائیگوں کے واسطے سکے، فلکٹ ٹپ یا مینی آرڈر کا استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔

اس لئے آج کل چک بنک کی اختراع سے ساہوکاری کا روبرو کو عوام الناس تک وسعت دینے کے لئے ایک نہایت عمدہ اور قابل تعریف کوشش کی جا رہی ہے۔ چنانچہ اس کتاب کی تیاری کے زمانے میں مجھے چک اور نظام تصفیہ حسابات کی ذیلی تکمیل کے لئے اس نئے بنک کا انتظام اس قدر مکمل اور موزوں معلوم ہوا کہ میں نے مسٹر جیمز ٹرنر سے جو اس تجویز کے موجد ہیں اس انتظام کی پوری معلومات فراہم کیں اور نہایت تفصیل کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا ہے۔

معمولی چک بنکوں میں جو آج کل استعمال ہیں ایک بڑی خامی یہ ہے کہ ہر شخص جس کو چکوں کی ایک خالی بک مل جائے بلا لحاظ اس سرمایے کے جو بنک میں اس کے نام محفوظ ہو چکی

رقم کے واسطے چک مرتب کر لے سکتا ہے اور اگر ایسے چک بلا تحقیق ہر اجنبی شخص سے منظور کر لئے جایا کریں تو دھوکا اور دغا بازی کی بہت کچھ گنجائش ہے۔ اسی لئے چک بنک نے ایک نیا اصول اختیار کیا ہے۔ اس کے جاری کئے ہوئے چک میں ایک چک فادوں کی صاف اور غیر مشتبہ انتباہی تحریر سے واضح ہے صرف محدود رقم کی حد تک مرتب ہو سکتے ہیں اور تا وقتیکہ قبل از قبل اتنی رقم جس کے چکوں کی ضرورت ہے بنک میں جمع نہ کرادی جائے یہ چک جاری نہیں ہوتے۔ اور یہ رقم بنک میں اس وقت تک محفوظ رہتی ہے جب تک کہ تمام چک ادائی کے لئے پھر واپس نہ آجائیں پس ایسے چک جو قواعد کے بموجب مرتب ہوئے ہوں اور مالک کی دستخط ہو چکی ہو بمنزلہ اس نوٹ کے ہیں جو محفوظ دستاویزی کی بنا پر جاری ہوتے ہیں۔ اگرچہ کہ ان چک بکوں کے متعلق بھی چوری ہانے یا کھوجانے کا امکان ہے اور یہ کہہ سکے ہیں کہ یہ جس کے ہاتھ پڑ جائے بدعتی سے دستخط کر کے جاری کر سکتا ہے۔ مگر چونکہ یہ چک کسی حکم کی بنا پر مرتب ہوتے ہیں اور ان پر ایک آرا خط کھینچا ہوا ہوتا ہے اس لئے ان میں مجرمانہ دست اندازی نہایت خطرناک ہوتی ہے۔ چنانچہ اب تک اس کی صرف ایک بار کوشش کی گئی اور اس میں بھی مجرم فوراً سزا پایا ہوا۔

چک بنک اور مختلف بنکوں کے مابین ایک دوسرے کی شاخوں اور مینیوں یا دوسرے بنکوں کے گمانشتوں کی حیثیت سے جو تعلقات قائم کئے گئے ہیں اور ان سے جو کامیابی ہوئی ہے اس کا ہم ذکر کر چکے ہیں چک بنک نے بھی اس معاملے میں دوسروں کی پوری تقلید کی ہے اور تمام ملکی اور

اکثر اہم غیر ملکی بنکوں سے تعلقات قائم کر لئے ہیں چنانچہ اس وقت انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور آئر لینڈ کے (۹۸۴) بنکوں سے اس کا راستہ تعلق ہے اور (۵۹۶) نوآبادیاتی یا غیر ملکی بنک ایسے ہیں جو اس کے چک سہارے ہیں۔ اس انتظام میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ چکوں کے طریقے کا دائرہ عمل زیادہ وسیع ہو گیا اور وقت کی تباہی حکم میں کوئی زیادتی نہ ہونے پائی۔ کسی بنک میں جب نئے اسمی کا کھاتا کھولا جاتا ہے تو کھاتہ دار میں اس مخصوص جگہ دیکر حساب کی ہمیشہ نگرانی کرنی پڑتی ہے۔ برخلاف اس کے ہر بنک چک بنکوں کے چکوں کی کوئی مقدار اسمیوں کا کھاتا کھولنے کے بغیر فروخت کر سکتا ہے

اور ان کی ادائیگی میں بھی کسی جو حکم یا نقصان کا احتمال نہیں۔ غرض کہ چک بنک کی حیثیت گویا ایک ادارہ محاسبین کی سی ہے جو دوسرے بنکوں کے توسط سے کاروبار کرتا ہے اور ان کو چھوٹی چھوٹی معاملتوں کی جو حکم اور الجھنوں سے نجات دلاتا ہے جس طرح بنک آف انگلینڈ کو اس وجہ سے مہاجنوں کا بنک کہتے ہیں کہ وہ دوسرے بنکوں کی محفوظات کو امانت رکھ کر چکوتی ہو جانے کے بعد ان کی جانب سے آخری ادائیاں نقد کی شکل میں کر دیا کرتا ہے اسی طرح چک بنک بھی مہاجنوں ہی کا بنک ہے مگر بالکل دوسرے معنوں میں یعنی وہ اپنی رقوم دوسرے بنکوں میں امانت رکھوا کر ان سے بطور نائب ادائیگوں کا کام لیتا ہے۔

چک بنک کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ زراعاتی کا استعمال کرنا تو درکنار وہ امانتی رقوم اپنی تحویل میں بھی نہیں رکھتا۔ اُسے چک بنکوں کے معاوضے میں جس قدر رقم وصول ہوتی ہے وہ اُنھی مہاجنوں کے ہاں جن کے توسط سے چک جاری ہوتے ہیں یا ان مہاجنوں کے ہاں جو ہر وقت پیش سازی پر فوری ادائیگی کر سکیں بھجوا دیتا ہے اور ان امانتی رقوم کا سود ہی اس کے منافع کا بڑا ذریعہ ہے۔ اور اس کی رئیس چونکہ ملک کے سب سے مشہور اور متمول کوٹھی میں رکھی رہتی ہیں اس لئے کسی بڑی مقدار میں اس کے تلف ہو جانے کا بھی احتمال نہیں رہتا۔ یوں اگر ملک کے کل مہاجنی نظام ہی میں اتنی پیدا ہو جائے تو اور بات ہے۔ لیکن اس کے چکوں کے متعلق یہ کہنا بہ شکل صحیح ہو گا کہ یہ ایسے نوٹوں کے مماثل ہیں جو سرمایہ جات سرکاری کی کفالت پر جاری کئے جاتے ہیں کیونکہ نائب بنک اس کی امانتوں سے جس قدر چاہیں کال کر خود استعمال کر سکتے ہیں بریں چم چونکہ کسی ایک بنک کی تحویل میں اس کی امانت کا صرف ایک جزو رہا کرتا ہے اور کانسلوں کا ضمانتی فنڈ ہمیشہ اس کی حمایت میں موجود ہے اس لئے میری دانست میں یہ طریق اجرا نظام محفوظ و مستاد ویزی ہی سے نسبتاً زیادہ مشابہ ہے۔

چک بنک کی حیثیت میری رائے میں چک بنک کے قیام کی اصلی غرض وغایت یہ ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی ادائیگوں کی تکمیل کا ایک عمدہ ذریعہ بن جائے۔ چھوٹے

محکمات زر وظائف اور سالیا نے، خفیف منافعوں کی رقمیں عمدہ داران و فزائی کارندوں، لُغیوں حتیٰ کہ خانگی خدمتیوں کی تنخواہوں اور متفرق اخراجات کی ادائیگی ہی کے توسط سے ہو جاتی ہے۔ اس کی چک بہیاں ہر ایسے ملازم یا نائب کے تفویض کی جاسکتی ہیں

جو نوشتہ و خواند سے واقف اور کسی نقصان کا احتمال نہیں رہتا اور جب ایسے چک اور زمین کے لئے واپس جوتے ہیں تو یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ ہر شخص نے اپنی رقم کا کس طرح استعمال کیا۔ برخلاف اس کے سادہ چک و تحفظ اور ضروری تکمیل کرنے کے بعد کسی ملازم کے حوالے نہیں کئے جاسکتے کیونکہ خالی چک میں رقم کی جو مقدار چاہیں درج کر لی جاسکتی ہے۔ اس لئے چک بینک کے چکوں کو میں تو زر فلزی پر بھی ترجیح دیتا ہوں کیونکہ ان کا زر فلزی کی طرح کھوجانا یا سترہ جانا آسان نہیں ہے اور تصرف ناجائز کی گنجائش بھی نہیں رہتی۔

چک قبول کرنے والے بھی ایسے چکوں کو ترسیل زر کا ایک نہایت سہولت بخش طریقہ سمجھتے ہیں کیونکہ ہر مہاجن کے ہاں ان کی نقد ادائیگی ہو جاتی ہے۔ اس لئے جو لوگ ان کی نوعیت اور حقیقت سے واقف ہیں ان کو بہتر نہ نقد ہی تصور کرتے ہیں ارسال زر کے لئے اگر ڈاک خانوں کے طریقہ منی آرڈر پر عمل کیا جائے تو کوئی دقتیں پیش آتی ہیں منی آرڈر حاصل کرنے کے لئے کسی ڈاک خانے پر درخواست پیش کرنا اور پھر تختہ جات کی خانہ پوری کرنا پڑتا ہے اور ادائیگی کے واسطے کسی مخصوص مقام کا انتخاب بھی ضروری ہے۔ ان دقتوں کے قطع نظر مرسل الیہ کو بھی عام قواعد کے لحاظ سے یہ لازم ہوتا ہے کہ بذات خود ڈاک خانے پر حاضر ہو کر مرسل کا نام بتلا کر رقم حاصل کرے اس لئے باعتبار سہولت چک بینک کے چکوں میں منی آرڈر کے طریقے کی فایم مقامی کی بھی پوری صلاحیت ہے۔ اگر کوئی شخص چکوں کی پوری بھی نہ خرید سکے تو شہروں میں جہاں اس غرض سے ایجنسیاں کھولی جاتی ہیں وہ ہر رقم کے متفرق چک بھی خرید سکتا ہے۔ اس میں نہ منی آرڈر کی سی الجھنیں ہیں اور نہ چکوں کی ادائیگی کے لئے کسی مخصوص دفتر پر جانا پڑتا ہے بلکہ متحدہ اور اکثر بڑے غیر ملکی شہروں کے بینکوں میں ان کی ادائیگی ہوتی ہے اور اگر کسی مخصوص مہاجن ہی سے ادائیگی کرنا مقصود ہو تو اس میں بھی کوئی ہرج نہیں کیونکہ ان چکوں کی شکل میں ترسیل زر کے اخراجات بہر حال منی آرڈر سے کم ہی ہوتے ہیں۔ ڈاک خانے تو اندرون ملک کے لئے دس شلنگ کی رستم پر ایک پنس اور ایک پونڈ کے لئے ایک شلنگ کی فیس وصول کرتے ہیں اور غیر ملکوں اور نوآبادیوں کو اگر منی آرڈر بھیجنا ہو تو اس میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف چک بینک کے چکوں کی ترسیل کا خرچہ کسی رقم کے لئے ۱/۸ پنس سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اس محصول میں سے بھی ایک پنس صرف اسٹامپ میں وضع ہو جاتا ہے

جو سرکاری آمدنی ہی کا ذریعہ ہے۔
گورنمنٹ کے لئے بھی چیک بینک کی مخالفت کرنے کے لئے کوئی وجہ نہیں ہے
کیونکہ اگر یہ کارگزار کامیاب ہو گیا تو اس سے سرکاری خزانے میں بڑی آمدنی ہوگی۔
باوجود بیش قرار شرح محصول کے مہنی آرڈر سے گورنمنٹ کو کوئی منفعت نہیں ہوتی جتنی کہ
سرشتہ کے مصارف بھی پورے نہیں نکلتے۔ مہنی آرڈر کے اجراء میں آٹھ یا نو تختہ جات کی
خاند پری کرنی پڑتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کام کے لئے جو اہلکار رکھے جاتے ہوں گے
ان کی تنخواہوں میں ہی ساری آمدنی صرف ہو جاتی ہوگی غرض بجز خاص اشکال کے دوسروں
کے مقابلے میں سرکاری صنعت و حرفت کی نسبت ناقابلیت کی یہ ایک بین مثال ہے کہ
مہاجنوں کی ایک تنہا جماعت ارسال زر کا ایک ایسا طریقہ رائج کر سکتی ہے جو دنیا کے
تمام حصوں میں کارآمد ہونے کے علاوہ ڈاک خانوں کے طریقے سے ارزاں بھی ہے اور
سرکاری آمدنی کا ذریعہ بھی۔

چیک بینکوں سے جس طرح ادائیگوں کا کام لیا جاتا ہے اسی طرح رقوم کے وصول
کرنے میں بھی مدد لی جاسکتی ہے مثلاً اگر کسی عام شخص کو چندہ جمع کرنا ہو تو اگر وہ ایک تختہ
ادائی داخلی یا اعتمادی نوٹ چیک بینک سے حاصل کرے تو رقوم مندرجہ تختہ ہر بینک میں
جن کا چیک بینک سے تعلق ہو جمع اور وصول ہوتی جائیں گی۔ الغرض چیک بینکوں کی بدولت
چھوٹے قرضوں، چندوں وغیرہ کا ملک کے ہر حصے سے بغیر کسی صرفے یا وقت کے
وصول کرنا آسان ہو گیا ہے۔

اجرت کی ادائیگی چیک بینک کے منتظمین کا منشا، اور کوشش یہ ہے کہ اس کے چیک
اس نقد اجرت کے قائم مقام بن جائیں جو صناعتوں سے مزدوروں کو
چکوں کی شکل میں ملا کرتی ہے یا اگر نہیں اس مقصد میں کامیابی ہو جائے تو میری رائے میں اس
ترکیب سے مہاجنوں کو جنھیں آئے دن نقدی وطلائی و کرنسی کی بڑی بڑی کمزوری ہے اور جو ہمیشہ ایسا ذخیرہ ہتھیار اور شمار کرنے کی دقتوں سے دوچار ہوتے ہیں بڑی سہولت اور نجات
مل جائے گی۔ اسی طرح آقا اپنے ملازمین کی تنخواہیں بجز اخفیف یا اس سے بہتر حقیقت قیوں کے چیک کی شکل میں
اور باقی زرنقدروں میں ادا کر سکتے ہیں مزدور اور ملازم ان چکوں کو بوقت ضرورت دکانوں پر بھالیں گے
اور دکانوں سے یہ چیک یا تو بینکوں ہی میں امانت رکھوا دیئے جائیں گے یا آئندہ ضرورت کے لئے

اتھرخود انھیں خرید لیں گے۔ چنانچہ ایک زمانے میں ریلوے کے بڑے بڑے گتہ دار عام طور سے مجر توں میں ایک دو یا پانچ شلنگ کے چک کارڈ بانٹا کرتے تھے جن کا اس پاس کے شراب فروشوں اور بیوپاریوں میں بلاتامل چلن ہوتا تھا بالآخر گتہ دار انھیں پھر اپنی ضروریات کے لئے واپس خرید لیتے تھے۔ دراصل ایسے چک ہی اصلی زربنیا جتنی کہلانے کے مستحق ہیں مگر ان کا جواز مشتبہ تھا۔ چک بنک کے چکوں سے بھی یہی کام لیا جاسکتا ہے اور ان کا اجرا قانوناً جائز بھی ہے۔ لیکن ابھی اس کا یقین نہیں ہے کہ معمولی چکوں کو ادائی کے لئے فوراً پیش کر دینے کا طریقہ دوسری قسم کے چکوں کے مسلسل چلن میں جن کا ادائی کے لئے فوراً پیش کیا جانا ضروری نہیں ہے کس حد تک مانع و مزاحم ہے۔ تجربے سے بار بار یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مالی معاملات میں عادت اور رواج کا اثر نہایت بے قابو اور قوی ہو کرتا ہے اس لئے عوام الناس کو یہ سکھلانے کے لئے کہ چک بھی محفوظ قسم کی دستاویزات ہیں اور انھیں اٹھار کھنے میں کوئی ہرج نہیں ہے غالباً ایک عرصہ درکار ہو گا۔

چک بنک بطور ایک بنک سے اب بھی سیونگ بنک کا کام لیا جاتا ہے جہاں لوگ اپنا غیر ضروری سرمایہ حفاظت کے لئے رکھو کر وثیقہ امانت سیونگ بنک کے طور پر چک فارم جس سے بوقت ضرورت رقوم برداشت کر کے

ادائیاں کی جاسکتی ہیں حاصل کر سکتے ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ ایسی امانتوں پر بالکل سود نہیں دیا جاتا لیکن اگر اس بنک کے مقاصد میں پوری کامیابی ہو جائے تو وہ ایک عمدہ رقم کا سیونگ بنک بھی بن جائے گا۔ رہا سود کا سوال تو ایسے چک جاری کرنے کے بجائے جو ہر وقت واجب الادا ہوں اگر وہ اپنے گماشتہ بنکوں کے توسط سے وثائق امانت، ہنڈیاں یا اسی قسم کے مدتی چک جاری کیا کرے تو مثل گھٹو یعنی ڈسکونٹ کے دو ڈھائی فی صد سود دینے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ان وثائق کو لوگ چاہیں تو رکھ چھوڑ سکتے ہیں یا رقم کی ضرورت ہو تو شرح ظہری کے اندراج سے متعلق کر دے سکتے ہیں یا چک بنک ہی میں پیش کر کے رقم لے سکتے ہیں۔ اگر مدت تکمیل تک انھیں لیا جائے تو معمولی چکوں کی طرح ہر بنک سے جس کو چک بنک سے تعلق نہوان کی ادائی ہو سکتی ہے۔ چک بنک امانتی رقوم کو تین فیصد سود والے سرکاری وثائق میں مفت پر

لگا سکتا ہے۔ دستاویزات اور کار حسابی کے اخراجات اس قدر خفیف ہوتے ہیں کہ امانت داروں کا سود دینے کے بعد بھی خاصے نفع کی گنجائش رہتی ہے۔ مشترک گلیڈسٹون کا قایم کیا ہوا سیونگ بنکوں کا طریقہ بھی ایک اچھی چیز ہے اور نہایت کامیابی سے چل رہا ہے اور لوگوں کی مالی حالت کی اصلاح و درستگی میں اس نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں مگر اس کا طریق کار وقت طلب ہے اور اخراجات بھی اتنے زیادہ ہیں کہ حکومت کو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اسکاچ بنک جس طرح چھوٹی چھوٹی امانتیں قبول کر کے اب بھی سیونگ بنکوں کے فرائض انجام دے رہے ہیں اسی طرح یہ غور طلب ہے کہ آیا دوسرے تمام انگریزی بنکوں کو بھی چک بنک کی امانت سے سیونگ بنک نہیں بنادیا جاسکتا جس سے سب کو سہولت اور فائدہ ہو۔

نظام چک بنک میں نے اس کتاب میں چک بنکوں کے حقیقی اور ممکنہ فرائض کا کے نتائج کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس وجہ سے ذکر کیا ہے کہ اگر یہ طریقہ کامیاب ہو جائے تو اس سے مالی اصلاحات میں بہت کچھ

وسعت پیدا ہو جائے گی۔ اب تک تو اس کا وجود محض ایک تجربہ ہے جو حصہ داروں کی جو کھم پر کیا جا رہا ہے۔ اس سے اگر تمام مہاجنوں اور عوام الناس کو سہولت حاصل ہو تو کامیابی یقینی ہے۔ ممکن ہے کہ بعض معاصد میں یہ کامیاب ہو اور بعض میں نہ ہو لیکن اس میں شبہ نہیں ہے کہ یہ ان نقدی ادائیگوں کا ضرور قایم مقام ہو جائے گا جو لندن کے عمومی حساب گھر میں چکوں کے نصفیے پر لازم آتی ہیں۔ اس بنک کا منافع امانتوں کے سود اور $\frac{1}{2}$ اپنس کی اس خفیف فیس پر مشتمل ہے جو ہر چک پر وصول کی جاتی ہے اور رقم امانتی کا اس کے ہاں جمع رہنا ان تین حالتوں پر منحصر ہے:— (۱) وہ مدت جو چکوں کی بھنائی کے پہلے گزرے۔ (۲) چکوں کے ادھر سے ادھر منتقل ہونے میں یا عام چلن میں جو مدت گزرتی ہے (۳) رقم امانتی اور رقم برداشتہ کا فرق۔

اگرچہ کہ اکثر چک سال سال بھر چلن میں رہتے ہیں مگر ان کے چلن کی اوسط مدت دس یوم ہوتی ہے۔

اس تفصیل اور دلچسپی کے ساتھ چک بنکوں کے کام کا جو ذکر کیا گیا ہے تو کہیں اس سے یہ مغالطہ نہ ہو کہ اس میں میری کوئی ذاتی غرض شامل ہے۔ میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ محض فنی دلچسپی سے میں اس کی ترقی اور کامیابی کا خواہاں ہوں۔ بہر حال یہ ایک اچھی ایجاد ہے اور اگر کامیاب ہو جائے تو کل قوم کے فائدے کا موجب اور ہمارے موجودہ نظام ساہوکاری میں جس کی تنظیم اب بھی قابل رشک ہے ایک عمدہ خصوصیت کے اضافے کا باعث ہوگی۔



تئیسواں باب

غیر ملکی ہنڈیاں

اگلے زمانے میں تجارت خارجہ بالکل تبادلاً اشیاء پر مشتمل تھی۔ ملک کی مختلف مصنوعات لے کر قافلے عربستان اور صحرا کے ریگستانوں کے اُس پار کے ملکوں میں چلے جاتے اور باقی دانت مسالے اور دوسری بیش قدر پیداوار خام ہو تباوے میں حاصل ہوتیں لیکر واپس ہو جاتے بعد کے زمانوں میں تجارت جہازوں پر مال لاو کے ادھر ادھر اس بھروسے پر روانہ کر دیتے کہ ناخدا اس سے کہیں بھی نفع سے فروخت کر کے ایسا مال لے آئے گا جو وطن میں بڑی منفعت کے ساتھ فروخت کر دیا جائے۔ غرض اس طرح تجارت گویا باہمی تھی جو کچھ مال بھیجا جاتا اس کی قیمت کے عوض مال ہی واپس لایا جاتا تھا۔ اس میں بڑی خوبی یہ تھی کہ رقم درمیانی مدت میں بیکار پڑی نہ رہتی۔

البتہ جہاں اس طرح راست مبادلہ باہمی ممکن نہ ہوتا یا تو زرخیزی کے بھیجنے کی ضرورت داعی ہوتی یا قرضوں کی ادائیگی کے لئے کوئی اور تدبیر اختیار کرنی پڑتی اور زر کی منتقلی میں ظاہر ہے کہ نہ صرف درمیانی مدت کے سود کا نقصان ہوتا ہے اور محافلت کے اخراجات عائد ہوتے ہیں بلکہ کل رقم کے بالکل تلف ہو جانے کا بھی بڑا احتمال ہے اسی لئے صدیوں پیشتر لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ دستاویزات کے استعمال سے تجارت خارجہ میں زر کا استعمال کو بالکل غیر ضروری نہ ہوتا ہم اس میں کمی اور کفایت

ضرور پیدا کی جاسکتی ہے۔

ہندوؤں کی نوعیت | یوں تو رومۃ الکبریٰ کے باشندے بھی غیر ملکی ہندوؤں کے طریقے سے کچھ واقف معلوم ہوتے تھے لیکن اس کی تنظیم اور ترقی کا سہرا اگلے اظالمیوں اور خصو صاً یہودی تاجروں کے سر ہے ہندوؤں

کی سرگذشت بہت کچھ پردہ خفائیں ہے لیکن اس قدر ضرور بتا سکتا ہے کہ چند عیسوی صدی میں ان کا استعمال بالکل عام ہو چکا تھا اور ان کی شکل رواج اور قواعد سے تقریباً وہی تھے جو آج کل رائج ہیں۔

ہندوئی مرتب کنندہ کی جانب سے دوسرے شخص کے نام صرف ایک حکم ہوتا ہے کہ اس قدر رقم اس مدت میں فلاں شخص کو ادا کر دی جائے اور جب کبھی ہندو لکھی جاتی ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ لکھنے والے کی کچھ رقم اس شخص سے واجب الوصول ہے جس کے نام ہندوئی مرتب کی گئی ہے۔ موسوم الیہ ہندوئی کے پیش ہونے پر اگر اسے منظور کر لے تو یہ منظور ہو گیا ہندوئی اقرار وجود قریب ہے۔ گو ہندوئی ہمیشہ کسی خاص شخص کے نام لکھی جاتی ہے لیکن اگر اس پر عبارت ظہری منتقل کی یا بت لکھ دی جائے تو منتقل بھی ہو جاتی ہے انگلستان کے لوگ امریکہ سے ہر سال ایک بڑی مقدار روٹی غلہ وغیرہ کی خریدنے رہتے ہیں اور امریکہ والوں کو بھی انگلستان سے لوہا، سوتلی، پاپیر، شیشم اور دوسری مصنوعات خریدنی پڑتی ہیں اب اگر ان کی قیمتوں کی ادائیگی میں بحر اوقیانوس کے اس پار سے اس پار اور اس پار سے اس پار رقم کی ارسال و ترسیل ہوتی رہے تو یہ ایک بیہودہ سی بات ہوگی کیونکہ چند اقراض حاجات قرض کی وساطت سے اس ملک کے مالی کی قیمت اس ملک کے مال کی قیمت میں یہ آسانی محسوب ہو سکتی ہے مثلاً امریکہ کا تاجر جس نے انگلستان کو روٹی بھیجی ہے اپنی روٹی کی قیمت کی حد تک ہندوئی لکھ سکتا ہے اور اگر یہ ہندوئی نیویارک میں کسی ایسے شخص کو جس نے انگلستان سے اسی قیمت کا لوہا منگوایا ہے فروخت کر دی جائے تو وہ بذریعہ ڈاک اس ہندوئی کو اپنے انگریزی مفتوحہ کے پاس بھیج دے سکتا ہے اور یہ انگریزی مفتوحہ کے پاس پیش اور منظور ہو جائے تو مدت مقررہ کے گزرنے پر صرف ایک ادائیگی سے سب کے لین دین کی چکوتی ہو جائے گی۔ اس عمل میں بھی گوزر کی دو بار مداخلت ہوتی ہے ایک تو نیویارک میں

ہندو کی فروخت کے وقت اور دوسرے اس وقت جبکہ انگلستان میں ہندو کی سہاری جاتی ہے بریں ہم یہ نسبت اس ادائی کے جو بھراوقیانوس کے اس پار سے اس پار ہو ایک ہی شہر کے دو اشخاص کے باہین جو ادائی کا انتظام ہوجاتا ہے وہ بدرجہا سہولت بخش ہے علاوہ ازیں ایک ہی شہر میں ادائی چلوں کے ذریعے آئے یا ہندو کی مدت پوری ہو جانے کے بعد حساب گھر کی چکوٹی سے ہو جاسکتی ہے۔ الغرض اس طریق عمل سے زر کا استعمال تقریباً غیر ضروری ہو جاتا ہے اور تا وقتیکہ درآمد و برآمد کے توازن میں کوئی بڑا تفاوت نہ ہو تجارت خارجہ بالکل ایک بارگڑ ہی کا نظام بنی رہتی ہے۔

خارجی ہندویوں کی تجارت
درآمد و برآمد کے توازن کے لئے ہر مال درآمد کرنے والے کو ایک مساوی قیمت مقدار مال برآمد کرنے والے کا ہدست ہو جانا ایک غیر معمولی اور بعید از قیاس مفروضہ ہے مگر یورپول

میں کئی تاجرا ایسے ہوتے ہیں جو امریکہ کے مقروض ہوں اور اسی طرح امریکہ میں بھی بہت سے تاجر یورپول والوں کے مقروض پائے جائیں گے اس لئے مختلف قوم کی ہندویوں کی ہمیشہ طلب و رسد رہا کرتی ہے چنانچہ بعض لوگوں کے لئے تو لکھنے والوں سے ہندیاں خرید کر ضرورت ہند اشخاص کو فروخت کرنا ایک نفع بخش روزگار بن گیا ہے۔ اکثر تاجروں کی بڑی بڑی کوٹھیاں اپنی شاخیں انگلستان اور امریکہ دونوں مقامات پر رکھتی ہیں یا ان کے دوسرے ملک میں ایسے گماشتے اور منیب ہوتے ہیں جن کے ہاں ان کوٹھیوں کا چالو کھاتا رہا کرتا ہے اور اکثر ایک ہی کوٹھی درآمد و برآمد ہر دو اقسام کی تجارت کرتی ہے اس لئے اس کے باید داد و باید گرفت کے حسابات کا تصفیہ کچھ مشکل نہیں۔ بریں ہم اگر کچھ بقایا رہ بھی جائے تو جیسے جیسے موقع ملے ادائی کر دیتا جاتا ہے غرض ملکی تجارت کی طرح تجارت خارجہ میں بھی کھاتے کے جمع و خرچ سے استعمال زمین بہت کچھ کمی ہو جاتی ہے البتہ جب تجارت کا توازن بگڑ جاتا ہے اور ایک ملک دوسرے کا بہت زیادہ مقروض ہو جاتا ہے تو رقم کی منتقلی ناگزیر ہو جاتی ہے۔

اس مختصر کتاب میں مبادلات خارجہ کی باریکیوں اور پیچیدگیوں سے بحث کرنے کی گنجائش نہیں ہے مگر گوشن کی کتاب الموسوم بہ نظریہ مبادلات خارجہ میں بہت عمدگی اور وضاحت سے اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ البتہ اس جگہ میں اس عام اصول کو

واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ قوانین طلب و رسد کے تحت غیر ملک کی موسومہ ہنڈیاں خود ایک بازار کی چیزیں جاتی ہیں چنانچہ اگر کسی وجہ سے ان کی رسد گھٹ جائے یا طلب میں زیادتی ہو تو ہنڈیوں کی قیمت بھی بڑھ جاتی ہے ایسی صورت میں ہر معاملت جس سے نئی ہنڈیاں مرتب ہو کر رسد میں ملائی جاسکیں موجب منفعت ہے اور جب مال زیادہ مقدار میں برآمد ہوئے لگتا ہے تو پھر توازن قائم ہو جاتا ہے اس پر بھی اگر ضرورت پڑے سونا یا رقم کچھ صرفہ برداشت کر کے بھجوا سکتے ہیں اور اس کی حمایت پر ہنڈیاں لکھ سکتے ہیں اسی لئے ہنڈیوں کی بڑھوتری کسی صورت میں اجازت جات ترسیل زر سے بڑھ نہیں سکتی سونا چاندی ہر جگہ مقبول ہے اور اس کی منتقلی میں بھی کوئی دشواری نہیں ہوتی اس لئے جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا ہے وہ ایک قدرتی زمین الاقوامی بھی ہے پس اگر کوئی ملک سونے چاندی سے بالکل خالی ہو جائے اور اسے بیرونی قرضے ادا کرنے ہوں تو وہ مجبور ہو گا کہ سونے چاندی کے بعد جو بھی چیز مقبول اور نقل پذیر ہو برآمد اور فروخت کرے۔ ایسی صورت میں ہنڈیوں کی بڑھوتری مساوات سے بڑھ کر کسی حد تک پہنچ جاسکتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاشیاتی نقطہ نظر سے سونے چاندی اور دوسرے مال تجارتی میں نوعیت کا نہیں بلکہ درجے کا فرق ہے۔

تمام دنیا کا ملکی تجارت میں تو چمک استعمال ہوتے ہیں اور تجارت خاصہ میں ہنڈیاں اس لئے بظاہر آپ یہ خیال کریں گے کہ ہم زر فلزاتی کے چکوٹی گھر استعمال کی کفایت میں آخری حد تک پہنچ گئے ہیں لیکن نہیں بھی

اور ایک زینہ باقی ہے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ جب کسی شہر کے تمام ہوپاری ایک ہی مہاجن کے ہاں اپنی رقم امانت رکھتے ہیں تو ضرورت کے وقت رقم کی منتقلی محض مہاجن کے حسابی جمع و خرچ سے ہو جاتی ہے اور انھیں رقم کو چھونے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ اسی طرح اگر تمام دنیا کے ہوپاری کسی ایک خاص شہر کو منتخب کر کے وہاں کے خاص خاص مہاجنوں کے ہاں کھاتا کھول لینے پر متفق ہو جائیں تو ان سب کی باہمی معاملتوں کا تصفیہ بھی ان مہاجنوں کے حسابی عمل سے بہ آسانی ہو جائے گا۔ تقریباً یہی شکل اس وقت لندن کی ہے جو آج کل تجارتی دنیا میں تمام زر کی معاملتوں کا مستقر اور مرکز اور بین الاقوامی عمومی حساب گھر بنا ہوا ہے۔

استعمال زر میں ممکنہ کفایت پیدا کرنے کے لئے بڑی ضرورت یہ ہے کہ جملہ کاروبار کو ایک مرکز پر جمع کیا جائے تاکہ مطالبات کے توازن کا موقع وسیع ہو۔ انگلستان میں جب تک صوبجاتی بنکوں کا وسیع نظام قائم نہ ہوا تھا لوگ لندن میں کھاتے کھول کر کام چلاتے تھے کیونکہ ہر بڑے شہر میں اکثر لوگ ایسے ہوتے جنہیں لندن کو رقم بھیجی جوتی اور بہت اسے لوگوں کو لندن سے رقم حاصل کرنی ہوتی۔ ان خانگی تاجرانہ معاملتوں کے ساتھ سرکاری آمد و خرچ کی ارسال و ترسیل بھی شامل ہوجاتی اس لئے لندن کی موسومہ ہنڈیاں ان اشخاص کو جو لندن کو رقم بھیجنا چاہتے فروخت کر کے ان کی قیمت سے ایسے لوگوں کی جن کا لندن کی کوٹھیوں اور بنکوں پر مطالبہ ہو ہنڈیاں خریدنا ہر تاجر کو منفعت بخش معلوم ہوا۔ اس طرح دارالسلطنت چونکہ مالی کاروبار کا مرکز ہو گیا ہے ہر شہر کی ادائی لندن ہنڈی اسے ہی بہ سہولت ہوتی ہے اور ہر رقم بھیجنے والے کو دوسری ہنڈیوں کی بہ نسبت لندن ہنڈیاں آسانی سے دستیاب بھی ہوجاتی ہیں اور قرض خواہ بھی فطرۃً ایک ایسے مقام کی ہنڈیاں پر جہاں ان کا کاروبار بالکل نہ ہونہی ہنڈی ہی کو ترجیح دیں گے۔ پس اگر انگلستان کا ہر بیویاری اپنی خاص رقم لندن ہنڈی مہاجن کے ہاں رکھے تو لندن ہنڈیوں کے استعمال سے انگلستان کا تمام تجارتی کاروبار سمٹ کر لندن پر جمع ہوجائے گا اور معاملتوں کی چکوتی مہاجنوں کے جمع و خرچ یا حساب گھر کی وساطت سے یہ آسانی ہوجائے گی۔

مالی کاروبار کا لندن کے مرکز پر جمع ہونا

اسی طرح اگر غیر ملکی کاروبار بھی لندن میں جمع ہوجائے تو بڑے فائدے کی بات ہوگی ورنہ ہر دو تجارتی شہروں کو اپنی باہمی معاملتوں کا علیحدہ علیحدہ تصفیہ کرنا پڑے گا اور ہر تاجر کو دوسرے کی شہروں کے تجارت اور مہاجنوں کے نام کی ہنڈیاں وصول ہوں گی۔ اس میں یک دو گونہ وقت سے پہلے تو نسبتہ چھوٹے مقامات کی موسومہ ہنڈیوں کی طلب و رسد بھی کم اور نسبتہ زیادہ تغیر پذیر ہوں گی دوسرے ایسی ہنڈیاں غیر معروف چھوٹی چھوٹی کوٹھیوں کی ہوں گی جن کی ساکھ کے متعلق اطمینان کرنا خالی از وقت نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں آج کل بڑی بڑی کوٹھیوں کے وفاتر بھی تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے جس طرح شاخ بنکوں کا کاروبار صدر دفتر پر مجتمع ہوتا ہے اگر ان کی معاملتیں بھی ایک مرکز عمومی پر جمع کی جائیں تو سہولت کا موجب ہی ہوگا یہی وجہ ہے جو لندن کے مشہور و معروف بنکوں اور ایسی بڑی کوٹھیوں کے نام

جن کی ساکھ تمام دنیا میں مقبول مانی جاتی ہے ہندیاں لکھنے کا میلان بڑھتا جاتا ہے علما بھی ایسی ہندیاں مہا دل کی آئندہ میں بلائیں و پیش قبول کر لی جاتی ہیں اس لئے ایسی ہندیوں کی قیمت بھی زیادہ آتی ہے اور پینڈن دل و شمار بھی نہیں۔ اگر لندن کی کسی کو بھی سے حساب کھول لیا جائے اور اپنے رسالات کو لندن کے کھاتے میں جمع کر اسے جائیں تو کافی ہے چنانچہ امریکی اسٹریلیا اور ہندوستان کے تاجر لندن ہی میں اپنی رقوم حاصل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں اور ہر تاجر جسے کچھ رقم بھیجنی ہے اپنے امین کے نام ہندوی جاری کر سکتا ہے اور ایسے سرمایہ کو وقتاً فوقتاً اس رقم سے تقویت ہوتی جاتی ہے جو اس کی موسومہ ہندیوں سے حاصل ہو ا کرتی ہیں۔

مالی معاملات کے لندن میں مجتمع ہونے کا میلان اس وجہ سے بھی قوی ہو گیا ہے کہ ارزاں قرض و ادنیٰ سرمایہ کا سب سے بڑا ذخیرہ بھی لندن میں رہتا ہے نیویارک میں عام شرح سود کم سے کم دو فیصد ہوتی ہے جو لندن کی شرح سے زیادہ ہی ہے پس ایک ایسے تاجر کے لئے جس کی لندن میں ساکھ اچھی ہے اور قرض مل سکتا ہے بہ نسبت نیویارک کے لندن ہی میں قرض لینا مفید ہو گا اور بجائے اس کے کہ پہلے لندن میں رقم رکھوائی جائے اور پھر اس پر مطالبات جاری کئے جائیں زیادہ عام اور منفعت بخش تدبیر یہ ہے کہ لندن ہی میں رقم قرض دیکر وہیں کے کسی مہاجن کے ہاں مطالبات کی یا بجائی کے لئے رکھ چھوڑی جائے اور پھر رسالات مابعد سے اس سرمایہ کو جس پر ہندیاں قبول کی اور سکاری جاتی ہیں تقویت پہنچائی جائے۔ گو براعظم یورپ کی تجارت میں پیرس۔ برلن۔ ویانا۔ ہم برگ۔ امستردم وغیرہ اہم مرکز ہیں لیکن حالیہ جہلوں کی وجہ سے مالی کاروبار کی بڑی مقدار ان مقامات سے لندن ہی کو منتقل ہو گئی ہے قطع نظر ان امور کے خود انگلستان کی تجارت خارج جس کی رسائی دنیا کے ہر گوشے تک ہو چکی ہے اور دور دراز کی متعدد نوآبادیات اور باجگزار ریاستوں کے مالی تعلقات بھی دارالسلطنت سے وابستہ ہیں اس لئے لندن ایک بے مثل مالی مرکز بن گیا ہے۔

لندن میں غیر ملکی ساہوکاری کاروبار کے لندن میں جمع ہونا ہے کہ نوآبادیات اور غیر ملکوں کے مہاجن صرف اپنے گماشتے ہی نہیں بلکہ صدر دفتر بھی وہیں قایم کرنا ضروری اور فائدہ مند سمجھتے ہیں چنانچہ اس وقت کم از کم ساٹھ خاص اور مشہور نوآبادیاتی اور غیر ملکی بینک ایسے ہیں جن کی شاخیں یاد فائر لندن میں موجود ہیں۔ ان میں اسٹریلیا نیوزی لینڈ اور ہندوستان کے اہم بینکوں کے

علاوہ کئی ایسے چھوٹے چھوٹے بینک بھی شامل ہیں جنہیں انگریزی سرمایہ داروں نے یورپ۔ جنوبی امریکہ۔ چین اور دوسرے ممالک شریقیہ کی تجارت کو فروغ دینے کے لئے قائم کر رکھا ہے۔ ان ساتھ بنکوں کے علاوہ پورے ایک ہزار غیر ملکی اور نوآبادی بنکوں کے دفاتر بھی یہاں موجود ہیں جو لندن کی مہاجنوں سے سلسلہ کاروبار رکھتے ہیں بغرض دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا شہر ہوگا جس میں بینک کو قائم رکھنے کی صلاحیت ہو اور لندن کے مہاجنی نظام سے کاروبار رکھنے پر دسترس حاصل نہ ہو۔

موجودہ کاروبار کی اہمیت کے لحاظ سے غیر ملکی مہاجنوں کی کچھ قسمیں ہیں اور بعض تو ان میں ایسے ہیں جن پر انگریزی معیار سے لفظ مہاجن کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا اور صرف تاجروں میں شمار ہو سکتے ہیں لیکن من حیث المجموع ان کا کل کاروبار بہت زیادہ ہے اس لئے لندن کے توسط سے زر کی جو ارسال و ترسیل ہوتی ہے اس کی مقدار روز بروز بڑھتی ہی جاتی ہے جس طرح انگلستان کے ملکی مہاجنوں کے مابین لندن رشتہ تعلقات کی ایک کڑی بنا ہوا ہے اسی طرح تمام عالم کے دور و دراز کے مختلف مقامات بھی اسی کڑی سے منسلک کئے جا سکتے ہیں اور کئے جائیں گے۔ لیکن جوں جوں مالی کاروبار کا یہ خوشگوار بوجھ لمبا روڈ اسٹریٹ اور ٹریڈ نیڈل اسٹریٹ کے اداروں پر بڑھتا جاتا ہے ہم کو بھی ہمیشہ اتنا ہی ہوشیار رہنا چاہئے کہ ہمارے نظام زر کی بنیادیں نہایت مستحکم ہوں اور ہمارے مہاجنوں سرمایہ داروں اور تاجروں پر بھی جنہیں اس وسیع انتظام میں بہت کچھ حصہ لینا پڑتا ہے، لازم ہے کہ اس خصرے سے جو نہایت شدید تقابلے کی وجہ سے بد نظمی، اتبری اور نا کامی کا موجب ہوتا ہے، اچھی طرح واقف ہو کر اپنے کاروبار کی تنظیم کریں۔ کیونکہ بلاشبہ یہ ہر ایک کو معلوم ہو چکا ہے کہ گذشتہ چند برسوں میں ایسے خطرے کی علامتیں رونما ہو چکی ہیں بعض اوقات قرض دادنی سرمایے کی مقدار اتنی گھٹ جاتی ہے کہ شرح سود میں یکایک اتنا اضافہ ہو جاتا ہے کہ جس کا گذشتہ تیس سال میں کسی کو شائبہ بھی نہ تھا۔ اس لئے اسلئے باب میں چند امور ایسے پیش کئے جائیں گے جن سے واضح ہوگا کہ اس صورت حال کی ذمہ دار استعمال زر میں وہ غیر ضروری کفایت ہے جو ہمارے ترقی یافتہ اور مکمل نظام ساموکاری کی بدولت ممکن ہو گئی ہے یہ کفایت جب ضرورت سے زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کے نتائج بھی نہایت تباہ کن ہو سکتے ہیں۔

چوبیسواں باب

بنک آف انگلینڈ اور زر کی منڈی

ناظرین کو یاد ہو گا کہ مضمون زر کو ہم نے مہمولى اشيا کے تبادلے سے شروع کیا تھا اور زر پہلى مرتبہ ایک ايسى مہمولى شے کی شکل میں نمودار ہوا تھا جو الہ مبادلہ کی حیثیت سے دست بدست منتقل ہوا کرتی۔ لیکن مطالب رفتہ رفتہ زیادہ پیچیدہ ہوتے گئے۔ فلزیات حیثیت زر دوسری اشيا کی جانشین ہوئیں۔ زر وضعی اور زمستانہ وغیرہ کی نوعیت اور خصوصیات میں باریکیاں پیدا ہوتی گئیں حتیٰ کہ فلزی زر نیابتی سے گزر کر ہم قسطاسی زر نیابتی تک پہنچ گئے اور بالآخر یہ منکشف ہوا کہ اگر چک نظام تصفیہ حسابات کو اختیار کر لیا جائے تو اندرون ملک کے مبادلات میں ہم زر فلزی سے بالکل بے نیاز ہو جاسکتے ہیں۔ تمام بڑی بڑی مالی معاملتیں ان دنوں ایک چھوٹے سے کمرے میں طے ہو جاتی ہیں جہاں کئی محاسب بیٹھے ہوئے جلد جلد حساب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن یہ ہرگز نظر انداز نہ کرنا چاہئے کہ بنکوں کے ہی کھاتوں کے اعداد و محض اعداد نہیں بلکہ دراصل سونے کے قایم مقام ہوتے ہیں اور ہر دین کو سونے کی شکل میں ادائیگوں کے مطالبے کا اختیار ہے۔ یوں تو مہمولى ہو پار اور داد و ستد میں قہتی دھاتوں کے استعمال کی زحمت کوئی گوارا نہیں کرتا کیوں کہ بنکوں کے تہ خانوں میں وہ نسبتہ زیادہ محفوظ رہنے کے علاوہ ہر وقت دستیاب بھی ہو سکتی ہیں لیکن بین الاقوامی

تجارت کی اور بات ہے۔ اس میں قرضوں کے فاضلات کی ادائیگی سونے چاندی ہی کی شکل میں کرنی پڑتی ہے۔ پس اگر معاملات کی مقدار اور بنیاد اطلاقی کے تناسب میں جس پر کل معاملات کے تصفیے کا دار و مدار ہے کوئی کمی ہو جائے تو نہایت اہم نتیجے میں متاثر ہو کر رہتے ہیں۔

تجارت کی سہولت اور ترقی گزشتہ تیس سال کے عرصے میں انگلستان اور دوسرے اکثر ممالک کی تجارت میں جو توسیع اور ترقی ہوئی ہے وہ بلاشبہ عظیم الشان ہے۔ اور جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے اگر تجارت کا خواہ

کو صنعت و حرفت کی عام ترقی کا معیار سمجھا جائے تو دریافت سے معلوم ہو گا کہ انگلستان اور آئر لینڈ کی برآمد کردہ پیداوار کی مالیت ۱۸۶۶ء میں (۵۸) ملین پونڈ اسٹرلنگ تھی اور ۱۹۱۶ء میں (۱۸۹) ملین پونڈ یعنی سہ چہند سے بھی زیادہ ہو گئی۔ لیکن اس مدت میں بینک نوٹوں کے چلن میں چنداں تغیر نہ ہوا اگر کوئی تبدیلی ہوئی بھی تو کمی ہی کی جانب ہوئی چنانچہ جہاں ۱۸۶۶ء میں انگریزی اسکاچ اور آئرش بنکوں کے چلنی نوٹوں کی مقدار (۳۹) ملین پونڈ تھی ۱۸۶۶ء میں (۳۸) ملین پونڈ ہو گئی۔ مگر میری رائے میں انڈونی اور بیرونی تجارت کی توسیع اور ترقی کا عمدہ اور صحیح معیار کوئلے کی پیداوار ہوگی جو ہماری قومی دولت کا بڑا سرچشمہ ہے۔ ۱۸۵۶ء میں کل (۶۵) ملین ٹن کوئلہ نکالا گیا تھا اور (۱۳۸) ملین پونڈ کے نوٹ چلن میں تھے۔ ۱۸۶۶ء میں کوئلے کی مقدار (۵۶) فیصد زیادہ ہو کر (۱۰۱) ملین ٹن تک پہنچ گئی مگر نوٹوں کا چلن (۳۸) ملین پونڈ سے زیادہ نہ ہوا۔ البتہ ۱۸۶۶ء سے ۱۸۸۶ء کے مابین چلنی نوٹوں کی مقدار میں نمایاں اضافہ ہوا۔ اور اوسط مقدار چالیس ملین یعنی (۱۴) فیصد زیادہ رہی۔ مگر کوئلے کی مقدار ۱۸۵۶ء کی بہ نسبت (۹۵) فی صد زیادہ یعنی (۱۲۷) ملین ٹن تک پہنچ گئی تھی۔

ساہوکاروں کا مقابلہ واقعات متذکرہ بالا سے یہ ظاہر ہو گیا ہو گا کہ تجارت زرِ فلسفی کی ایک ایسی مقدار پر جو نسبتہ غیر متغیر رہتی ہے زیادہ سے زیادہ تجارت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور چونکہ زر کے استعمال کی

کفایت بڑھتی جاتی ہے نظام ساہوکاری بھی اس لحاظ سے زیادہ مکمل ہوتا جاتا ہے بڑے بڑے بنکوں کے باہمی مقابلے کا نتیجہ یہ ہے کہ بڑے سے بڑے کاروبار کو

قلیل سے قلیل محفوظ سرمائے پر چلانے کی کوشش کی جاتی ہے چنانچہ بعض بینک نوٹس پیکس فیصد تک منافع تقسیم کرتے ہیں۔ یہ محض اسی وجہ سے ممکن ہوتا ہے کہ وہ بڑی بڑی امانتوں کو نہایت جیگھوٹی سے استعمال کرتے ہیں۔ محفوظات بھی ان کی کچھ ترخانے میں رکھے ہوئے سکوں یا بینک نوٹوں پر مشتمل نہیں ہوتیں بلکہ محض برائے نام ہوتی ہیں۔ ان کو یا تو وہ اسٹاک آپجینج کے ایسے سرمائے میں لگا دیتے ہیں جو عند الضرورت واپس مل جاتا ہے یا بینک آف انگلینڈ میں امانت رکھوا دی جاتی ہیں جہاں سے اس کا ایک ایک بڑا حصہ دوسروں کو قرض ویدیا جاتا ہے۔

جیسے جیسے تجارت بڑھتی جاتی ہے بیرونی ادائیگوں کے لئے سونے کے مطالبات بھی زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور اگر لندن کا سرمایہ طلب نسبت کم ہی ہوتا جائے تو ظاہر ہے کہ مطالبات کی پابجائی کی دشواریوں میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ میرے خیال میں اپنے ملک کی زر کی منڈی کی موجودہ نازک اور ناقابل اطمینان حالت کا اصلی راز یہی ہے۔ مطالبات کی مقدار روز افزوں ہے اور ان کے پورا کرنے کے لئے کافی طلا نہیں ہے۔ اس لئے مطالبات کی پابجائی دشوار ہو جاتی ہے لوگ مجبور ہیں کہ یا تو شرح سود کو یکایک بڑھا کر ان لوگوں کو ترغیب دیں جو سونا قرض دیتے ہیں یا کوئی نہ کوئی اور تدبیر کی جاتی ہے جس سے مطالبات پیش کرنے والے کچھ عرصے کے لئے خاموش ہو جائیں لیکن بسا اوقات ان ناکرہ گناہ اشخاص کو جو ہر ہفتہ بینک آف انگلینڈ میں جمع ہوتے ہیں مہتمم کیا جاتا ہے یا سربراہ رٹیل کو ان تمام مصائب کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے جنھوں نے بینک آف انگلینڈ کو جزوی امانت کے طریقے پر نوٹوں کے اجراء کی اجازت بخشی۔

۱۸۴۴ء کا بینک پچھلی دو صدیوں میں زر کا کوئی نہ کوئی مسئلہ ہمیشہ بحث میں رہا ہے چنانچہ پہلے دنوں میں فقرے کی کمی، سو تھ سٹی، بیلن کی قیمت وغیرہ پر اور بعد ازاں نقد ادائیگوں کی حد بندی، بیلن رپورٹ، ایک پونڈی نوٹ، اور سرمایہ مشترکہ کے بینک وغیرہ کے مسائل پر رد و فتح ہوتی رہی۔ مگر ۱۸۴۴ء سے کرنسی کے تمام نظریہ دانوں نے اس سال کے بینک چارٹر ایکٹ ہی کو اپنی توجہات کا آماجگنا بنالیا۔ باوجودیکہ درست اور اصلاح کی نوعیت کی

بابت ان میں بہت کچھ اختلافات رہے لیکن اس پر سب نے اتفاق کیا کہ موجودہ تمام خرابیوں کی جڑ ہماری کرنسی کا وہی انتظام ہے جس کو میں اپنے ملک کے مدبرانہ مالی قوانین کا طرہ امتیاز سمجھتا ہوں۔

۱۸۴۴ء کے قوانین نے ایسے نوٹوں کی مقدار محدود کر دی ہے جو باوجود غیر مساوی محفوظات کے بھی جاری کئے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ فی الوقت ۱۸۴۴ء کے بلانحافہ محفوظات بلائی بینک آف انگلینڈ صرف (۱۵) ملین پونڈ کے نوٹ جاری کر سکتا ہے اور انگلستان کے دوسرے خانگی اور سرمایہ مشترکہ کے بینک بہ حیثیت مجموعی ساڑھے چھ ملین پونڈ کی اور اسکاٹ لینڈ والے پونے تین ملین پونڈ کے اور آئر لینڈ والے ساڑھے تیر سٹھ لاکھ پونڈ کے، غرض کل بینک ساڑھے تیس ملین پونڈ کے نوٹ جاری کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان تینوں ملکوں کو اختیار ہے کہ دھات یا سکوں کی امانت کے مساوی جس قدر چاہیں نوٹ جاری کر لیں۔ چنانچہ ۱۸۴۴ء میں ایسے نوٹوں کی مقدار ساڑھے چودہ ملین پونڈ تھی۔ بس یہ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ملک کی مجموعی مقدار کرنسی کی کوئی حد بندی کی گئی ہے کیونکہ ملک کا اصلی زر قانونی تو وہ ساورن ہے جس میں ۱۲۳، ۴۷، ۲۰ گرین سونا ہوا کرتا ہے اور ہر شخص جس کے پاس اس قدر سونا ہو ساورن بنوا لے سکتا ہے۔ بینک چارٹر ایکٹ کے معترضین اس امر پر زور دیتے ہیں کہ ہم کو زیادہ کرنسی کی ضرورت ہے لیکن غالباً اس سے زر فلزی مراد نہیں ہے۔ اور ملک کا سرمایہ طلا اگر بڑھانا مقصود ہے تو اس کے لئے قانونی تبدیلیوں کی کوئی ضرورت نہیں اور جیسا کہ میں پہلے تبلا چکا ہوں ہر شخص جس کے پاس سونا ہو ساورن بنوا سکتا ہے۔ اور اگر ملک میں معدن طلا نہیں ہے اور سونا فراہم کرنا ہے تو بیرونی تجارت ملک کی ایسی ہونی چاہئے جس سے بجائے برآمد کے اس دھات کی مدد نہ ہو کر اسے الغرض خاص کرنسی ایک ایسی شے متصور ہونی چاہئے جس کی فراہمی مخالفوں طلب و رسد کے نظری عمل سے ہوتی رہے پس نیابتی زر قرطاس کی حد بندی سے ان قدرتی حالات میں کوئی واقعی مداخلت نہیں ہوتی۔

آزاد سرمایہ کاری | معلوم ہوتا ہے کہ کرنسی کے نظریہ دانوں کا مقصود طلا کی مقدار کا اضافہ نہیں ہے بلکہ وہ مواعید دائمی طلا کی آزادی چاہتے ہیں

کا اسکول

اور ان آزادو ساموکاری کے حامیوں کا خاص استدلال یہ ہے کہ ہر شخص کو وہ سہ کرنے کا فطرۃ حق حاصل ہے پس ہر مہاجن کو آزادی ہونی چاہئے کہ اسے جتنے گا ہک مل سکیں اتنے نوٹ جاری کر لے اور اسی قدر زرِ فلزی محفوظ رکھے جو اس کی ذاتی رائے اور خیال میں مواعید موفقی کی پابجائی کے لئے کافی سمجھا جائے۔ لیکن نیاتجی زر کاغذی کے اس آزادانہ اجرا سے زر کی منڈی کی قیمتیں جہاں کاغذ کی نہیں بلکہ طلا کی ادائیگی کی ضرورت ہے، رفع نہیں ہوتیں بلکہ اس کے برعکس غیر محدود اجرا سے زر قرقطاس سے وہ کمزور بنیاد طلا اور بجی سزائل ہو جاتی ہے جس پر ہمارا وسیع نظام تجارت قائم ہے۔ اور یہیں ہم کرنسی کے تمام نظریے کے اہم اور نازک ترین پہلو سے دوچار ہوتے ہیں۔

مسئلہ زر کے مصنفین کی بھی ایک ایسی جماعت ہے جس کے اولین نمائندے رکاردو اور لوک تھے جن کا خیال ہے کہ نقد پذیر زر کاغذی کی پیش اجسرائی کا سرے سے امکان نہیں۔ اسی بحث پر نہایت قابلیت کے ساتھ حال ہی میں آریس۔ پالگریو نے اپنی کتاب ”نوٹس آن بنکنگ“ میں بہت کچھ زور دیا ہے۔ اور چونکہ اس مسئلے میں ان کی معلومات بہت وسیع خیال کی جاتی ہیں ان کی رائے کو بہت کچھ وقعت حاصل ہے مگر میں ان خیالات کو ایک بدیہی مغالطے پر مبنی تصور کرتا ہوں۔

بیش اجسرائی کا امکان
جب قیمتیں کسی ایک سطح پر مل ہوں اور تجارت کی حالت ساکن ہو تو ایک خاص مقدار سے بڑھ کر کوئی شخص نوٹ جاری نہیں کر سکتا۔

جس طرح صرف ایک مشتری تنہا اپنی خرید و فروخت سے کپاس یا غلے کی منڈی پر کوئی نمایاں اثر نہیں ڈال سکتا اسی طرح صرف ایک مہاجن کے کاروبار سے بھی عام کرنسی پر کوئی اثر مترتب نہیں ہوتا لیکن اگر مہاجن بہت سے ہوں اور سب کے سب کمزید نوٹوں کی اجرائی کے سامعی ہوں تو ان کی مثالی ایسے تاجروں کی جماعت کی ہوگی جو آئندہ کی والگی کے وعدے پر غلہ فروخت کر رہے ہوں اور جس طرح اس کاروبار سے غلے کی قدر بڑھ جاتی ہے اسی طرح طلا کی قدر میں بھی بہت اضافہ ہو جائے گا۔ سونے کی قدر کے متعلق تجارت میں یہ ہمیشہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ایک مستقل اور برقرار چیز ہے لیکن فی الحقیقت وہ بہت تغیر پذیر ہوتی ہے چونکہ اس کے اسٹاکس جبرئلیں قیمتوں اور نرخانوں کا میں نے جو تجزیہ کر کے دکھایا ہے

اس سے معلوم ہو گا کہ ۱۸۲۵ء کے درمیان قیمتوں میں بالا وسط (۱۷) فیصد کا اضافہ ہوا تھا اور ۱۸۲۷ء و ۱۸۵۷ء کے مابین اوسط اضافہ علی الترتیب (۱۳) اور (۳۱) فی صد تھا قیمتوں کے ان تغیرات کا مطلب یہ ہے کہ اس مدت میں طلا کی قدر ایک معکوس نسبت سے گھٹتی رہی اور ظاہر ہے کہ یہ تغیرات زیادہ تر اعتمادی دستاویزات کے اضافے کا نتیجہ تھے۔ کیونکہ ہر شخص جو زمانہ آئندہ میں سونا ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے وہ گویا اس کی رسید متوقعہ میں اضافہ کرتا ہے اور اس طریقے سے سونے کی مقدار جو بازار میں ڈھکیل دی جاتی ہے بحیثیت حساب ہے اسی طرح ہر شخص جو لوٹ جاری کرتا ہے یا ہینڈ وی مرتب کرتا ہے وہ نادانستہ طور پر بازار زر کے حق میں ”جو بھالو“ (bear) کا کام کرتا ہے۔ جب تک ان مواعید ادائیگی طلا کی پابجائی ہوتی رہتی ہے یا ان کے عوض نئے مواعید کا اجرا ہوتا رہتا ہے کوئی قباحت نہیں پیدا ہوتی اور کل قوم نظام آرسودہ حال نظر آتی ہے مگر اس سے قیمتوں میں جو اضافہ ہوتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مبادلات خارج ملک کے خلاف ہونے لگتے ہیں اور ایسے قرضے عائد ہوتے ہیں جن کی ادائیگی شکل طلا کرنی لازمی ہے اور اعتماد کی بنیاد متزلزل ہو جاتی ہے اور وہ تباہی رونما ہوتی ہے جس کو ابتلا کے تجارتی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

جو بات کہ عام اعتماد کے لئے صحیح ہو وہ اس خاص شکل اعتماد پر بھی جو بنکوں کے پرائیسری نوٹوں میں مضمر ہے زیادہ صحت کے ساتھ منطبق ہوگی کیونکہ ان نوٹوں کے ذریعے سے یہ باور کرایا جاتا ہے کہ عند الطلب سونا ادا کیا جائے گا اس لئے ہر شخص ان کو بہتر اعتقاد ہی تصور کرتا ہے۔ ہینڈ یوں کی ادائیگی بھی نوٹوں ہی سے ہو سکتی ہے اور جب تک مواعید ادائیگی طلا و خورسلا کی جگہ داد و ستد میں استعمال ہوتے رہیں ملکی تجارت میں ساکھ کا برقرار رکھنا کچھ دشوار نہیں ہوتا لیکن غیر ممالک کے تجارتان مواعید کو سونے کے برابر نہیں تسلیم کرتے پس جب مبادلات ملک کے خلاف ہوں تو زر کا غدی نہیں بلکہ ملکی کرنسی کا جزو فلزی باہر چلا جائے گا ایسی حالت میں نوٹوں کے اجرا میں توسیع کرنا مہاجنوں کے لئے بہت آسان ہے کیونکہ کسی شخص خاص ایسے مل جاتے ہیں جن کو مطالبات کی ادائیگی میں سونا دینا ہے اور نوٹ ان کی نظروں میں

سونے کے مساوی ہی ہیں پس طلا کی برآمد کی وجہ سے کرنسی میں جو خلا پیدا ہوا تھا وہاں سے نوٹ نہایت آسانی سے پُر کر دیتے ہیں۔ برصغیر میں نوٹیں برقرار رہتی ہیں اور ملک کی آسودہ حالی بحال۔ تجارت کی فاضلات بدستور ملک کے خلاف رہے گی اور طلا کی جگہ کو نوٹوں سے پُر کرنے کی چال چلتی رہے گی تا آنکہ بیرونی ادائیگوں کے لئے سونا بالکل غیر الحصول ہو جائے گا۔

پروفیسر کلف لزی نے اگست ۱۸۶۶ء کے میک ملن میگزین میں لکھتے ہوئے یہ بتلایا ہے کہ اعتماد سے قیمتیں اکثر عام معیار سے بڑھ جاتی ہیں (Speculative Credit) میری رائے میں یہ خیال بالکل درست ہے۔ اس کے خلاف نیابتی اعتماد جس سے ان کا مفہوم ایسے نوٹ ہیں جو وعات کی اصلی امانت پر جاری کئے جائیں کرنسی کو بظاہر کوئی تقویت نہیں پہنچا سکتا۔ اور خالص زر فلزی کے طریق میں قیمتوں کی جو سطح قائم رہتی ہے اس میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتا۔

کسی ملک سے طلا کا بالکل خارج ہو جانا ایک محض خیالی بات نہیں ہے خود ہمارے ہی ملک میں جبکہ آزاد نظام اجرائی کا دور دورہ تھا ۱۸۳۵ء میں ایک مرتبہ ایسا ہو چکا ہے بنک آف انگلینڈ کا پورا ذخیرہ طلا و خالی ہو گیا تھا اور اگر بنک آف فرانس سے مقدمہ قرضہ لینے کی شرمناک تجویز پر عمل نہ کیا جاتا تو قومی دیوالیہ میں کوئی کسر باقی نہیں رہی تھی۔ (مضمون ہے کہ اس مختصر کتاب کی گنجائش مجھے تاریخی اور اعدادی مثالیں پیش کرنے کی اجازت نہیں دیتی تاہم میں یہ ضرور کہوں گا کہ ۱۸۳۹ء کے ابتداء (Panic-Cries) کے بعد جس تباہی اور تجارت کی ابتوری و کساد بازاری سے

دو چار ہونا پڑا تھا اس سے ہم آج تک بھی نا آشنا ہیں اور باوجودیکہ آج کل ہماری صنعت و حرفت اور تجارت بہ نسبت ۱۸۳۹ء کے کہیں زیادہ ہے ہمارے تجارت اور بنکوں کے منتظمین میں اب بھی احتیاط اور دوراندیشی کے آثار و علامتیں نہیں نظر آتے۔ اس کے برخلاف مقابلہ، ٹھہرنا۔ اور بڑی بڑی معاملتوں کو چھوٹے سے چھوٹے سرمائے کی بنیادوں پر قائم کرنے کی جدائیں پہلے سے بڑھی ہوئی ہی دکھائی دیتی ہیں جنہی کہ اکثر بڑے بنکوں کا کاروبار بھی کمزور اصلی سرمائے کی بنیادوں پر قائم ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت حال میں ملک کے زر کاغذی کو مصروف مسابقت

(Competing) مہاجنوں کے حسب وخواہ محفوظات پر چھوڑ دینے کا خیال ایک منٹ کے لیے بھی روا نہیں رکھا جاسکتا۔

بنک نوٹوں کی تسلیک کا حق | تجارتی بینڈیوں کی بنسبت نوٹ جاری کرنے کا حق میرے رائے میں شاہی حق تسلیک سے زیادہ مثال ہے۔ مسٹر جان لاکے قول کے مطابق نوٹوں کی

تسلیک کو تسلیک ہی کے نام سے موسوم کرنا چاہئے کیونکہ گوجانے دسات کے وہ کاغذ پر متوش ہوتی ہیں لیکن کام ان سے نیابتی زرو ضمنی ہی کا لیا جاتا ہے۔ اب رہا مواعید کی اجرائی کے حق کا سوال تو جس طرح کسی شخص کو خانگی محسال قائم کرنے کا حق نہیں ہے اسی طرح اس حق کی بھی کوئی اصلیت نہیں موجودہ اغراض کے لئے حق وہی ہو گا جسے قانون رفاه عام کے مدنظر مفید سمجھ کر تسلیم کرے۔ تسلیک زر کا کام جس طرح ایک مدت دراز سے گورنمنٹ عالمہ کے تفویض کر دیا گیا ہے اسی طرح قرطاسی زربانی کی تسلیک کو بھی گورنمنٹ یا اس کے ایسے نائبوں کے سپرد کر دینا بہتر ہو گا جو قانون کی نگرانی میں اس فرض کو انجام دیں چنانچہ ہم او کو سکی نے اپنی بے نظیر تصنیف میں جس کا مضمون ساہوکاری ہے اس امر پر زور دیا ہے کہ نوٹوں کی اجرائی کا کام ساہوکاری کا بار بار سے بالکل متجاوز ہے۔ مسٹر گلڈ اسٹون نے بھی۔ اس فرق و امتیاز کی اہمیت کو اچھی طرح محسوس کیا تھا۔ مہاجنوں کو تو ہمارے ملک میں اور تمام کاموں میں پوری آزادی حاصل ہے اس لئے قرطاسی زربانی کی غیر محدود اجرائی کو آزاد ساہوکاری کا جزو لاینفک قرار دینا محض خیالات کی چھپدگی اور مغالطے پر مبنی ہے۔

پروفیسر سمنہ اور دوسرے بعض اشخاص کو بنک چارٹر ایکٹ سے نینکایت ہے کہ وہ مسئلہ زر کا کوئی سائنٹفک حل نہیں ہے ورنہ دوسری اقوام بھی اس کے اصول کو ضرور اختیار کر لیتیں۔ لیکن دراصل یہ درست نہیں ہے کیونکہ حال ہی میں جرمنی کی امپریل گورنمنٹ نے امانت جزوی کے طریق کا خاص اصول اختیار کر لیا ہے البتہ اس میں اتنی ترمیم کی ہے کہ پانچ فیصد محصول ادا کر کے حد مقررہ سے بڑھ کر نوٹ جاری کئے جاسکتے ہیں۔ اسی انتظام کا میں رعایتی حد بندی کے عنوان کے ذیل میں تذکرہ کر چکا ہوں۔ اصل غرض اس مشط کی یہ ہے کہ ابتری کے زمانے میں قانون کو معطل کر دیا جائے۔ اگر ہم بھی اپنے قانون زر میں اسی قسم کی ترمیم لو

اصلاح کر لیں تو بہت اچھا ہو گا لیکن میری رائے میں تاوان یا محصول پیش اجرائی پانچ فیصد سے زیادہ ہونا چاہئے اور کم از کم انگلستان میں تو دس فی صد سے ہرگز کم نہ ہو۔

اسکاٹ لینڈ اور اسکاٹ لینڈ کے بنکوں کو بطور دلیل پیش کر کے اکثر یہ بحث انگلستان کی اسکاٹ لینڈ کے بنکوں کو اگر بغیر روک ٹوک کے آزاد چھوڑ دیا جائے تو ایک بالکل مکمل اور عمدہ کرنسی چھپا ہو سکتی ہے یہ امر واقعہ ہے **ساہوکاری** کہ ۱۸۴۸ء تک اسکاٹ لینڈ کے بارہ تیرہ بنکوں کو ایک پونڈ

سے لیکر ہر رقم کے نوٹ جاری کرنے کا اختیار حاصل تھا مگر سوائے ایک یا دو کے کسی کے دیوالیہ ہونے کی ذمہ داری نہ تھی۔ یہ میں تسلیم کرتا ہوں اور انگلستان امریکہ اور دوسرے ملکوں کے لوگ بھی اسکاٹ لینڈ والوں کی اس حیرت خیز مہارت، احتیاط اور دوراندیشی کی داد دیں گے جس پر ان لوگوں نے اپنے ہاجنی کاروبار کی بنیاد رکھی ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ اسکاٹ لینڈ کے ہاجن نہ صرف انگلستان ہندوستان اور آسٹریلیا کی نوآبادیات میں بلکہ ہر جگہ ہاجنی طریق کی صحیح ترقی کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ مگر ہم لوگ اسکاٹ لینڈ کے باشندے تو ہیں نہیں اگر ہم بھی اسکلج ہوتے تو ایک پونڈ کے نوٹ تک غیر محدود اجرائی ایک نہایت عمدہ تدبیر ہوتی۔ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کے ہاجنی طریقوں میں زمین و آسمان

کافرق ہے۔ بڑے اور اہم بنک وہاں صرف گیارہ ہیں اور ان کی ہمیشہ بھی کوشش رہتی ہے کہ ان کا ہمسریا ہواں بنک پیدا نہ ہونے پائے۔ بلاشبہ یہ ایک اجارہ ہے جس سے وہ نہایت احتیاط اور دوراندیشی سے کام لیتے ہیں ان کا سلسلہ شاخ در شاخ ملک بھر میں پھیلا ہوا ہے۔ ہر قصبے میں ایک شاخ ہوتی ہے اور غریب سے غریب شخص بھی جو ایک دو پونڈ بچا سکتا ہے اپنی امانت بنک ہی میں رکھتا ہے۔ برخلاف اس کے ہمارے ہاں انگلستان اور ویلز میں (۲۶۷) خانگی اور (۱۲۱) سرمایہ مشترک کے اس طرح (۳۸۸) ہاجنی کوٹھیاں ہیں اس میں لندن بنک تو شامل ہیں لیکن ان کی کثیر التعداد شاخوں کا شمار نہیں ہے۔ اگرچہ چھوٹے بنکوں کے بڑوں میں ضم ہونے سے اسکاٹ لینڈ کے بنکوں کی

تعلیق کا کسی قدر رجحان ظاہر ہو رہا ہے لیکن نئے بنکوں کا قیام وقتاً فوقتاً ہوتا ہی جاتا ہے اور باہمی مقابلے کی شدت بڑھتی جاتی ہے۔ حصہ داروں کی توقعات کے موافق بڑے منافع اسی وقت پیدا کئے جاسکتے ہیں جبکہ تھوڑے سے سرمایہ محفوظ رہ نہایت جرات کے ساتھ بڑے بڑے کاروبار کئے جائیں۔ آج کل تو ہر تجارت پیشہ شخص محسوس کر رہا ہے کہ ہماری زر کی منڈی روز بروز زیادہ ذکی احساس اور زود اثر ہوتی جا رہی ہے۔

اس بات کی اہمیت ہیں کلام نہیں لیکن تعین نہایت دشوار ہے کہ ملک متحدہ کے مہاجنوں کے پاس مطالبات کی پابجائی کے لئے جو نقد رقم محفوظ رکھی جاتی ہے اس کی مقدار کیا ہے۔ بینک اکثر

مہاجنوں کی محفوظ نقد

وصول باقی (Balance Sheets) کے تحت شائع کیا کرتے ہیں جن میں نقد محفوظات کی مقدار بتلائی جاتی ہے لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے زر اور نقد کی اصطلاحات نہایت مبہم ہیں۔ اگر مہاجنوں کی محفوظات نقد دریافت کی جائے تو معلوم ہو گا کہ وہ ایسی رقم پر مشتمل ہوتی ہیں جو گورنمنٹ کی کفالتوں پر لگائی گئی ہوں یا دوسرے بنکوں اور سب سے بینک آف انگلینڈ میں امانت رکھوائی گئی ہوں اور بسا اوقات وہ ایسے نفع تلاش شخص کو دی جاتی ہے جو کفالت نامحاجات قابل بیع و شری میں اس کو منافع پر لگا رکھتے ہیں۔ اس لئے بنکوں کے شائع کئے ہوئے تجربہ و اصولیاتی سے ملک کی ان نقد محفوظات کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا جن سے غیر ملکی نقد ادائیگوں میں کام لیا جاسکے۔ بستر آر۔ بیج انگلس یا لکریو نے اپنی اہم کتاب موسومہ نوٹس آن بینکنگ میں جو اول اسٹائل جرنل مارچ ۱۸۸۸ء کی جلد نمبر (۳۶) کے صفحہ (۱۰۶) پر شائع ہوئی تھی اس مضمون کی تحقیق اور دور یافتہ کے نتائج پیش کئے ہیں جن کا اہل یہ ہے کہ ملک متحدہ کے مہاجنوں کے قبضے میں سکون دور بینک نوٹوں کا جو ذخیرہ محفوظ ہے وہ قرضوں کی رقم کے پچیسویں یا بیسویں حصے یعنی چار پانچ فیصد سے بڑھ کر نہیں ہے۔ ان کے بعد پچھترہ اشارک پورٹ والے سسٹم کی بنیاد پر اس کی نہایت تفصیل سے تحقیقات کی تو ظاہر ہوا کہ محفوظات کی مقدار عند اطمینانہ نوٹوں اور واپسوں کے ساتھ فیصد سے زیادہ نہیں اور اس میں سے بھی ایک بڑا حصہ اس محفوظات کا ہے جو روزانہ گاہ و بار سا ہو کاری کے لئے کھنایا پڑتا ہے

اور جس کی علحدگی ان کے قابو سے باہر ہے۔ الغرض ہماری وسیع تجارت کا شیرازہ اس غیر اغلب خیال اور مغالطے پر قائم ہے کہ تجارت اور بنکوں کے عام گاہک اس زرطلائی کے پانچ فیصد سے زیادہ رقم کا جسے وہ اوقات کاروبار میں ہر وقت طلب کر سکتے ہیں یکایک بوقت واحد مطالبہ نہیں کریں گے۔

بازار زر کی ذکی لکھی انگلستان کی موجودہ صورت حال کی اصلاح کسی قانون سے نہیں ہو سکتی کیونکہ کوئی گورنمنٹ ایسے اشخاص کو مصائب اور پریشانیوں سے نہیں بچا سکتی جو سونے کی غیر محدود معاملاتیں کئے جاتے ہیں اور

کاعلاج

پہلے سے اس بات کا اندازہ اور اطمینان نہیں کر لیتے کہ بوقت ضرورت آئندہ اس قدر سونا دستیاب بھی ہو گا یا نہیں۔ بینک آف انگلینڈ کے جیسے ایک تہا ادارے پر جسے یہ مشکل دوسرے بعض اہم اور بڑے شہری بنکوں پر فوقیت حاصل ہے تمام انگریزی تجارت کی بنیاد رکھنا ایک بڑی غلطی اور دھوکا ہے۔

لندن کے بازار زر میں ثبات اور استقلال پیدا کرنے کے لئے اور اس کے روافضوں کی لکھی کے سدباب کا واحد علاج یہی ہے کہ کسی نہ کسی تدبیر سے ایسے ذخائر محفوظات نقد خواہ سکوں کی شکل میں ہوں یا ایسے نوٹوں کی شکل میں جو بینک کے ذخائروں کے محفوظ سکوں کے قائم مقام ہوں پیدا کئے جائیں۔ اگر صرف ہینڈ بنکوں کی زیادہ احتیاط کی وجہ سے نقصان برداشت کر لینے پر آمادگی ظاہر کریں اور دوسرے بدستور اپنے ذرائع کی ممکنہ وسعت سے مستفید ہو کر محتاط بنکوں کی یہ نسبت زیادہ منافع تقسیم کرتے رہیں تو کسی اصلاح کی توقع نہیں اس لئے جیسا کہ مسٹر نیچ ہاٹ نے شہری مہاجنوں کے لئے تجویز کیا ہے سب بنکوں کا اتحاد عمل لازمی ہے۔

بینک آف انگلینڈ میں لندن کی مہاجنوں کی جو امانتیں رہتی ہیں ان کا اوسط پچھلے چار سال کی بابت تقریباً اٹھ ملین پونڈ ہوتا ہے۔ چنانکہ اس رقم پر سود نہیں لیا جاتا اس لئے نہ معلوم اس بینک کو اس کثیر رقم سے فائدہ اٹھانے کی کیوں اجازت دی گئی ہے۔ اسی رقم کو اگر امانت رکھوانے والے بنکوں کی ایک کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے تو اسی طرح محفوظ رہنے کے علاوہ ہر وقت اس کے بہت ہونے کا بھی یقین رہے گا۔ اور اگر اس کا کوئی حصہ سرکاری لشاک میں منفعت پر لگایا جائے تو

امانت داروں کے فائدے کا موجب بھی ہے۔ یہ بھی غور طلب ہے کہ ہرنیک کو اپنی محفوظات اپنی ہی تحویل میں کیوں نہ رکھنے دی جائیں۔ لیکن اس میں ایک بڑی خرابی ہے بعض بینک اس بہرے پر کہ ضرورت پڑے تو کہیں اور سے مدد لے لی جائیگی اپنی محفوظات کو بہت زیادہ کم کر کے خطرناک صورت حال پیدا کر دیں گے۔ مگر ان تجاویز کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ لازمی محفوظات کے کسی جزو کو سرکاری اسٹاک میں منفعت پر لگانے کی اجازت ہرگز نہ دینی چاہئے کیونکہ جب قرض وادائی سرمایہ گھٹ جاتا ہے تو اس اسٹاک کے عوض نقد رقم صرف جبری فروخت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے اور جبریہ فروخت سے اسٹاک گھٹیا ہوتا جاتا ہے اور عوام کے اعتماد کو گھٹیں لگ جاتی ہے اور زران لوگوں کے ہاتھوں سے بھج جاتا ہے جو بازار زر کی کسی دوسری شاخ میں استعمال کر سکتے تھے۔ تاوقتیکہ گورنمنٹ اسٹاک ملک کے باہر نہ بھیجے جائیں ان کی فروخت سے سرمایہ طلا میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ القصہ نقد ذخیرہ محفوظا کا نقد ہی کی شکل میں رہنا ضروری ہے گویا جن اس اصطلاح کو بہم اور فیقینی مفہوم ہی میں استعمال کرنا سہل اور فائدہ بخش سمجھتے ہیں۔ میری رائے میں کسی ملک کے لازمی ذخائر محفوظا کا ذکر کرتے وقت اس کا مفہوم طلائی سکے، دھات یا ایسے وثائق کے سوا کسی طرح کی امانت پر اصلی طلا یا طلائی سکوں کی حمایت پر جاری ہوئے ہوں ہرگز کچھ اور نہ ہونا چاہئے۔

فروری ۱۸۷۷ء کے بینکرس میگزین کے ایک عمدہ مقالے میں نہایت قابلیت کے ساتھ بتلایا گیا ہے کہ مجوزہ ترکیب پر اگر صرف شہری مہاجنوں کا محدود حلقہ ہی عمل پیرا ہوا تو چنداں فائدہ نہ ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ سلطنت کے تینوں صوبوں کے تمام مشہور اور اہم بینک کسی نہ کسی طرح اس انجمن میں شریک کرائے جائیں کیونکہ جب تک رائے عامہ کے اثر سے یہ بات مہاجن کے ذہن نشین نہ کرادی جائے کہ ذمہ داریوں کے لحاظ سے نقد ذخیرہ محفوظا کا بھی ایک مخصوص نسبت سے رکھا جانا ضروری ہے ہمارے ملک کی عظیم الشان تجارت کو کسی مستقل بنیاد پر قائم کرنا محال ہے۔ یہ چنداں اہم نہیں کہ ذخیرہ محفوظا کس کی تحویل میں رہے۔ اگر یہ اطمینان کر لیا جائے تو کافی ہے کہ وہ اصل دھات کی شکل میں ہے اور عندالمطالبہ مدت میں منفعت پر

نہیں لگا دیا گیا ہے یا ایسے بتکوں میں نہیں رکھوایا گیا ہے جو نہایت بخوفی سے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ جب تک ہمارے ہاتھوں کے طریق عمل میں یکسانی اور اتحاد نہ ہو بازار زر کی ذکی لکھی بڑھتی ہی جائے گی اور کوئی عجب نہیں جو مالی اور تجارتی اہلیوں کا بار بار دورہ ہو جن کے تباہ کن نتائج سابق کی تمام اہلیوں کے اثرات سے جن کا ہم کو بخوبی تجربہ ہو چکا ہے بہت زیادہ ہوں گے۔



پچیسواں باب

تختہ معیار قدر

ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ زر عمومی نسب نمائے قدر اور مبادلات کی مہولت کا ایک ذریعہ ہونے کے علاوہ ایک عمومی معیار قدر بھی ہے جس کے حوالے سے معاہدات طویل المدت مرتب کئے جاتے ہیں مثلاً جب کوئی اراضی دوا می یا طویل المدت پیٹے پر دی جاتی ہے یا جب ریلوے کمپنی، کارپوریشن (بلدیہ) اور حکومت کو قرض دیا جاتا ہے تو بطور عام قاعدے کے یہ قبل از قبل طے کر دیا جاتا ہے کہ سود کی ادائیگی اور اصل کی واپسی زر طلائی و زر قانونی میں کی جائے گی۔ لیکن اس امر کی کثیر شہادت موجود ہے کہ سونے کی قدر میں عظیم تغیرات ہوتے رہے ہیں۔ ۱۸۷۵ء میں اگر یہ سو فیصد تھی تو ۱۸۹۰ء میں (۵۴) ہو گئی یعنی (۴۴) فیصد گھٹ گئی۔ اور جیسا کہ میں نے ۱۸۶۵ء کے لندن اسٹاکسٹک سوسائٹی کے جرنل میں ۱۸۴۵ء سے قیمتوں کا اتار چڑھاؤ، کے عنوان کے تحت بتلایا تھا ۱۸۰۹ء سے ۱۸۴۵ء تک اس میں ایک غیر معمولی تناسب کے ساتھ اضافہ ہوا یعنی سونے کی قدر سو سے (۲۴۵) تک جا پہنچی۔ ظاہر ہے کہ اس مدت میں گورنمنٹ نے جو مقدرہ ادائیاں اور سالانہ ادا کئے وہ ۱۸۴۵ء کی نسبت ڈھائی گنا زیادہ پیش قدر تھے۔ لیکن ۱۸۰۹ء کے بعد سونے کی قدر میں پھر بیس فیصد کمی ہو گئی۔ اگناست اخبار کے سالانہ تجارتی ریلویو یا مضمون مندرجہ بالا کی طرح اگر قیمتوں کے اتار و چڑھاؤ کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہر دور میں

جس سے لیکر پچیس فیصد تک تغیرات ہوا کرتے ہیں۔

غلے کی شکل میں بیش قدر دھاتوں کی قدر کے عظیم اتار چڑھاؤ کے مد نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ معاہدات طویل المدت میں ان کو معیار قدر لگان کی ادائیگی

ہیں کہ ملکہ ایلزبتھ کے عہد کے مدبر جنھوں نے آکسفورڈ کی میمرج اور ایٹن کالج کے تنظیم کو قانوناً مجبور کیا تھا کہ اپنی اراضیات کا لگان غلے کی شکل میں وصول کیا کریں نہایت دامنند اور دوراندیش تھے۔ اس تدبیر کی بدولت یہ کالج معمول سے کہیں بڑھ کر متمول ہو گئے کیونکہ دوسرے اوقات کے محاصل میں جو بحوالہ زیر ظاہر کئے گئے تھے بہت کمی ہو گئی۔ اگر کوئی زمیندار اپنی اراضیات کا لگان غلے کو غلے یا کسی اور شے کی شکل میں وصول کیا کرے تو کوئی قانونی ممانعت نہیں قانون کی غرض اسی قدر ہے کہ معاہدے صاف اور صریح ہوں۔ مفہوم میں کوئی اشتباہ نہ ہوتا کہ شے کی نوعیت اور مقدار کے تعین میں غلط فہمی نہ پیدا ہو لیکن زر قانونی میں یہ عہدگی ہے کہ جہاں قانون نے اس کی توضیح کی ہے وہیں زر کی ادائیگوں کے متعلق غلط فہمیوں کا سدباب بھی کر دیا ہے برخلاف اس کے اگر دوسری اشیاء بطور لگان قبول کی جایا کریں تو معاہدات کی تعبیر میں اشتباہ اور غلط فہمیوں کے انسداد کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ ماسوا اس کے اگر کسی ایک خاص چیز ہی کو اس غرض کے لئے منتخب کر لیا جائے خواہ وہ غلہ ہو یا کوئلہ تو اس کی قدر بھی سال بہ سال گشتی بڑھتی رہے گی اور اگر دس یا بیس سال کی مدت تک اس کو معیار قرار دیا جائے تو اندیشہ ہے کہ یہی سونے چاندی سے بہتر ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ ایسی چیزیں بھی جن کی قدر طویل مدتوں میں بلا واسطہ زیادہ کم اور قرار رکھتی ہے طلب و رسد کے عارضی تغیرات سے محفوظ نہیں رہتیں۔

ایک اضغافی زر قانونی پس یہ غور طلب ہے کہ آیا محاشیات اور اعداد و شمار کے فنون کی ترقی کی بدولت نقرہ اور طلا سے کوئی بہتر معیار دستیاب نہیں ہو سکتا۔ ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ دو معیاری

نظام زر سے نقرہ و طلا کی طلب و رسد کے اتار چڑھاؤ ایک زیادہ وسیع رقبے پر پھیل جاتے ہیں اور یہ دو دھاتیں نسبتاً کم تغیر پذیر ہوتی ہیں۔ اسی طرح کیا کوئی

ایسا اضعا فی معیار قدر اختیار نہیں کیا جاسکتا جو اور بھی کم تغیر پذیر ہو۔ سو پونڈ کی قدر کا اندازہ غلہ، گوشت، آلو، کوئلہ، لکڑی، لوہا، چائے، کافی، شراب وغیرہ کی مقداروں سے جو وقتاً فوقتاً سو پونڈ کے عوض ملتی ہیں کیا جاتا ہے۔ پس اگر ایک ایسا رد قانونی وضع کیا جائے جو صرف کسی ایک شے میں تبدیل پذیر نہ ہو بلکہ مختلف اشیاء کی ایک مجموعی مقدار میں جس کا قبل از قبل تعین کر دیا جائے (تبدیل پذیر ہو تو کوئی قباحت نہیں) اس ترکیب سے سو پونڈ کے نوٹ کے قابض کو اختیار ہو گا کہ ایک گواڑ عمدہ گیہوں، ایک ٹن معمولی سلاخی لوہا، سو پونڈ عمدہ روئی، بیس پونڈ مشگر، پانچ پونڈ پیائے غرض اسی طرح باقی دوسری اشیاء کی ایسی مقدار جس سے سو پونڈ کی مالیت کی تکمیل ہو جائے حاصل کرے۔ اگرچہ ان تمام اشیاء کی باہمی نسبتوں میں بھی تغیرات ہوتے رہیں گے لیکن نوٹ کے قابض کو جہاں بعض اشیاء کی خریدی میں گھٹا ہو گا بعض میں فائدہ بھی ہو گا اور سن حیث المجموع قوت خرید اس نوٹ کی بالا وسط مستقل اور برقرار رہا کرے گی۔ اور چونکہ وہ اشیاء جن سے نوٹ تبدیل پذیر ہے دراصل روزمرہ کے استعمال کی چیزیں ہیں اس لئے بہ نسبت نقرہ و طلا، کہ جن کا صرف چند اغراض کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس نوٹ کی قوت خرید بہت کم تغیر پذیر ہو گی۔

منجملہ ان اکثر قابل قدر کتابوں کے جواب چارے حاشیے سے
مستطاب کوکا مجوزہ
نسخ نامہ
مجموعہ جو علی میں ایک کتاب مشروح ف کوئی ہے جس کا نام
”انگلستان کی زراعت، تجارت اور مالیات کی موجودہ

حالت ہے۔ یہ ۱۸۲۲ء میں شائع ہوئی تھی اور قیمتوں کے تغیرات کرنسی، پورٹلہ (قانونی مفلسان) آبادی، مالیات وغیرہ جیسے عمومی مسائل پر اس زمانے کی ایک بہترین تصنیف ہے جو میری نظر سے گزری۔ اس کے نویں باب میں مصنف نے زر کی قدر کے تغیرات کا نہایت وضاحت سے ذکر کیا ہے اور معاہدات زر کی تبدل کو برقرار رکھنے کے لئے ایک تجویز پیش کی ہے جو خاص ملک کی ایجاد ہے۔ ان کی اسکیم یہ ہے کہ خانگی ضروریات روزمرہ کی خاص خاص چیزوں کی قیمتوں کے متعلق معتبر معلومات فراہم کرنے کے لئے بطور خاص اشخاص مقرر کئے جائیں۔

جس طرح غلہ، شکر وغیرہ کے صحیح نرخانے اب تک لندن گزٹ میں شائع ہوتے رہے ہیں اسی طرح دوسری تمام اشیاء کے نرخانے بھی شائع کئے جاسکتے ہیں کسی گھر میں جو چیزیں استعمال ہوتی ہیں ان کی مقداروں کی باہمی نسبت کے لحاظ سے ایک ختمہ معیار تیار کیا جائے جس سے معلوم ہو سکے کہ زر کی قوت خرید میں ہمواری پیدا کرنے کے لئے معاہدات زر میں کس تغیر و تبدل کی ضرورت ہے اصولاً یہ تجویز نہایت صحیح اور درست معلوم ہوتی ہے لیکن خود میٹر کو نے جزئیات کے متعلق کوئی عملی کوشش نہیں کی حقیقت یہ ہے کہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے غیر ضروری مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

پالٹ اسکارپ کا اسٹاک کی تصنیف کے گیارہ سال بعد اسی قسم کی ایک بالکل نئی اسکیم مسٹر جی۔ پالٹ اسکارپ نے پیش کی جو علم الارض اور معاشیات کے ایک مشہور مصنف تھے انھوں نے ۱۸۳۳ء

میں بعنوان ”مثلاً بنک چارٹر کی تنقیح اور ایک منصفانہ معیار قدر کی تحقیق“ ایک نہایت قابلہ تصنیف شائع کی جس میں بتلایا ہے کہ تمام اشیاء کی قدر کے مجموعے کا اوسط نکال کر ایک عمدہ معیار تیار کیا جاسکتا ہے جو گو معیار قانونی منظور نہ ہو لیکن معیار قانونی کے تغیرات کے تعین اور تصحیح میں کارآمد ہو سکتا ہے۔ اسی سال مسٹر اسکارپ نے اپنی کتاب ”اصول معاشیات“ میں بھی اس کی توضیح کی اور پھر اسی کتاب کے دوسرے ایڈیشن موسوم بہ ”معاشیات عامہ“ میں اس اسکیم پر مزید روشنی ڈالی مسٹر جی آر پورٹر مرحوم نے بھی اپنی مشہور عام تصنیف ”قوم کی ترقی“ کے چوتھے اور پانچویں حصوں میں پچھلے مصنفین کا حوالہ دیتے بغیر اسی تجویز کو پیش کرتے ہوئے ایک ختمہ بھی منسلک کیا تھا جس میں ۱۸۳۳ء سے ۱۸۳۷ء تک پچاس اشیاء کی قیمتوں کے ماہانہ تغیرات بتلائے گئے تھے۔

اوسط یا جدولی (Tabular Standard) معیار قدر کی ایسی تجویزیں نظریہً بالکل درست اور قابل لحاظ معلوم ہوتی ہیں اور عملی دقیقیت بھی چنداں اہم نہیں۔ مسٹر تو یا مسٹر اسکارپ کی تجویز پر اگر عمل کرنا ہو تو گورنمنٹ کو چاہئے کہ ایک کمیشن کا تقرر کرے جسے عدالتی اختیارات بھی حاصل ہوں۔ اعمال سرکاریہ ملک کے

خاص خاص بازاروں سے مختلف اشیاء کے چال و نرخ فراہم کریں گے۔ ان اعداد و اریک واضح طریقہ حساب کی مدد سے سونے کی قوت خرید کے اوسط تغیرات کا بہ سہولت اندازہ لگایا جاسکے گا۔ کمیشن کی دریافت کے نتائج ماہانہ شائع ہوا کریں گے اور انہی کے لحاظ سے ادائیگوں کا انتظام کیا جائے گا۔ مثال کے لئے فرض کرو کہ اگر یکم جولائی ۱۹۷۷ء کو سو پونڈ قرض لئے گئے جس کی ادائیگی یکم جولائی ۱۹۷۸ء کو ہونی ہے۔ اگر کمیشن نے جون ۱۹۷۷ء میں تصفیہ کیا کہ اس عرصے میں سونے کی قدر چھ فیصد کم ہو گئی ہے تو دائن کو حق ہو گا کہ وہ قرضہ کی رقم پر چھ فیصد اضافہ کا مطالبہ کرے۔

پہلے پہلے اس کا استعمال لوگوں کی مرضی پر چھوڑ دیا جاسکتا ہے البتہ اگر عائدین معاہدہ نے اپنے معاہدے میں کوئی شرط اس بارے میں طے کر رکھی ہو تو ایسے سختے پر عمل کرنا لازمی ہو گا۔ رفتہ رفتہ جب لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ تجویز عملاً بہت مفید اور کارآمد ہے تو اس کو جبری قرار دیا جاسکتا ہے یعنی تا وقتیکہ معاہدے میں اس کے خلاف کوئی شرط نہ ہو ہر قرضہ جو تین ماہ سے زیادہ مدت کا ہو بلا التزام اس سختے کے لحاظ سے معین ہوا کرے گا۔

اس تجویز کی قوتیں | اس تجویز کی کامیابی میں جو موانعات ہیں وہ چنداں قابل لحاظ نہیں اس میں شک نہیں کہ وائن اور مدیونان کے تعلقات ضرور کچھ پیچیدہ ہو جائیں گے اور بعض صورتوں میں حساب کے وقت قرضے کی تاریخ کے تین تین ماہ بعد پیدا ہوگی لیکن یہ سمجھنا ان جھگڑوں سے زیادہ نہ ہوگی جو آج کے قرضوں کی مدت اور سود کی مقدار کے تعین میں ہوا کرتے ہیں۔ اس کمیشن کا کام جب یکبار مستقل طور پر چم جائے اور قانون کی نگرانی میں انجام پاتا رہے تو یہ گویا ایسے کامین کا کام ہو گا جو ضابطے کے بموجب عمل کر رہے ہوں۔ ان کے تصفیے بھی بالکل فریجانہ اندازہ اور بھروسے کے قابل ہوا کریں گے۔ کیونکہ اوسط نتائج کے علاوہ انھیں وقتاً فوقتاً قیمتوں کے وہ تفصیلی سختے بھی شائع کرنے پڑیں گے جن پر ان کے حسابات مبنی ہیں۔ اس لئے ہر شخص کو ان اعداد و اوقتیوں کی جانچ پڑتال کا ہر وقت موقع حاصل رہے گا اور دھوکا یا غلطی کا کوئی احتمال باقی نہ رہے گا۔

مجھے جس اصلی وقت کا اندیشہ ہے وہ اوسط نکالنے کے طریقہ کا سوال ہے

میں تو اس طریقے کی رائے دیتا ہوں۔ کوئی بھی سوچیں ایسی منتخب کر لی جائیں جن کی قیمتوں کے تغیرات کا ایک دوسرے پر اثر نہیں پڑتا اور ان کی قیمتوں کے تغیرات کا اقلیدھی اوسط خطوط کے ذریعے سے نکالا جائے۔ چنانچہ میں نے سونے کی قدر میں زوال عظیم پاورٹسٹسٹ سے قیمتوں کا اتار چڑھاؤ دو نوپمفلٹوں میں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اسی طریقے پر عمل کیا ہے۔ اور مجھ سے پیشتر مسٹر بیو مارچ نے بھی اسی قسم کا ایک طریقہ اختیار کیا تھا۔ اخبار الکنا مسٹ کے سالانہ رپورٹ اور سرگزشت تجارت میں بھی کئی سال تک ایسا ہی ایک تختہ جس میں قیمتوں کے کل اعداد کلید یا ان اعداد کی حسابی میزان جس سے ۱۸۴۵ء سے ۱۸۵۵ء تک اکثر اشیاء کی قیمتوں کا مناسب ظاہر ہوتا تھا شائع ہوتا رہا ہے۔ اوسط نکالنے کا کوئی طریقہ کیوں نہ اختیار کیا جائے نتائج بہر حال ایک معیاری ودعات کے موجودہ نتائج سے بہتر ہی ثابت ہوں گے۔ افسوس ہے کہ اس مختصر سی کتاب کی گنجائش مجھے ان تمام فوائد کا تفصیلی ذکر کرنے کی اجازت نہیں دیتی جو ایک جدولی معیار قدر کی بدولت حاصل ہو سکتے ہیں۔ یقیناً ایسا معیار معاشرتی تعلقات کی ہتواری کو ایک اعلیٰ درجے پر پہنچا دے گا۔ افراد اور عام جماعتوں کی مقررہ آمدنیوں کو ان گھنٹوں سے نجات مل جائے گی جن کا وہ آئے دن شکار ہوا کرتی ہیں۔ تجارت کی موجودہ صورت حال میں قیمتوں کے تغیرات کی بدولت جو نفع تلاشی ہو کرتی ہے اس کا بھی بہت کچھ سدباب ہو جائے گا تجارت کے حسابات اور اندازے غیر اختیاری اسباب سے نسبتاً کم متاثر ہو آئیں گے اور دیوالیہ میں بہت کمی ہو جائے گی۔ اس میں شک نہیں کہ ساکھ اس صورت میں بھی بگڑ جائے گا کہ لیکن اس کے نتائج اتنے اہم نہ ہوں گے کیونکہ قیمتوں کے زوال کے ساتھ قرضوں میں بھی اسی مناسبت سے تخفیف ہو جائے گی۔



پچھیسواں باب

مقدار زر جو کسی قوم کے لئے درکار ہے

کسی قوم کی ضروریات کی تکمیل کے لئے جس مقدار زر کی ضرورت ہوتی ہے اس کا ذکر ایسی کتاب میں جو مضمون زر پر لکھی گئی ہو میری دانست میں بالکل حق بجانب ہے اور فی الحقیقت اس امر کا تعین کہ شخص کو کس قدر زر قرقطاس، طلا، چاندی یا کانسی کی کرنسی درکار ہوتی ہے نہایت ضروری اور مناسب ہے تاکہ گورنمنٹ اسی لحاظ سے کرنسی فراہم کر سکے۔ ورنہ تقریباً ہر ملک میں زر چینی کی قلت کی شکایت اور مزید مقدار کا مطالبہ ہوا کرتا ہے، اور تجارت کی کساد بازاری قیمتوں کا ذوال، محاصل کی کمی، لوگوں کا افلاس، ذرا بیع معیشت کا فقدان، سیاسی پھینچیاں، دیوالیے اور بد امنیوں غرض دنیا بھر کی مصیبتوں کی ذمہ داری قلت زر ہی کے سر چھوٹی جاتی ہے۔ پہلے زمانے میں اس کا علاج فرید زر کی تسلیک اور آج کل فرید زر قرقطاس کا اجرا تجویز کیا جاتا ہے۔ لیکن ان تمام شکایتوں کا اصلی جواب یہ ہے کہ قوم کی ضروریات زر کا صحیح اندازہ ممکن ہی نہیں اور ایسے غلط اندازوں پر کرنسی میں کمی بیشی کرنے کا کسی مدبر کو ہرگز ارادہ نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ کرنسی میں بظاہر جو قلت نظر آتی ہے وہ تقریباً ہمیشہ زر فلزی کے غیر مبادلہ انتظام قرقطاسی زربیات کی ناقص تنظیم، غیر دانشمندانہ نفع بازی یا تجارت کی اتیری کا نتیجہ ہوتی ہے ایسی حالت میں

اگر زر قریاس میں اضافہ کیا جائے تو مشکلات اور بھی بڑھ جائیں گی۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ کسی قوم کی ضروریات زر کا معلوم کرنا ممکن ہی نہیں کیونکہ اس میں بہت سے غیر معلوم اجزاء بھی ہو کرتے ہیں۔

کارِ زر کی مقدار | اگر ہم کسی قوم کی ضروریات زر کا اندازہ کرنا چاہیں تو ہم کو پہلے یہ تصفیہ کرنا چاہیے کہ زر سے کیا کیا کام لیا جائے گا۔ اس کی

مقدار کا تعین بہر حال آبادی کے لحاظ سے ہو گا یعنی اگر وہ چند آبادی مساوی طور پر سرگرم تجارت ہو تو وہی مقدار زر درکار ہوگی ماسوا اس کے صنعت و حرفت کی سرگرمی اور وسعت تعلقات کا بھی اس پر بہت کچھ اثر پڑتا ہے یعنی جتنی زیادہ چیزوں کی خرید و فروخت ہو اور جتنے زیادہ بار وہ ایک سے دوسرے کے پاس منتقل ہوں اتنی ہی زیادہ مقدار کرنسی ان منتقلیوں کے واسطے درکار ہوگی۔ اشیاء کی قیمتوں پر بھی اس مقدار کا دار و مدار ہے یعنی اگر سونے کی قدر گھٹ جائے اور قیمتوں میں اضافہ ہو تو قرضوں میں بھی زیادتی ہوگی اور ان کی ادائی کے لئے زیادہ رقم درکار ہوگی۔

بااں ہمہ ان اسباب میں سے کسی ایک کے بھی اثر کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا آبادی کے تخمینہ انداد اور تجارت خارجہ کی مقدار تو خیر معلوم ہو سکتی ہے لیکن ملک کے اندر جو خرید و فروخت ہو کرتی ہے اس کی مقدار کا کسی طرح تعین نہیں ہو سکتا مسئلہ زیر بحث کے اس رخ پر رد و قدح کرنا بیکار ہے کیونکہ دوسرے اہم پہلوؤں کے متعلق ہماری معلومات اور بھی زیادہ ناقص ہیں۔

زر کی قابلیت | قابلیت زر سے ہماری مراد یہ ہے کہ کسی مقررہ مدت مثلاً سال بھر میں ہر جزو زر سے بالا و وسط کتنے مباد لے عمل میں

آیا کرتے ہیں۔ زر کے مجموعی کام کا اندازہ اس کی مقدار کو ہرنوٹ یا سکے کے تیادلات کے اوسط سے ضرب دینے سے ہو سکتا ہے ہماری معلومات اکثر ملکوں کے زر کی مقدار کی بابت غیر مکمل ہیں اور چلن کی اوسط رفتار کا تو کچھ بھی اندازہ نہیں کیونکہ بعض سکے بالخصوص چاندی اور کانسی کے چھوٹے سکوں کا دن میں کئی بار اول بدل ہو کر تاسیے اور دوسری قسم کے سکے اور نوٹ مہینوں کی بار سوں تک بلا تبادلہ یونٹھی جیبوں میں پڑے رہتے ہیں۔ کسی ملک کے زر کی اوسط رفتار چلن کا اندازہ

کرنے کی میرے علم میں تو کسی نے کوشش نہیں کی اور نہ کوئی طریقہ ایسی دریافت کا میری سمجھ میں آتا ہے البتہ اس کی سسٹم کاری کا شاید کچھ اندازہ ہو سکے۔ اگرچہ ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ تبدلات کس قدر ہوئے اور ان میں کس قدر کرنسی کا کام ملائی گئی تو تقسیم کے عمل سے کرنسی کے انکٹ پھیر کا اوسط معلوم ہو جائے گا لیکن جیسا کہ میں ظاہر کر چکا ہوں ہم کو ایسے مواد پر کوئی دسترس حاصل نہیں ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مختلف ملکوں کے زر کی رفتار چلن مختلف ہوا کرتی ہے۔ فرانس، بلجیم، سوئٹزرلینڈ اور ہالینڈ کی طرح ایک کفایت شعار ملک جسے تھوڑی بہت مہاجنی سہولتیں بھی حاصل ہوں یا اسکاٹ لینڈ کے باشندوں کی سی ایک مختلط قوم جس کے مہاجنی انتظامات بالکل مکمل ہوں، انگریزوں کے جیسی ایک غیر مختلط قوم کی یہ نسبت سکوں کا ذخیرہ زیادہ وافر رکھا کرتی ہے۔ اور بھی کئی ایسی باتیں ہیں جن سے زر کے چلن کی رفتار پر اثر پڑتا ہے۔ ریلوں اور اسٹیمروں کی بدولت ارسال و ترسیل ذیل پہلے کی یہ نسبت آج کل بہت جلد ہو جاتی ہے۔ تار برقی اور ڈاک کی تیز رفتاری نے زر کی غیر ضروری منتقلیوں کا سد باب کر دیا ہے چنانچہ ۱۸۷۲ء میں جو انگلستان میں اضلاعی بنکوں کے نوٹوں کا چلن گر گیا تو اس کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ محصول ڈاک کی کمی اور سررشتہ کی اصلاح کا لا سے نوٹوں کاٹنے کے ذریعہ روانہ کرنا زیادہ آسان ہو گیا تھا۔

چک اور نظام تصفیہ ان سب سے بڑھ کر اہم یہ واقعہ ہے کہ جہاں کہیں ایک وسیع حسابات کے اثرات اور مکمل مہاجنی نظام قائم ہے وہاں مبادلات کے صرف ایک جزو کی تکمیل زر کے توسط سے ہوتی ہے۔ حیثیت قائم مقام زر ہنڈیوں کے استعمال پر میں چنداں زور نہیں دیتا کیونکہ ان کا حقیقی استعمال کچھ زیادہ نہیں۔ ان کا زور ہونا تو درکنار وہ خود ایسی چیزیں ہیں جو زر کے عوض بیچی اور خریدی جاتی ہیں چک اور نظام تصفیہ حسابات کی تدریجی ترقی کے ضمن میں ہم بتلا چکے ہیں کہ قرضوں کی بیباقی میں ان سے کس قدر مدد ملتی ہے حتیٰ کہ نزدکو ہاتھ لگانے کی بھی ضرورت داعی نہیں ہوتی اور اس کی حیثیت محض ایک اکائی قدر کی سی ہو گئی ہے جس کے حوالے سے رقم کی مقدار کو ظاہر کیا جاتا ہے ورنہ تمام ٹپے مبادلات کی

تعمیل تو ایک نظام مبادلہ سے ہو جاتی ہے جو کسی قدر پیچیدہ لیکن ہر طرح مکمل ہے چنانچہ اس کی مدد سے لندن کے حساب گھر میں ہر سال کم از کم چھ سو کروڑ پونڈ کی رقمی معاملتوں کا تصفیہ ہوتا ہے اور نقد کے استعمال کی نوبت نہیں آتی۔ اور جیسا کہ میں پہلے بتلا چکا ہوں اس رقم سے ان ہیشمار مبادلات کا کوئی اندازہ نہیں ہوتا جو چیکوں کے ذریعے انجام پاتے ہیں کیونکہ دراصل ایسی کثیر التعداد معاملتوں کا تصفیہ یا توصیف جاتی بنکوں میں ہو جاتا ہے یا ان کی شاخوں، گمشدوں اور کارندوں کے مابین یا ایسے بنکوں کے درمیان جن کے لندن کی نائب ایک ہی ہو کر رہتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب خود اپنے ہی ملک کی مالی معاملتوں کی مقدار کا ہم کو کوئی اندازہ نہیں تو غیر ملکوں کے معاملات اور طریقہ ادائی کے متعلق ہماری معلومات کس قدر ناقص ہوں گی تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نیویارک کے حساب گھر کی معاملتیں بہت وسیع ہیں اور ممالک متحدہ امریکہ کی کل ریاستوں میں ایک نہایت عمدہ نظام سا ہو کاری قائم ہے لیکن لندن کی محنتی کے نظام کی طرح ان بنکوں کے باہمی تعلقات سے استعمال زر میں اتنی کفایت ہوئی یا نہیں اس کی دریافت کے لئے مقامی تحقیقات کی ضرورت ہے فرانس اور دوسرے یورپی ممالک کے متعلق جو خند فاس شہروں کے بہ مشکل یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہاں چک اور تصفیہ حسابات کا کوئی انتظام ہے۔ پیرس کا حساب گھر بھی بالکل ابتدائی حالت میں ہے علاوہ اس کے بنک آف فرانس بھی اپنے اسامیوں کے مابین ہر روز دو تین ملین کی منتقلیاں کیا کرتا ہے۔ تمام بنکوں سے استعمال زر کی کچھ نہ کچھ کفایت ضرور ہوتی ہے۔ اسٹورم اور ہمبرگ کے بنک تو کئی صدیوں سے انتقال زر کے ایک ایسے طریقے پر کار بند ہیں جو ہمارے نظام تصفیہ حسابات سے بہت مشابہ ہے۔

یہ صحیح ہے کہ یورپ کے بعض قطعات میں کاروبار چلانے کے طریقوں میں بہت کچھ تبدیلیاں ہو رہی ہیں چنانچہ پروفیسر کلف لزی جن کی معلومات براعظمی ممالک کے معاشیاتی نظامات کے متعلق بہت وسیع اور معتبر سمجھی جاتی ہیں زر کے ملین کی زیادہ تیز رفتاری اور اعتمادی دستاویزات کے زیادہ آزادانہ

چلن ہی کو ملک جرمنی کی موجودہ بڑھی ہوئی قیمتوں کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔
 چنانچہ نومبر ۱۸۷۵ء کے فورٹ ناٹل ریویو کے صفحات ۹-۵۷ پر وہ لکھتے ہیں
 کہ ذرائع حمل و نقل کی ترقی اور تجارتی گروم بازاری نے جس سے جو سمون کی کمائی
 میں بہت اضافہ ہو گیا ہے زر کا چلن بھی بہت بڑھا دیا ہے۔ فروغ صنعت
 کے ساتھ ساتھ اعتماد کی تکمیل اور ترقی نے ذریعہ چلنی کی مقدار میں قائم مقامان زر
 کے ایک ایسے مجموعے کا اضافہ کیا ہے جن کا چلن نہایت سرعت کے ساتھ ہو کر رہا
 ہے۔ بیوپار کی ایک مقررہ مقدار کی ضروریات کے لئے یا قیمتوں کو ایک خاص
 سطح سے بلند کرنے کے لئے اب اس قدر زر درکار نہیں ہے جو پہلے ضروری
 سمجھا جاتا تھا۔ جرمنی کے چالو زر کی موجودہ بڑھی ہوئی مقدار میں دستاویزات اعتمادی
 کے تیر چلن کو بھی شامل کرنا چاہئے۔ اگر وہاں کا زر چلنی محض سکوں پر مشتمل ہوتا تو
 معدنوں سے خواہ کتنا ہی سونا کیوں نہ برآمد ہوتا یا دوسرے ممالک کے چلن میں
 اس کی کتنی ہی مقدار کیوں نہ ہوتی۔ اور غیر ملکی منڈیوں میں جرمنی کے مصنوعات
 کی قیمت کتنی ہی بڑھی ہوئی کیوں نہ ہوتی تا وقتیکہ ملک میں خرید مقدار کرنسی کی فراہم
 نہ کی جاتی خود جرمنی کے بازاروں کی قیمتوں میں کوئی اضافہ نہ ہوتا۔
 غرض مختلف قوموں کی تجارتی خصائل اس قدر جدا گانہ ہوتی ہیں کہ کسی ملک
 کی کرنسی اور اس کے مبادلات کی مقداروں میں بظاہر کوئی تناسب نہیں معلوم ہوتا
 اگر کرنسیوں کی مقداروں کے صحیح اعداد و شمار دستیاب ہو بھی جائیں تو ان سے
 نسبت کسی یا بیشی نہ کی ظاہر نہ ہوگی بلکہ یہ معلوم ہو گا کہ کسی ملک کا تمدن اور تہذیب
 کس درجہ پر ہے اعتیاد و کفایت شعاری کا اس قوم میں کس قدر مادہ ہے اور
 وہاں کا مہاجنی ظلم کس قدر وسیع اور ترقی یافتہ ہے۔

خلاصہ

ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح پالی اپنی سطح آپ دریافت
 کر لیتا ہے اسی طرح کرنسی کو بھی اپنا انتظام آپ کر لینا چاہئے اور یہی اس کی

مقدار کے انتظام کا بہترین اور واحد طریقہ ہو گا۔ خواہ ملک کے اندر جو یا باہر اس کی روانی تجارت کے اہمار چڑھا دی کی مطابقت سے چونی چاہئے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی پیش بینی یا سد باب کسی گورنمنٹ کے بس کی بات نہیں ہے البتہ زر فلزی کے قائم مقام یعنی زر قرطاس کے طریقے کی نہایت احتیاط سے نگرانی ہونی چاہئے کیونکہ اس سے ایسی حالت میں بھی زر فلزی کے وجود کا یقین دلایا جاتا ہے جبکہ اس کا کہیں نام و نشان بھی نہیں رہتا اور نہ اس کو باور کرنے کے وجہ موجود رہتے ہیں۔ لیکن جس طرح غلہ، لوہا، کپاس وغیرہ صبی عام استعمال کی اشیاء کی مقداروں کا کوئی تعین نہیں کیا جاسکتا اسی طرح مقدار زر کے تعین کا بھی امکان نہیں ہے۔ پس مجھے یہ اعتراف کرنے میں تامل نہیں کہ اس امر کا تصفیہ کہ انتظام زر میں قانون کو کس وقت دخل دینا چاہئے اور کس وقت مداخلت سے پرہیز کر کے پوری آزادی دیدینی چاہئے نہایت مشکل ہے۔ اگر ہم اپنے موجودہ قوانین کرنسی و تجارت کا دسویں سے چودھویں صدی تک کے قوانین کے ساتھ موازنہ کریں تو ایک دو گونہ تو فی پائی جائے گی۔ بہت سی باتیں تو ایسی ظاہر ہونگی جن کو بذریعہ قانون منظم کرنے کی ہمارے آباؤ اجداد کو شش کیا کرتے تھے جن کو اب باتفاق رہے عامہ بالکل آزاد چھوڑ دیا گیا ہے اور بعض باتیں ایسی پائی جائیں گی جن کو انھوں نے بغیر نگرانی کے بالکل آزاد چھوڑ رکھا تھا اور اب سخت نگرانی میں رکھی جاتی ہیں۔ اجرتوں کی شرح، روٹی کی قیمت، مختلف پیشوں کی انجام دہی جو اب قانون کی زد سے بالکل باہر ہیں اس زمانے میں قانون کے زیر نگرانی تھے۔ برعکس اس کے ملک کے مختلف حصوں میں مختلف قسم کے گونا گوں اوزان و پیمانہ جات تھے جنھیں کسی عام معیار پر لانے کا کسی کو خیال بھی نہ ہوتا تھا۔ تقریباً ہر ٹپے شہر کی ایک علیحدہ دارالضرب تھی۔ امرا اور مقتدا یاں مذہب اپنا اپنا سکہ چلا یا کرتے تھے۔ گو اب بھی بعض اشخاص آزاد تسلیک کی حمایت کرتے ہیں لیکن تقریباً ہر متمدن ملک میں آج کل با اتفاق زر فلزی کی تسلیک کا کام حکومت ہی کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ سکون کی طرح اوزان و پیمانہ جات کا بھی ایک یکساں اور عمومی نظام قائم ہے۔ لیکن جہاں

ہم نے زر فلزی کی نگرانی میں اتنی احتیاط ملحوظ رکھی ہے ان بیسود کو ششوں کو ایک قلم موقوف کر دیا ہے جو پچھلے زمانے میں دھاتوں کی درآمد کے لئے کیا جاتا کرتی تھیں تاکہ بحکال کام چلتا رہے۔

اسی طرح زر قرطاس کے انتظام کی بھی ضرورت ہے اور پہلے کی بہ نسبت ایک لحاظ سے کم اور دوسرے لحاظ سے زیادہ سخت نگرانی رکھنی چاہئے جس طرح خانگی ٹکسالیں بند کر دی گئی ہیں اسی طرح خانگی نوٹوں کا اجراء بھی مسدود کر دیا جائے۔ ہر ملک کا زر قرطاس یکساں ہو اور گورنمنٹ کی ایک خاص شاخ سے جو بہ نسبت بینک کے ٹکسال سے زیادہ مشابہ ہو یہ کام متعلق کر دیا جائے۔ زیادہ سخت نگرانی زر قرطاس کے اجراء پر ان مضمون میں رہے کہ اس کے اجراء میں اس رقم طلائی کی مناسبت سے کمی بیشی ہونی چاہئے جو اس کی حمایت میں یہ شکل زر طلائی رکھی جاتی ہے۔ لیکن اس کی مجموعی مقدار کو مقرر کر دینے کی کوئی ضرورت نہیں سخت نگرانی اور انتظام کی غرض یہ نہیں ہے کہ مجموعی مقدار کی حد بندی کر دی جائے۔ غایت صرف یہی ہے کہ اس مقدار کو طلب و رسد کے فطرتی قوانین کے زیر اثر چھوڑ دیا جائے۔ ورنہ میری رائے میں تو خود نیابتی زر قرطاس کا اجراء ہی ان قوانین میں بڑی مداخلت ہے جو ایک خالص زر فلزی کی کمی و بیشی کا انتظام کیا کرتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک طرف قانون سخت نگرانی کرے تو دوسری طرف حقیقی آزادی پیدا ہو جاتی ہے۔ برس ہم میں یہ مانتا ہوں کہ اس مضمون میں بہت سے نازک اور نہایت دقیق مسائل پیدا ہوتے ہیں ممکن ہے کہ معاشیاتی سائنس کی ترقیوں سے رفتہ رفتہ ان کے حل کی کوئی صورت نکل آئے۔



صحت نامہ

زراور ذرائع مبادلہ

صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط
۴	۳	۳	۱	۴	۳	۲	۱
چھپ	چھپ	۱۴	۱۲۹	سیکسن	سکین	۱۹	۲۰
ڈبل رائڈر	ڈبل رائڈر	۲۱	۱۳۲	ظاہر	مظاہر	۱۴	۴۹
عالمگیر	عالمگیر	۷	۱۳۳	ہو جائے گی	ہو جائے گا	۱۶	۵۲
سوسائٹی	سوسائٹی	۶	۱۷۵	سادرن	سادرن	۱۱	۶۰
سعادت	سعادت	۱	۱۷۶	سادرن	سادرن	۲۰	۶۳
زر فلزی	زر فلزی	۵	۱۹۳	کروزر	کروئزر	۲۱	۱۰۵
مصیتیں	مصیتیں	۸	۱۹۶	چمڑے	چمڑے	۱۲	۱۰۶
پیدا ہوتی ہے	پیدا ہوتی ہے	۱۷	۱۹۷	اور دستہ	وردستہ	۱۳	۱۰۷
تو نہیں	تو نہیں	۴	۲۳۰	نئے	لئے	۱۲	۱۰۸
وہاں اتنا	وہاں اتنا	۳	۲۳۲	کرنا پڑے گا	کرنا پڑے گا	۱	۱۱۵
بات	بات	۲۵	۲۳۸	پچھلے	پچھلے	۱۶	۱۰۹
اجازت دی تھی	اجازت دی تھی	۱۹	۲۵۷	نسبتہ	نسبتہ	۱۸	۱۱۶
پر ہے	پر ہے	۱۹	۲۷۰	مدارج	مدارج	۱۱	۱۲۰
فرہم	فرہم	۱۳	۲۷۸	زرائع	زرائع	۲۵	۱۲۳

